



MUSLIM-SPRITUAL  
DEGENERATION

امراض باطنی

کتاب مصلح

مصنفہ

ڈاکٹر سید محمد وارث ایم۔ ڈی سول سرجن۔ پشاور

مصنف کتبہائے انگریزی و علم و فنون ڈاکٹری

صوفی سرور و فرست

باہتمام حکیم محمد سراج الحق

دری عنده المطابع واقعہ لکھنؤ طب



# فہرست مضامین کتاب نجات

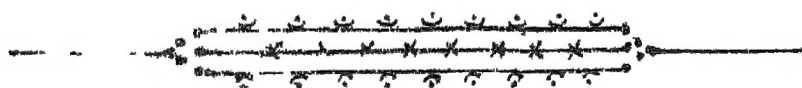
نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	معذرت	۱	۱۷	قیامت	۱۷
۲	مصنف کی پیدائش اور خاندان	۱	۱۸	اعلان وحدانیت و وجودیت خدا	۲۲
۳	تعلیم	۳	۱۹	فرائض مسلمین	۲۳
۴	درد اسلام	۲	۲۰	تحقیقات امراض باطنی و دماغی	۲۵
۵	سبب تصنیف کتاب	۲	۲۱	لا پرواہی احکامات	۲۸
۶	اغراض کتاب	۴	۲۲	وجوہات زوال اسلام	۳۰
۷	مطلوبہ در آن	۴	۲۳	علما کا طرز عمل	۳۵
۸	درخواست	۵	۲۴	ہدایت رسول	۴۴
۹	ضرورت ایسی کتاب کی	۷	۲۵	اہل دُول	۵۳
۱۰	باب اول تنزیل اسلام	۹	۲۶	مشائخین و عارضین	۵۶
۱۱	اصول اسلام	۱۰	۲۷	عادل	۶۱
۱۲	دعا	۱۱	۲۸	فتوئید	۶۳
۱۳	نہ سبب	۱۳	۲۹	قبولیت دعا	۶۷
۱۴	نہ سبب اسلام	۱۵	۳۰	نزول ایمان کا آغاز	۱۱۸
۱۵	نبی و ہدایت نامہ	۱۵	۳۱	امراض باطنیہ	۲۲۱
۱۶	کتاب	۱۶	۳۲	بیان علیہ السلام	۲۲۲



نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۱	چند احکام الہی مرض قلب کے متعلق	۷۸	۳۳	کھوپڑی کی شکلیں	۷۸
۵۲	خاص علامات مرض قلب	۸۰	۳۵	سینہ	۸۰
۵۳	خانقاہ	۸۱	۳۶	افعال عضو	۸۱
۵۴	سونا تہ شادی (منڈوا)	۸۲	۳۷	بھیری	۸۲
۵۵	تعمیر قبر	۸۳	۳۸	نفس	۸۳
۵۶	غیبت	۸۵	۳۹	قلب	۸۵
۵۷	عباسوسی	۸۶	۴۰	ہستی قلب	۸۶
۵۸	جھوٹ	۸۷	۴۱	مرکز	۸۷
۵۹	تعصب	۸۸	۴۲	قلب	۸۸
۶۰	حقوق انسان و صلہ رحمی	۹۰	۴۳	مخفی اشیا	۹۰
۶۱	خیانت	۹۲	۴۴	وحی	۹۲
۶۲	حد۔ بغض۔ عیب جوئی۔	۹۸	۴۵	شیطان	۹۸
۶۳	سخن سنی و اتفاق	۹۹	۴۶	روح	۹۹
۶۴	حقوق انسان و قوم و ملک	۱۰۰	۴۷	فعل روح	۱۰۰
۶۵	اخلاق و نفس	۱۰۵	۴۸	قسمت	۱۰۵
۶۶	ظاہری اخلاق	۱۰۶	۴۹	باطنی	۱۰۶

نمبر	مضمون	صفحہ	نمبر	مضمون	صفحہ
۸۳	مومن و مسلمین	۱۷۹	۶۷	اخلاق باطنی	۱۳۶
۸۴	جسمانی کاہلی و لا پرواہی	۱۸۰	۶۸	احکام الہی در رسول صلعم	
۸۵	تشخیص امراض	۱۸۲		مراحم زن و شو	۱۳۹
۸۶	پیشین گوئی حضرت سالتاب	۱۸۵	۶۹	صلوۃ انخاشین	۱۴۲
۸۷	بیماری کا حشر	۱۹۵	۷۰	عبادت غیر مادی زبان	۱۴۵
۸۸	حسرت	۱۹۹	۷۱	اتقوا اللہ	۱۴۹
۸۹	نتیجہ نافرمانی خدا تعالیٰ		۷۲	علوم الصالحات	۱۵۲
	محمدی مانی جسمانی و دماغی	۲۰۳	۷۳	نعمت الہی	۱۵۹
۹۰	اسلامی سلطنتیں	۲۰۵	۷۴	نعمت غیر متروکہ	۱۶۰
۹۱	اسلامی خود سر ممالک		۷۵	نعمت متروکہ	۱۶۲
۹۲	وجہ افلاس اور مسلمانان	۲۱۱	۷۶	خواہشات	۱۶۴
۹۳	تنزل جسمانی	۲۱۵	۷۷	شکر	۱۶۷
۹۴	تنزل قوت دماغی	۲۱۶	۷۸	فرعون	۱۷۱
۹۵	نظر ثانی	۲۲۸	۷۹	صبر	۱۷۳
۹۶	حصول دنیا	۲۲۹	۸۰	ہدایات حضرت سالتاب	
۹۷	علاج امراض باطنی	۲۳۵		صلی اللہ علیہ وسلم	۱۷۵
۹۸	پرہیز	۲۴۱	۸۱	بنی دؤنی	۱۷۹
۹۹	تواریخ بنی اسرائیل	۲۴۴	۸۲	بزرگان دین	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۰۰	نصیحت	۲۶۴	۱۱۲	درخواست (دینی بھائیو اور بہنو)	۲۹۴
۱۰۱	قرآن مجید	۲۵۳	۱۱۳	تعلیم ذریعہ علاج مرض	۲۹۵
۱۰۲	قرآن پاک کا تازہ معجزہ	۲۶۳	۱۱۴	ابتدائی تعلیم	۲۹۶
۱۰۳	تنگی رزق	۲۶۴	۱۱۵	عربی مدارس	۲
۱۰۴	تدبیر	۲۶۳	۱۱۶	اسکول و کالج کی تعلیم	۲
۱۰۵	دعا	۲	۱۱۷	تعلیم نسوان	۳۰۱
۱۰۶	طالب دعا	۲۶۵	۱۱۸	لاولید بیوہ بہنوں سے استدعا	۳۰۸
۱۰۷	خطاب مسلمانوں سے	۲۸۰	۱۱۹	پرودہ مستورات	۳۰۹
۱۰۸	نسخہ (بیعت ربانی)	۲۸۲	۱۲۰	افسوسناک زمانہ	۳۱۶
۱۰۹	بیعت شریعت	۲۸۴	۱۲۱	مناجات	۲
۱۱۰	دینی بھائیو اور بہنو	۲۸۶	۱۲۲	آنحضرت ﷺ	۳۱۹
۱۱۱	وعدہ خدا	۲	۱۲۳	ذاتی التجا	۳۲۰



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## معذرت

مُسْتَحَبَّانِ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ط يَوْمَئِذٍ إِنَّا كُنَّا طَائِعِينَ عَسَىٰ رَبُّنَا أَنْ يُبَدِّلَنَا  
حَيَاتٍ مِنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا ذَا غَبُونٍ ۝

مُصَنَّفِ ناظرین سے معذرت کا خواستگار ہے کہ اُس نے قبل ازیں کہ اس کتاب کا اصلی  
یعنی حقیقی مضمون قلمبند ہوتا اپنے ذاتی اور خاندانی حالات سے بہ نیوجہ تعارف کرایا کہ مطالعہ کتاب  
میں ناظرین باتکین کو یہ پریشانی پیدا ہوتے کا امکان یہ ہے کہ مُصَنَّف کون ہے اور اُس کو اس کتاب کے  
لکھنے کی کیوں ضرورت ہوئی۔

مُصَنَّف کی پیدائش | مُصَنَّف کی پیدائش صفی پور میں جو ضلع پٹنہ میں ایک موضع ہے  
اور اُس کا خاندان ہوئی۔ جہاں مخدوم سید شاہ صفی صاحب قدس سرہ کا مزار ہے۔

آپ کی پیدائش بخارا کی تھی۔ شجرہ نسب سے ظاہر ہوتا ہے کہ آل حسینی ہیں۔ سلسلہ آپ کا امام  
موسیٰ رضی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملتا ہے۔ جناب قبلہ عالم باعمل تھے۔ اور اپنی زندگی کو تبلیغ اسلام  
میں صرف کیا۔ آپ بغداد میں مُتَلَف تھے۔ وہاں سے بزمانہ جہانگیر ہندوستان بنیت تبلیغ اسلام  
تشریف لائے۔ جناب قبلہ نے اپنا قیام ایک جنگل میں کیا جہاں آپ کے نام سے یہ گاؤں صفی پور  
مشہور ہے۔ جناب قبلہ کے پوتے سید شاہ مصطفیٰ صاحب قدس سرہ کے سلسلہ نسل سے  
خاکسار مُصَنَّف کو فخر حاصل ہے۔ خاندان میں برابر اعمال مذہبی و دنیات کا فیض جاری رہا۔ بہت سے  
شجرہ کات بزرگان دین کے خاندانی مکان میں موجود ہیں۔ اور کچھ زمانہ تک سلسلہ سیری و مُری کی بھی رہا تھا۔

تعلیم مصنف نے اپنے صغریٰ میں اسی موضوع صنفی پور میں ابتدائی تعلیم مذہبی وغیرہ پائی بعد اسکے انگریزی کی تعلیم ٹپنہ کالج میں ہوئی اسکے بعد یورپ گیا اور علوم و فنون ڈاکٹری کی ڈگری ایڈنبرا یونیورسٹی سے حاصل کی۔ کچھ دنوں کے بعد علمی تحقیقات کر کے ایم۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اور اسی علم کے ذریعے سے خدا کا فضل تلاش کرتا رہا۔ تمام عمر اس علم ڈاکٹری کے حصول میں رہا۔ یہاں تک کہ مختلف کتابیں علوم ڈاکٹری میں تصنیف کیں اور مضامین تحقیقاتی شائع کیے جسکی قدر ولایت میں ہوئی مصنف کی خاص تحقیقات تھیں کہ تپ لرزہ میں ایک قسم کا بخار ہوتا ہے جو کہ موسم بہار میں کثرت سے پایا جاتا ہے اس بخار کا نام مصنف کی کتاب میں ایسٹول فیور یعنی اوٹنل فیور ہے۔ اسکا ایک خاص کیڑا ہے جس کو مصنف نے دریافت کیا۔ یہ ایک خاص کیڑا جو کہ مچھر کے ذریعے سے انسان کے خون میں داخل ہوتا ہے۔ وہ مچھر خاص قسم کا ہے جو فصل بہار میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اور ان مچھروں کے کاٹنے سے وہ کیڑا انسان کے خون میں داخل ہوتا ہے۔ اور وہ شخص بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

درد اسلام اس صدی میں بظاہر تمام دنیا کے مسلمانوں کا حال قابل افسوس اور درد انگیز ہے۔ مقابلہ اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ قبل کے زمانے میں مسلمان کیلئے تھے اور اب کیا ہیں۔ اور روز بروز حالت ابتر ہوتی جاتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا کی نعمت کی برکت و فلاح ہمارے سروں سے اٹھ گئی ہے اور خدا کی بے توجہی بڑھتی جا رہی ہے بلکہ مسلمانوں کی پیروی سے گویا خدا بے پرواہ ہو گیا۔

سبب تصنیف کتاب | مذکورہ بالا اظہار نقائص نے میرے دل میں درد اسلام

پیدا کیا اور جبکہ سبب میں مجبور ہوا کہ ایسی کتاب کی تصنیف پر اپنے تمام اوقات کو صرف کر دوں چنانچہ بفضل خدا اس کتاب کی تیاری تکمیل ہو گئی۔ اور اب اسے شائع رکھا جا رہا ہے۔

کچھ بھی درود اسلام باقی ہے فرض ہے کہ اس کتاب کو پڑھے اور دوسروں کو اسکی طرف توجہ دلائے  
 اور ترغیب دلائے کی کوشش کرے اور دینی غیر خواہونی کی فرست میں داخل ہوں شخصی کوشش  
 صرف اپنی ذات کیلئے ہوتی ہے لیکن اگر مسلمان عالم متفق ہو کر فرمانبرداری خدا تعالیٰ میں  
 ایستادہ ہوں تو توجہ باری تعالیٰ کامیابی کیساتھ انکی طرف رجوع کرتی ہے۔ مسلمانوں کی آبادی  
 ہر چار طرف دنیا کے تختہ پر کافی تعداد میں ہے۔ مگر علا مسلمانوں کی تعداد بہت کم پائی جاتی ہے  
 اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی ایمان میں فطور ہے اور اس فطور کے دفع کرنے والے خواب غفلت میں  
 سوئے ہیں اور کسی جانب سے ملک کی اس مصیبت کے دفع کی طرف توجہ نہیں ہوتی کہ اس فطور کے  
 خدشوں سے ہوشیار کریں۔ اور اسکا نتیجہ یہ پیدا ہوا ہے کہ مادیت کی طرف (میٹریزم) لوگوں کا  
 رجحان ہوتا جاتا ہے۔ مصنف کو ایسی حالت دیکھ کر احساس پیدا ہوا اور وہ خدا پر بھروسہ کر کے  
 اس کتاب کی تصنیف میں مشغول ہوا اور خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ اسکی مدد سے یہ کام انجام کو پہنچا  
 اب عام مسلمان بھائیوں سے یہ درخواست ہے کہ یہ وقت غافل رہنے کا نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں  
 عقائد میں بُرائیاں آگئی ہیں اور بھلتی جا رہی ہیں انکی روک تھام میں کوشش کی جائے۔ اور میٹریزم  
 پر حملہ کیا جائے۔ یہ کتاب دکھلائیگی کہ مسلمانوں کیلئے عام طریقہ سے جسمانی و دماغی قوتوں کے  
 نعمت میں زوال کا آغاز شروع ہو گیا ہے۔ سیو جسے مالی و دماغی تنزلی ساتھ ساتھ آ رہی ہے  
 موجودہ حالت کے زمانہ میں اگر نظر انداز کیا جائے تو ظاہر ہو گا کہ بے دینوں یا غیر مسلم کا زمانہ ویسے  
 ہی ہوتا جا رہا ہے کہ جیسا زمانہ قبل میں سچے مسلمانوں کا تھا۔ اسی لیے غیر مسلم طبقہ کا غلبہ بہت  
 بڑھتا جا رہا ہے انکو بہت ترقی ہے اور آسانی ہے انکی کوششوں میں کامیابی ہے برعکس  
 مسلمانوں کے۔ اور یہ لوگ مسلمانوں کو بہت دباتے جاتے ہیں۔ چونکہ مسلمان کمزور ہوتے جاتے  
 ہیں اور کمزوری اور نا فرمانی لینے پر دروگاہ کر کے ہے۔ بلکہ یہ کمزوری خلقی طور پر آہستہ آہستہ

بڑھتی جا رہی ہے اور غیر مسلم اس سے فائدہ اٹھاتے جاتے ہیں جو خشین اور صربانیان خدا کی جانب سے خاص طور پر مسلمین کو عطا کی گئی تھیں بسبب نافرمانی کے عین کی گئیں اور خدا سے تعالیٰ بے پرواہ ہو گیا کیونکہ وہ غنی الحَمِید ہے۔

مصنف کا ذاتی خیال ہے کہ مسلمانوں میں جو جہ نافرمانی پروردگار کے نسلوں کی دماغی قوت میں بھی تنزلی آتی جا رہی ہے۔ کیونکہ خدا ممتور ہے رحم مادر کے اندر۔

**اغراض کتاب** | مصنف عرش بزرگ کی طرف ہاتھ اٹھا کر اقرار کرتا ہے کہ خالص نیت اس کتاب کے تصنیف کی صحت تبلیغ ہے جس سے حکم خدا ادا ہو۔ یہ حکم سورہ آل عمران رکوع دس میں ہے۔

**مطلب قرآن** | «البتہ تم میں سے چاہیے کہ جماعت کو دعوت دیتا ہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتا ہے اچھے کام کرنے کو۔ اور منع کرتا ہے بُرے کام کے کرنے کو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ ذَكَرَ إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ  
اُس سے بہتر کس کی بات ہے جو کہ دین حق کی بات کو بولے اور نیک کام کرے اور خدا کی فرمانبرداری کی طرف لوگوں کو بلائے اور کہے بیشک ہم مسلمان فرمانبردار بندہ خدا ہیں۔

یہ کتاب دکھلاتی ہے بُرے اعمال کو جنہیں مسلمان چھپنے ہوئے ہیں یعنی حق کا اظہار کیا جاتا ہے۔ وَتَوَكَّلُوا بِالْحَقِّ۔ اور خدا کا حکم ہے کہ حق بات کے ظاہر کریمین بشرانہ میں چاہئے لَا يَكْتُمُونَ الْحَقَّ۔ نہایت دردناک زمانہ اسلام کا بلکہ آہ وادایا کا وقت آگیا ہے۔

اس زمانہ میں اسلامی جذبات یعنی آپ کے اتحاد و اتفاق و اخلاق و مذہبی اعتقاد و تہذیب و معاشرت و اسلامی تمدن مسلمانوں کے لیے بے رحمی سے ہلکے جان کنی کی جست میں ہے۔

گویا نام کے مسلمان اور کام کے کافر بنے جاتے ہیں اصول اسلام سے کنارہ کش ہیں۔  
 یہ کتاب خاص کر ان موجودہ اسلامی نسلوں کیلئے جنہیں بچپن سے تعلیم غیر مذہبی زبان  
 میں ہوئی ہے یا کثرت سے پھیلتی جاتی ہے۔ اور مذہبی تعلیم کی طرف سے بالکل غفلت ہے۔ اور محبت  
 بھی غیر مذہبی لوگوں کی ہے اور انہیں وجوہات سے مذہبی ہوا اٹھڑتی جا رہی ہے اور اثر  
 خراب پیدا ہو رہا ہے اسی لیے مذہبی عقائد میں گھٹن لگتا جا رہا ہے اب وقت آگیا کہ  
 اس متعدی بیماری کی روک تھام کی جائے اور اسید کیجاتی ہے کہ شاید یہ کتاب مفید ثابت ہو  
 بالفعل اس کتاب کی زبان اردو عام لکھی جاتی ہے یعنی روزمرہ کی بول چال ہے  
 کم استعداد لوگ بھی خاص کر مستورات سمجھیں اور ذہن نشین کریں تاکہ عمل کے وقت یاد آئے  
 اس کتاب کی اغراض میں ایک بڑا مطلب مخالفت کرنے کا ہے۔ ان انگریزی تصانیف سے  
 جنہیں غیر اسلامی عقائد بیان کیے گئے ہیں مثلاً تذکرہ کیا جاتا ہے کہ ایک مسلمان نے اپنی  
 تصنیف میں تصنع کیا ہے یعنی قرآن مجید الہامی کتاب نہیں ہے بلکہ تصنیف کردہ پیغمبر  
 محمد صلعم ہے یہ اظہار مذہبی کا ہے خدا نے فرمایا ہے: **أَنزَلْنَاهُ حُكْمًا وَعَرَبِيًّا وَهُدًى**  
**وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔ اِنلِ مَا اَوْحٰی مِنَ الْكِتَابِ۔** اسی کتاب کو نوجوان انگریزی  
 تعلیم یافتہ پڑھتے ہیں اور ان کے عقائد ضرور خراب ہوتے ہیں خاص کر جو دین سے نادانیت  
 ہیں۔ یہ کتاب اردو زبان میں شائع کی جاتی ہے۔ چونکہ احکامات الہی زبان عربی ہیں  
 انکو اسی زبان میں رہنا چاہیے۔ ایسا چھاپا خانہ جس میں انگریزی و عربی دونوں شامل ہوں  
 اس ملک میں نہیں ہے اسکے شائع کرنے کیلئے زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہے اس واسطے  
 موجودہ حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے ملتوی رکھا گیا۔

درخواست | مصنف خواستگار ہے ان حضرات کی مہربانی کا جن کو عادت عیب جی و



نکتہ چینی کی ہے۔ یہ بیماری بکثرت کم اور اس بُرے فعل کے نتیجہ کا احساس نہیں ہے بلکہ بلا احساس سرزد ہوتا رہتا ہے بُرے کام کا نتیجہ بُرا پیدا ہوتا ہے دونوں کے لیے اس عادت کو خدائے تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۷۔

لے نبی! انہما نفس کر دو گون کو کہ ابھی باتیں بولیں کہیں | وَقُلْ لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّذِي هُوَ أَحْسَنُ  
(یعنی غیبت۔ عیب جوئی۔ نکتہ چینی۔ کسی کی بُرائی نہ کرو) | إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ خُطْرًا  
بیشک شیطان انسان کے آپس میں لڑائی لڑواتا ہے بیشک | الشَّيْطَانُ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا  
شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ | مُبِينًا

اس زمانہ میں ہر چار طرف کے مسلمانوں میں اس کلام الہی کی تصدیق ہوتی ہے مسلمان بھائیو! امید کی جاتی ہے کہ یہ کتاب اس پنجاسٹ کے دھبہ سے پاک رکھی جائے اس کتاب کا نصب العین قرآن ہے اور قرآن کے متعلق کی حدیثیں۔ آپؐ سے درخواست ہے کہ شریعت کی تبلیغ کو درمیان مسلمانوں کے اپنا فرض منصبی سمجھیں تاکہ مسلمان راہِ راست پر آئیں۔

یہ کتاب دکھلاتی ہے بہتیرے رواج جو کہ حق کے ساتھ ملائیے گئے ہیں اور نامزد کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب صرف دفعات قانون ربانی کو اور اس زمانہ کی بد اعمالی کو جو کہ مروج ہو رہا ہے مطابقت کر کے دکھلاتی ہے جن سے حق کی صداقت میں رخنہ پڑ رہا ہے (یعنی خلاف شریعت) بیشک ہم لوگ مسلمان مظلوم ہو رہے ہیں۔ ہر چار طرف سے غیر مسلم کا غلبہ ہے چونکہ ہم لوگ کمزور ہو گئے ہیں شاید خدا کو یہی منظور ہے۔ خدا کی آزمائش ہر زمانہ میں ہوتی ہے۔ ظاہر مسلمان کمزور نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ مگر بد اعمالی کی وجہ سے خدا نے اپنی آزمائش میں غیر مسلم کو غالب بنالیا ہے۔ خدا اس نے

کہا ہے۔ فِئْتَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۔ آرماتے ہیں کافر کے ذریعے سے عینہ غالب بنا کر۔  
 ناظرین سے التجا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھیں۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ  
 الظَّالِمِينَ ۝ نَحْنُ نَحْمِلُ خَطَايَاكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ اِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ  
 (وَالْمُشْرِكِينَ) کَاثِرًا لَّكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا

**ضرورت ایسی کتاب کی** زمانہ حال کے ایک مایوس روشن خیال نے کہا کہ قرآن  
 میں ترغیب ہے اور دھمکی ہے۔ یہ اس زمانہ کے لوگوں کیلئے ہے جس زمانہ میں یہ کتاب  
 نازل ہوئی۔ کیونکہ اسوقت تہذیب و اخلاق انسانی لا معلوم تھے اب قانون ربانی میں  
 ترمیم کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس زمانہ کی تہذیب کے مطابق موافقت نہیں ہوتی۔ جس زمانہ  
 میں یہ قانون نازل ہوا اس زمانہ کے مناسب حال تھا۔ اسی لیے خدا کی مہربانی ظہور  
 میں آئی۔ چونکہ خدا کو منظور تھا کہ اسلام پھیلاوے مگر اس زمانہ میں اسلام کا جھنڈا  
 کثرت سے لوگ ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں۔ مگر کوئی مہربانی خاص مسلمانوں کی طرف ظہور  
 میں نہیں آتی ہے۔ بلکہ برعکس ہے۔ اسلئے یہ کتاب قانون کی اب پُرانی ہو گئی اور  
 اس میں ترمیم کی ضرورت ہے۔

مصنف کو افسوس ہوا اور معلوم ہوتا ہے ایسا خیال عام اس گروہ کے لوگوں میں  
 پھیلتا جا رہا ہے۔ یہ لوگ بالکل ظاہری دنیا کی راحت کو دیکھتے ہیں۔ اسبوجہ سے اس  
 کتاب کی بنیاد ڈالی گئی تاکہ غلط فہمی کو دور کرے۔ سرسبز لوگوں کا تصور ہے۔ اور یہ  
 کتاب بے نقص اور قصور کو دکھلاتی ہے۔ بیشک یہ لوگ اپنے کو مقابلہ میں دیکھتے ہیں  
 ان کے ساتھ جن کو خدا نے ڈھیل دی ہے۔ دنیاوی کامیابی اور لذت سے۔ یہ لوگ  
 اصل دینے والے کو بھولے ہوئے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے سورہ سبأ رکوع ۵۵ میں

فرمایا ہے: "اگر اللہ آدمیوں سے ان کی بد اعمالیوں کا بدلہ لینا شروع کرے تو دسے زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہے مگر وقت مقررہ تک مہلت دی ہے۔"

مفسر مسلمان بھائیوں کی مہربانی کا خواستگار ہے۔ ایمان کو مضبوط قائم رکھنے کیلئے جتنی زیادہ تصنیفات یعنی مختلف کتابیں دنیا کی نظریات سے گزرین اُس شخص کیلئے بہتر ہے اور اُس کا ایمان مستحکم طور پر پکھرا رہتا ہے اسلئے یہ کتاب بردران دین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ دست بستہ التجا ہے کہ کوئی کتاب دین کی مثل قصہ کے نہ پڑھی جائے بلکہ اس طرح مطالعہ کیا جائے کہ عمل کے وقت یاد آئے یہ میری نصیحت ہے۔

یہ کتاب پاک ہے ہر قسم کے تعصبانہ پیرویوں سے اور آزاد رکھا گیا ہے بحث سے کسی اسلامی فرقہ کے خاص عقائد و اعتراضات سے اور یہ صرف اصل اصول کی بنیاد پر نظر انداز کیا گیا ہے لا اِلهَ اِلاَّ اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کِتَابُ اَنْزَلْنَاهُ مَبَارَكًا عَلٰی قَائِمٍ عَلٰی كُلِّ نَفْسٍ یَّهْتَاکِسَبَتْ۔ اللہ دنیا کے کل نفوس کو اُنکے عمل پر قائم رکھے ہوئے ہے۔

خادم النبیین

ڈاکٹر سید محمد وارث۔ ایم ڈی۔ (ایڈیٹر)

بیت الوارث

پٹنہ

باب اول

تنزل اسلام

بوجه امراض باطنی

و

اصلاح امراض



# اصول اسلام

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ابتدا میں دنیا نہ تھی تمام پانی تھا (تحقیقات سائنس سے بھی یہی ظاہر ہے) صرف خدا عرش پر ساتھ شکر فرشتوں کے جلوہ گر تھا۔ خدا نے عرش کو بلندی پر اٹھا لیا اور دنیا کو چھ دن میں متائم کیا یعنی زمین و آسمان۔ آسمان صرف اونچائی کا دھوان ہے جس کے ساتھ طبقے ہیں۔ پھر زمین و آسمان کے اندرونی اشیاء کو بنایا۔ سورہ ق ۴۷ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ بیشک بنایا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے چھ دن میں بعد اس کے دنیا کو آباد کیا۔

حضرت آدم کا پتلا (اندرونی مشینری) یعنی اعضا کے ساتھ تیار ہوا اس میں زندگی ڈالی گئی فَخَفَعْتُ فِيهِ مِنْ رُوْحِي حضرت آدم نے روحانی زندگی حاصل کی۔ خدائے تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا حضرت آدم کو سجدہ کرو۔ سب فرشتوں نے تعمیل حکم کی۔ مگر ایک فرشتہ نے حکم کو نہ مانا جس کو ابلیس کے ساتھ موسوم کیا گیا۔ بوجہ نافرمانی کے وہ راندہ بارگاہ الہی ہوا۔ اس نے اجازت اپنی بقا کی مانگی اور کہا کہ دنیا میں رہنے سے تو میں تیرے بندوں کو ہٹا کر تیرا فرمان بناؤں۔ خدا تعالیٰ نے

اجازت دیدی۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا جو بندے پلید ہونگے وہ تیرے بہکانے میں آدین گے۔ لیکن میرے نیک بندوں پر تیرے بہکانے کا کچھ اثر نہ ہوگا۔  
 خدا کا لشکر غیب میں فرشتوں کا ہے جو کہ کا تبہ اور نیک عمل کراتے ہیں۔  
 دوسرا لشکر خدا کا شیطان ہے وہ بد عمل کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ شیطان کا پہلا کام بہکانے کا حضرت آدم سے شروع ہوا۔

ناظرین ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو

**دُعا** اے خدا! جبکہ اتنا بڑا تیرا پیغمبر جس کے ساتھ تیری خاص رحمت ہے وہ شیطان کے بہکانے میں آگیا۔ تب لاچار و بکیں انسان جس کو کمزور بنا یا ہے اور کوئی تیرا نائب رہنمائی کے لیے نہیں ہے سوائے انسان کا نفس عقل اور تیرا دقیق ہدایت نامہ جو کہ عام طریقے سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ تب پھر انسان شیطان کے بہکانے میں مین کیونکر نہیں آسکتا ہے۔ اور پھر کیونکر تیرا قصور وار نہیں ہو سکتا ہے۔ حضرت آدم کے قصور کو معاف کیا اور دنیا کی سرداری دی۔ اے خدا تو منصف ہے تیرے انصاف میں ذرا فرق نہیں آتا ہے۔ اس لیے مناجات ہے کہ مسلمانوں کیلئے منصفانہ حکم دنیا کی بھلائی کیلئے صادر کر۔ اور شیطان ترغیب سے بچا۔ تو بڑا مہربان ہو اس لیے امید کی جاتی ہے کہ تو مہربانی کرے گا۔ اَنْتَ خَيْرُ النَّاسِ حَيِّوْنَ۔

اے خدا! تیرا خالص یا د کرنے والا بندہ دنیا کے غیر محدود پانی میں ڈوب

رہا ہے اور کوئی بچانے والا اس زمانہ میں نہیں ہے۔ سولے تیرے اور تو دیکھ رہا ہے (کَانَ رَبِّكَ بَصِيْرًا) کیا تیرا منشا ہے کہ تیرے خالص یا د کرنے والے کی جماعت ڈوب جائے اور کوئی تیرا نام لیوا دین پر باقی نہ رہے تو

غفور الرحیم ہے۔ امین۔

حضرت آدم دنیا میں مقیم کر دیے گئے اور انھوں نے دنیا کو آباد کیا۔ حضرت آدم کا وجود دنیا ثابت کرتی ہے خدا سے تعالیٰ کی زبردست قوت و صاحب اختیار امور اور غیب کو۔ خدا کے اُن اوصاف کی وجہ سے جو کہ آدم کو عطا کیے جنھوں نے دنیا کو نسلوں سے آباد کیا۔ کوئی دوسری قوت ایسی نہیں ہے جو کہ ابتدا کرے انسان کی جسمانی کل یعنی مشینری کو جو کہ اس وقت تک چل رہی ہے۔ لیکن بجز خدا۔ جو فلسفی اسکا منکر ہے اُس کے دماغ کو سائنس کا کیرٹھ اکھا گیا ہے جس سے حق کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اسی کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے سورہ اعراف رکوع ۷۱ میں۔

بہت جلد ہم اپنی آیتوں کے سمجھنے سے باز رکھیں گے  
اُن کو جو کہ ناحق تکبر کرتے ہیں دنیا میں۔ اگر خدا کی  
کل نشانیوں کو بھی دیکھیں تب بھی انہیں یقین نہیں  
کرینگے اور اگر دیکھیں راہ راستی کی تو اُسے اختیار  
نہیں کرینگے اور اگر راہ گمراہی کی دیکھیں تو اسے  
پکڑ لینگے۔ یہ پھل ہوا دل اس سے ہوا کہ انھوں نے  
ہماری نشانیاں کو نہیں مانا اور وہ لا پرواہ اور  
غافل ہو گئے۔

خدا نے تعالیٰ دنیا کی آبادی کی ضرورت کو جانتا تھا۔ یعنی انسان کی طبیعت جو کہ  
دماغی قوت سے پیدا ہوتی ہے اسکے لیے تربیت کی ضرورت تھی۔ تربیت بغیر رہنمائی کے  
حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ اور اسی ترتیب کی آراستگی کیلئے مذہب کو قائم کیا

تاکہ حق کو پہچانے اور سیدھی راہ پر اپنی رفتار کو رکھے اسی کیلئے مذہب اسلام ہے جو کہ خدا کو پسند ہے اور یہی دین اسلام انلی ہے فُطِرَتِ الْاَلٰہِیُّ فُطْرَ الْاِنْسَانِ عَلَیْہِا خدا نے اپنے بنائے ہوئے دین اسلام کے مطابق پیدا کیا انسان کو۔ سورہ دوم رکوع ۲۔

دین اسلام سکھاتا ہے ظاہری و باطنی قوتوں کی نعمت کا استعمال۔ سیدھی راہ اسی راہ پر چلنے سے اعمال و افعال ایسے ہوتے ہیں کہ جسوقت سامنا خداوند عالم کا ہوگا تو صلح و درست پایا جائے گا۔

خدا نے تقائے انسان کے دماغ میں قوت فہم دی ہے جس قوت کے ذریعہ سے جو اشتیا آسمان و زمین کے درمیان میں پوشیدہ ہیں ظہور میں لایا جاتا ہے یہ قوت ہر فرد و بشر میں جداگاتہ اور متفرق طور پر عطا کی گئی ہے ان ہی قوتوں کی وجہ سے اسقدر بھلائی ان و بُرائیاں و ناحق و خونی زبان ہر جہاں طرف دنیا کے واقع ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔

**مذہب** | حق کی راہ پکڑنے کیلئے مذہب کا بیج ڈالا۔ یہ حضرت آدم کے بیٹوں نے بویا۔ جسوقت مذہب کا درخت اُگا اور درخت کا جسم بنا تو مختلف شاخیں نکلیں شروع ہوئیں۔ جیسے جیسے دنیا کا زمانہ گزرتا گیا ویسے ویسے مذہب کے درخت میں نئی نئی شاخیں پیدا ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ بہت بڑی بڑی شاخیں قائم ہو گئیں۔ درخت تو سایہ دار ہو گیا مگر اس کی جڑ و پتوں میں کیڑے لگتے گئے اور ان کو کھاتے گئے اور گرتے گئے۔ اور جو شاخیں باقی ہیں وہ بھی کسی زمانہ میں سوکھ جائیں گی۔ سایہ غائب ہو جائیگا۔ صرف تنہ درخت رہ جائے گا۔ یہ کیڑا جو کہ پتوں اور شاخوں کو کھاتا



جاتا ہے وہ قوت دماغ ہے یعنی قوت عقلیہ۔ یا میٹریلزم۔ اس میٹریلزم کا زمانہ شروع ہو گیا ہے۔ صاحبان حق پسند کے خیال میں ہی زمانہ دجالی ہو گا اُس زمانہ کے آنے کا شروعات پیش نظر ہیں۔ ازلی مذہب کی طرف سے توجہ اٹھتی جاتی ہے۔ خداے تعالیٰ نے فرمایا ہے سوزہ انبیاء کو رعیت۔

إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً  
وَاحِدَةً وَآنَا نُبْكُمُ  
فَاعْبُدُونِ وَتَقَطَّعُوا  
أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلُّ  
إِلَٰهِنَا  
رَاجِعُونَ

یہ سب لوگ خدا کی وحدانیت کے ماننے والے  
گردہ ہی سے ہیں۔ اور میں تمہارا رب ہوں۔ پس  
میری عبادت و اطاعت کرو۔ اور لوگوں نے آپس  
میں اپنے دین کو کاٹ ڈالا۔ یعنی نئے مذہب پیدا  
کر لیے ہیں۔ تاہم سب لوگوں کو ہمارے ہی پاس  
واپس آنا ہے۔

موجودہ حالت مذہب کی بالکل مطابقت کرتی ہے اس کلام الہی سے اصل اصول  
اسلام غائب ہوتا جاتا ہے اور فروعات مرغوب ہوتا ہے۔ مختصر اور مثالاً یہ ہے۔ خدا نے  
کتنے نبی اور کتابیں بھیجیں اس واسطے نہیں کہ ہر امت کو جدا جدا راہ مذہب کی بتا دے  
بلکہ سب پیغمبروں کی امت ایک ہی راہ یکمین اور اُس پر قائم رہیں۔ جب امت راہ سے  
ہٹے تو دوسرے پیغمبر آئے جب قانون کی کتاب کو بگاڑ دیا تب دوسری کتاب آئی۔ اسی  
ایک راہ پر قائم رکھنے کیلئے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے صحت ایک بیمار یاں بکثرت  
ہیں جب ایک مرض میں مبتلا ہوا تب اُسی کے مطابق دوا دی گئی اور پرہیز بتایا گیا جب دوسرا  
مرض پیدا ہوا تب دوسری دوا پرہیز بتائی گئی۔ اب کتاب قرآن مرض سے بچاتا اور  
اچھا کرتا ہے۔

**مذہب اسلام** | مذہب اسلام سکھاتا ہے ایمان کو۔ مذہب کے درخت کا تنہ و حبسٹ ایمان ہے۔ وہ سکھاتا ہے وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ۔ اس درخت کے واحد تنہ میں گودا نور ایمان کا موجود ہے جو کہ چمکتا ہے نور ایمان سے اور اس کے ملحقین کا سینہ گونجتا ہے اس آواز سے لَا يُشْرِكُ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدٌ اور وہ اس کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ قُرْآنٌ ذِكْرٌ مُبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ اس صدا کے کہنے دلے ایک کتاب اور ایک نبی کے پیروہین جن کو خدا ملے تمائے نے خطاب مومنین کا دیا۔ مگر جو جب اختلافات کے چھوٹے چھوٹے مادیات کی گودا ہل درخت کے گود میں نکل آئے ہیں اور جو چیز کے ہل گود کمزور بن رہی ہے اور کمزوری نشانی زوال کی ہے۔ جتنے اختلافات اور فرقہ بندیان اسلام میں قائم ہوئیں وہ سب بعد نبی آخر الزمان کے افسوس کا مقام ہے کہ ہر فرقہ کے رہنمائے نتیجہ پر غور نہیں کیا اور اپنی نفسانیت کو دخل دیا۔ یعنی منطقی دلائل کی وجہ سے فرقہ بندی مسلمانوں میں قائم ہو گئی۔ اور اسلامی محبت جس کی مدد سے آنحضرت صلعم نے اسلام کو قائم کیا وہ غائب ہو گئی۔ یہی باعث زوال فرق اسلام کا ہے۔

**نبی و ہدایت نامہ** | رب العالمین نے ایک ہی مذہب تمام جہان کیلئے بنایا ہے کَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ظاہر ہے کہ سب لوگ ایک ہی دین و مذہب کے بیج سے پیدا ہوئے۔ یعنی آدم اور ان کی اولاد بعد اسکے دین میں اختلاف پیدا کیا اسکے دفع کرنے کیلئے پیغمبر ساتھ کتاب و قانون کے بھیجے گئے۔

یعنی بوقت پیدائش ہر شخص سے پروردگار وعدہ لے لیتا ہے اپنی وحدانیت اور وجود کا۔ جبکہ تمام جہان کیلئے ایک ہی مذہب قائم کیا۔ تب ایک نبی اور ایک قانون

ہونا چاہیے بندوں کیلئے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ منتخب کر کے  
جس کا لقب نبی ہے دنیا میں مقرر کیا ہے اللہ مصلیٰ مطلق من اللہ عکۃ رسولاً و من اللہ الناس  
خدا تعالیٰ نے اسی نبی کے ہاتھ سے کتاب قانونِ عمل کیلئے بندوں کو عنایت کی۔ اور اپنا  
پیغام اسکے ذریعہ بندوں کو پہنچایا جتنی عبادِ حق اِتی انا الغفور الرحیم۔  
اسے نبی! پیغام دیدے بندوں کو ہم بیشک بخشش دینے والے اور رحم کرنے والے ہیں یہ  
پیغام کس کیلئے ہے۔ فرمانبردار و مطیع مومنین کیلئے ہے۔ نافرمان کیلئے نہیں ہے لیکن  
جس وقت فرمانبردار ہو جائیگا تو بھی وہ اس فرمان کا مستحق ہو جائیگا۔ جتنے نبی ظہور میں آئے  
بتدریج اپنے زمانہ کے لوگوں کو محاسن اسلام سکھاتے گئے اور کھانے میں ہر نبی نے ہر  
قسم کی ایذا و تکلیفات کو صبر سے برداشت کیا۔ جنہوں نے نبی کا کھانا مانا وہ گروہِ مسلمین میں  
داخل ہوئے اور یہی تاقیامت رہیگا۔ مگر اس گروہ میں کمی ہوتی جائے گی جس کے آثار  
ظاہر ہو رہے ہیں۔

**کتاب** | ہر نبی کو ایک کتاب قانون کی جو کہ ہدایت و رہنمائی راہِ راست کے  
واسطے ہے دی گئی۔ یہ ہدایت نامہ بذریعہ فرشتہ اور وحی کے ملتا کہ وہ بند و نکو طرہائیں سکھائیں  
اور اس پر عمل کرائیں۔ اور اسکی ہدایت سیدھی راہ پر رہنمائی کریں۔ یہ کتاب مختلف نبیوں کو  
مختلف حجم میں ملی۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا اور دنیا کا پھیلاؤ بڑھتا گیا ویسا ویسا  
حجم کتاب کا بھی بڑھتا گیا۔ یعنی سیکو صرف وہی ورق کا ہدایت نامہ ملا پھر اوراق  
بڑھتے گئے۔ حضرت ابراہیم سے صحیفہ شروع ہوا پھر یکے بعد دیگرے کتب آئے  
آخر میں قرآن سب سے بڑے حجم میں آیا۔ چونکہ دنیاوی اخلاق و تہذیب زیادہ بڑھ گئی  
تھی اسلئے ہدایتوں کی زیادہ ضرورت ہوئی۔

**قیامت** دنیا دار القیام نہیں ہے۔ اس کو ایک دن فنا ہونا ہے۔ دنیا کے اختتام کے بعد آخرت ہے۔ اسی کو قیامت یا روز حساب کہتے ہیں۔ جس کے ڈر اور خوف کیلئے خدا نے فرمایا ہے وہ وقت بہت ہولناک وقت ہوگا۔ ہر شخص کو اس دن کالیقین کے ساتھ خوف رکھنا چاہیے۔ وہ دن واقع ہونے والا ضرور ہے۔ جس کو خدا نے اور ہر نبی نے بار بار مختلف طریقوں پر اصلیت کو بیان کر کے ڈرایا۔ اس ہولناک دن کیلئے ہر مسلمان کو تیار رہنا اور تیاری کرنا ضروری ہے۔ وہی دن خدا نے تعالیٰ کے سامنے ہونے کا ہے۔ اور اپنے اعمال دنیاوی کا حساب سمجھانا ہے۔ اور اس کا بدلہ لینا ہے۔ لَكُمْ مِيعَاتُ يَوْمِكُمْ هَٰذَا تَنْتَظِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقِيمُونَ تمہارے لیے ایک دن مقرر کیا ہوا ہے جب وہ آہونچے گا نہ ایک گھڑی کی تاخیر ہوگی اور نہ ایک گھڑی کی تقدیم ہوگی۔

اُس کے آنے کا دن قیامت اُسکی تاریخ کی کسی کو اطلاع نہیں دی گئی ہے جیسا انسان کو انتہائی زندگی کی اطلاع نہیں ہے۔ یعنی موت لاعلمی میں آتی ہے جو کہ حکمت سے خالی نہیں ہے۔ ویسے ہی قیامت بھی اچانک قائم ہوگی۔ قیامت کے دن جتنے بندے دنیا میں پیدا کیے گئے ہیں وہ زندہ کیے جائیں گے تاکہ ملک الحق کے سامنے ساتھ اعمال نامے کے پیش ہوں۔ جو کچھ دنیا میں کیا ہے وہ سب اعمال نامے میں لکھا ہوا ہوگا۔ اور گواہ ہر شخص کا اپنی ذات یعنی اپنے ہی کل اعضا ہوں گے۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَسَا  
یَصِفُّوْنَ ۝ لَا یَسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ

بیشک پاک خداوند ہے کہ مالک عرش ہے  
اُس صفت سے جو کہ لوگ بیان کرتے ہیں (شکر)

خدا سے حساب لینے والا کوئی نہیں ہے اور وہ

وَهُوَ لَیْسَ بِمَعْلُومٍ

(سورہ انبیاء رکوع ۵)

حساب لے گا۔

کس چیز کا حساب لے گا۔ جو کہ خدا کا عطیہ ہے۔ خدا نے تعالیٰ نے بے انتہا نعمتیں دنیا میں عطا کی ہیں۔ اور ایک دستور العمل اور استاد تعلیم کے لیے حوالہ کیا۔ اور اطلاع دیدی اور آگاہ کر دیا بندوں کو کہ ایک دن امتحان کا مقرر ہے اور آزادی ان نعمتوں کے استعمال کی دیدی۔ خدا کے نعمت یافتہ بندے مختلف درجوں پر ہیں۔ ان ہی نعمتوں پر امتحان ہوگا۔ کہ کیسا استعمال کیا آیا یہ بموجب حکم خدا ہے یا مہلکبت شیطان۔ سورہ انعام رکوع ۵۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ

خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ

فَوْقَ بَعْضٍ

دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ

فِي مَا آتَاكُمْ

إِنَّ رَبَّكَ

سَرِيعُ الْعِقَابِ

وَاللَّهُ

كَغَفُورٍ

رَحِيمٍ

خدا نے تعالیٰ نے تم کو دنیا میں خلیفہ بنایا اور

تم میں سے ایک کا درجہ دوسرے پر بلند کیا تاکہ

دی ہوئی نعمتوں کا امتحان کرے (یعنی امراء

سے شکر گزاری اور غریبوں سے صبر و توکل کا

امتحان لے۔ اور علماء کی اجتہاد و تحقیق و تبلیغ

میں آزمائش کرے۔ جو شخص جس حال میں ہے

اسی حال میں مستحق مگر خدا کی حالت سے

غافل نہیں ہے) تیرا رب جلد عذاب کریگا ناشکروں

اور بے صبروں پر۔ اور تحقیق کہ وہی اللہ مہربان اور

بخشش کرنے والا شکر گزاروں اور صبر

کرنے والوں کا ہے۔

دنیا کی ہستی کا اختتام جلد ہونے والا ہے۔ دماغ کے جولانیت تیزی سے مادیت کی طرف ہوتی جا رہی ہے اور وجود خالق کی طرف غفلت ہوتی جا رہی ہے۔ خدائے تعالیٰ اس کو کیونکر برداشت کر سکتا ہے۔ دنیا کی گزشتہ حالتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جتنی قومیں خدا کے عذاب سے فنا ہو گئیں وہ منکر تھیں اور جو قومیں خدا کو پہچانتی تھیں مگر شرک و کفر کرتی تھیں۔ ان کو خدا نے عذاب سے فنا نہیں کر دیا۔ مگر ان کی درستی کر دی۔ اور جو موجود ہیں بروہا حشر نتیجہ کو بھگتیں گی۔

قیامت مثل موجودہ دنیا کے نہیں ہوگی اس کی مشابہت دماغی قوت یا عقلی دلائل سے دریافت نہیں ہو سکتی۔ جہاں تک معلومات اس کے بارے میں ہیں الہامی کتابوں سے اور نبیوں کی زبان سے معلوم ہوا ہے کہ قیامت میں نہ آسمان ہوگا اور نہ زمین ہوگی اور نہ پانی ہوگا اور نہ ہوا ہوگی۔ تب پھر کس شکل کا مقام ہوگا۔ اس کی تصویر نہیں بنائی جاسکتی۔ انسان کو اس کے وقوع کی اطلاع مختصر طور پر دی گئی ہے اسی پر یقین کرنا ضروری و لازمی ہے۔ اس میں دوزخ و بہشت اصلی رکن ہیں۔ دوزخ آتش خانہ ہے اور بہشت عیش خانہ ہے۔ تب پھر کس چیز پر واقع ہے خدائے تعالیٰ نے حکم دیا ہے امورات دین پر غور کرنے کیلئے (يَتَفَكَّرُونَ) قبل میں دنیا نہ تھی۔ صرف پانی تھا اور عرش عطا دیسے ہی خیال کیا جاتا ہے کہ بعوض آسمان عرش ہوگا۔ اُس پر خدا ہوگا۔ اور زمین کے عوض میں بہشت اور دوزخ ہوگی اور ان کے مدارج ہوں گے۔ چونکہ خدا کسی مادی چیز سے نہیں بنا ہے اور صرف زبردست قوت سے وہ قوت

سارے عرش کو گھیرے ہوئے ہے اسی پر سے فیصلہ لوگوں کے حشر کا کرے گا۔

سائنس والے لوگ یعنی میٹریلیزم کے یقین کر سنے والے ہستی قیامت پر شک کرتے ہیں۔ اُن لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی کوئی ہستی نہیں ہے۔ دنیا مثل مشینری یعنی کل کے ہمیشہ چلتی رہے گی۔ خدا نے صرف اخلاق کو درست رکھنے کیلئے ایک الہامی دہشت دلائی ہے۔ تاکہ اس کے خوف سے لوگ نیک چلیں پرہیز۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا وعدہ الہامی کتابوں میں قیامت کے آنے کا سچا نہیں ہے۔ اس لیے قیامت کی اہمیت میں شک ہے لے خدا پناہ دے اس خیال سے! ناظرین کہو۔ مَعَاذَ اللَّهِ! شَرَّ مَا يَكُونُ مَشْوَاعِي! إِنَّكَ لَا يَفْعِلُكَ الظَّالِمُونَ۔ قیامت کے واقع ہونے کی طرف سے لاپرواہی کا خیال لوگوں کا تعداد میں زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اس ہونا ک وقت کا خوف دل سے غائب ہو رہا ہے۔ یہ موجودہ افعال و حرکات سے غافل ہوتا ہے۔ دل میں اس کا خوف ہے یا نہیں اس کا علم خدا کو ہے۔ اَللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي لُحُوظِ قُور۔

اب دنیا کی ہستی کا خاتمہ عہد آنے والا ہے۔ نبی آخر الزمان ہو گئے۔ اور کوئی نبی نیا آئے والا نہیں ہے۔ خدا نے تقاضے سے تبر قیامت کے جہلہ آنے کی دیدی ہے۔ اب انسان کے دماغ کی جولانیت ایسی ہوتی جا رہی ہے کہ ہستی خالق یا پروردگار کے اعتقاد کی طرف سے بھی بے ادبی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ اس زمانہ میں جو کچھ باتیں وقوع میں آتی ہیں وہ میٹریلیزم یعنی

مادیت کی وجہ سے آجاتی ہے۔ مادیت کیا شے ہے۔ بلاغیہ امداد کے جسمانی و دماغی  
 قوت کے قدرت کی نشانی ہے۔ دنیا میں جو کچھ حال ہے یا ہوتا ہے اس مادیت کے  
 زور سے ہوتا ہے۔ مغربی اطراف کے لوگوں میں اعتقاد کا دوران ایسا ہی ہو رہا ہے  
 رب العالمین کیونکر پسند کر سکتا ہے۔ چونکہ خدا "حلیم" ہے اس لیے بالفعل  
 ناشکری و نافرمانی و بے ادبی کو برداشت کر رہا ہے۔ ماسواء اس کے جتنے  
 امور و حالات دنیا کے قبل وقوع کے دفتر الہی میں درج ہیں ان کا وقت مقرر  
 ہے۔ لہذا کتاب مَعْلُوم سب باتیں لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں خدا نے اپنے  
 حبیب نبی کو اطلاع دی اِنَّمَا نَعُدُّ لَكُمْ عَتَا یعنی ہم اُن کے لیے روز قیامت کے  
 آنے کے دن گن رہے ہیں۔ بالفعل مہلت دیے ہوئے ہے۔ اطلاع دی کہ قبل  
 وقوع قیامت کے دُجَال کا ظہور ہوگا۔ وہ دعوائے خدائی کا کرے گا کرامات و معجزات  
 کو دکھلا کر۔ ایک کرامت یہ ہوگی کہ مردہ کو زندہ کرے گا اور اس کو لوگ خدا  
 ماننے لگیں گے۔ اس میں کوئی تعجب نہیں ہے۔ علم سائنس کی ترقی مثل گھوڑ دوڑ کے  
 ہو رہی ہے۔ اسی سائنس کے زور سے جہلا کو دکھلا کر اپنا پیر و بنائے گا۔ جہالت  
 بھی بڑھتی جاتی ہے۔ جب کوئی غیر معمولی بات واقع ہوتی ہے تو جہلا اس پر اعتقاد  
 کرنے لگتے ہیں۔ ایک مثال پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے علم سائنس کی ترقی اس قدر  
 بڑھ گئی ہے کہ اس زمانہ کی تحقیقات اور اس کے محقق کا دعوائے ہے کہ اُشی  
 برس کی عمر کا انسان پچیس برس سن کا آدمی بن جاتا ہے۔ اگر بندر کے غدو سے  
 علاج کیا جائے تو اور زمانہ زندگی کا بڑھ جائے گا۔ یہ بالکل خدا کے حکم کے  
 برخلاف ہے۔ حکم خدا۔



وَمَا يُعَلِّمُوهُم مِّنْ مَّعْمُورٍ وَلَا يَنْقُصُ  
مِنْ عُمْرِهِمُ إِلَّا فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ  
عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ

اور زمین عمر دی جاتی کسی بڑی عمر اور نہ  
کم کی جاتی ہے اس کی عمر جو کہ کتاب میں لکھی ہوئی  
ہے (یعنی کسی و زیادتی عمر کی کتاب میں لکھی ہوئی

سورہ غافر رکوع ۵۱

ہے) یہ سب باتیں خدا پر آسان ہیں۔

خدا نے موت کے دن مقرر کر دیے ہیں۔ مگر محققین کا دعویٰ ہے کہ جب تک  
انسانی مشین درستگی میں رہے گی تب تک موت رُک جی رہے گی۔ یہ بھی برخلاف  
حکم خدا ہے اِنَّ مَوْتَ اِلَآہَ يٰۤاٰذِیۡنَ اللّٰہِ کِتَابًا مَّا تَوْفَّعُجَدَّ۔ کوئی شخص مر نہیں سکتا  
مگر خدا کے حکم سے مقررہ لکھے ہوئے وقت پر۔

**اعلان وحدانیت** | اس اعلان کو اپنے نبیوں کے ذریعہ سکھ دیا ہے۔  
**وجودیت خدا** | ان کی تعداد کے لکھنے کے لیے بہت بڑی کتاب

ہونی چاہیے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اعلان وحدانیت میں بڑے بڑے  
مشکلات کا سامنا ہوا۔ ابتدا میں مسلمان کی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانہ سے  
ہوئی۔ اور خدا نے نام دیا سُبْحٰنَہُ الْمُسْلِمِیْنَ اور نبی آخر الزمان کے زمانہ  
میں تکمیل ہوئی۔ ان دونوں کے درمیانی زمانوں میں بہت سے نبی قانون الٰہی  
کے ساتھ ظہور میں آئے۔ مختلف طور کی تہذیب و ترقیان واقع ہوتی گئیں اور  
اسی کے ساتھ ساتھ ان درمیانی زمانوں میں جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا ویسے  
ویسے خرابیاں و بُرائیاں بھی بہت سے انواع و اقسام کی واقع ہوتی گئیں۔ اسی لیے  
نبی آخر الزمان کا ظہور ہوا۔

دنیا کا بنانے والا ذمہ دار ہے سلامتی کی راہ پر اپنے بندوں کو چلانے کا

اس مقصد کے لیے نائب خدا کی ضرورت ہوئی۔ تب رب العالمین نے اوصاف حمیدہ کی قدرت کے ساتھ رَحْمَةُ لِلْعَالَمِينَ کو مبعوث کیا۔ اور ان کی مدد و تھوڑی تھوڑی کر کے بموجب موقع و محل ہدایات کی ہدایت کی۔ اِذْ كُنَّا نُبَارِكُكَ اَنْزَلْنَاهُ يَهْدِيكَ اَمَامَ جَهَنَّمَ کے لیے نازل کی گئی۔ اِذْ كُنَّا نُبَارِكُكَ اَنْزَلْنَاهُ اب یہ ہدایت بصورت کتاب قانون کے ہے۔ اس کا حجم و جز بہت بڑھ گیا ہے بہ نسبت ہدایات قبل کے نبیوں کے چونکہ دنیا کا دائرہ تہذیب و اخلاق ظاہری و باطنی بوجہ جولانیت دماغی قوس کے وسیع ہو گیا ہے اور اس کی روک و تھام کے لیے دفعات قانون جو بتدریج آتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ اس لیے حجم قانون کا بڑھ گیا۔ کتاب پُر ہے سبق اخلاق و تہذیب سے جس کو مکمل طور پر تعلیم دیتی ہے تاکہ انسان اپنے افعال و حرکات میں اسی کی تعلیم سے رہنمائی حاصل کرے۔ اگر اس کتاب کی تعلیم سے منہ پھیرے گا خدا نے کہا ہے فَبَعْدًا لِّقَوْمٍ كَذِبُ مِثْلُون۔ دور ہوتی ہے خدا کی رحمت بے ایمان قوم سے۔

پیغمبر خدا نے وصیت کی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا کی رستی کو مضبوط پکڑو سب مل کر۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَبِهِ رُحُوذُ الْوَعْدِ لَعَلَّكُمْ تَخْشَوْنَ اللَّهَ عَظِيمًا۔ رہو گے دین و دنیا دونوں جگہوں میں۔ یہ رستی خدائے تعالیٰ کی قرآن مجید ہے۔

جتنے زمانہ تک مسلمانوں نے اس رستی کو مضبوط پکڑا مسلمان اپنے رہے جب تک چھوڑ دیا دل میں گر پڑے اور اسی میں پھنسے ہوئے پڑے ہیں اگر پھر بہت کر کے اُس رستی کو نہ پکڑیں گے تو نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

دلیل کے اُبھاؤ سے نکھنا مشکل ہے۔ اگر سب تہمتیں کو راہ دی تو نتیجہ معلوم ہے۔ یہ کثیف بودار و ذلیل غافل بنائے ہوئے ہے اچانک دنیا ختم ہو جائے گی اور پھر کفِ افسوس ملنا پڑے گا۔

**قرآنِ مسلمان** مسلمانوں کا بڑا فرض ہے اور ضروری خدمات یہ ہیں کہ انسان کا اخلاق ظاہری و باطنی و تربیتِ عملی حالتِ درستگی میں ہو۔ جیسا پیغمبر خدا نے سکھایا ہے۔ یعنی زہد۔ تقویٰ۔ محبت۔ انصاف۔ احسان۔ رحم۔ عفو۔ عصمت۔ حیا۔ قناعت۔ ایثار۔ اطاعت۔ ایفائے وعدہ۔ سچائی۔ شیریں بانی مدد۔ رفاہِ مسلمان۔ برادرِ پروری۔ وغیرہ وغیرہ۔ قبل کے اسلامی گروہ میں ان کے عملی تعلیم کا رواج رکھا تھا۔

اس مقصد کے حصول کا عام طریقہ یہ تھا کہ وعظ۔ و پند۔ و مکتوبات۔ و رسالہ جاتا و اعلیٰ درجہ کی کتابیں ملک میں پھیلائی جاتی تھیں۔ اور لوگوں کو ان کی تعلیم کی طرف ترغیب دلائی جاتی تھی۔ اور اخلاق کے درستگی کی طرف توجہ دلائی جاتی تھی تاکہ ہر ایمان مسلمانوں سے دور رہیں۔ یہ بہتر ذریعہ تبلیغ کا مگر تحقیقات کے ساتھ ہوا اور تحقیقات کی جڑ قرآن مجید ہو۔ فضائلِ اخلاق کا مجموعہ کتاب ربانی میں ہے۔ جس کی پیروی کرنے سے حصولِ دین و دنیا دونوں ہوتا ہے۔ اسی کے پیروا ہلبیت۔ صحابہ و خلفاء ہیں جن کو دین و دنیا دونوں حاصل تھا انھیں کے مطابق چلنا چاہیے وہ کیا ہے؟ شریعت ہے۔

شریعت ہی کی کمزوری کے دکھلانے میں یہ کتاب پیش کی جاتی ہے مہرِ سلمان کا فرض ہے کہ حق کو ظاہر کرے اور حق پر قائم رہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# تحقیقات امراض باطنی

(حضرت مولے کی دعا)

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَبَسِّطْ لِي أَمْرِي

اے خدا میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے

اس کتاب کا مقصد عاید دہانی احکام الہی کی اور اس کے سزا و جزا کی ہوجن کو رو برو لا کر ابتدا کی جاتی ہے۔ خدا نے فرمایا ہے سورہ آل عمران کو عطا میں

(مسلمانوں، تم بنی نوع انسان میں بہترین امت ہو۔

(۱) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔

نبی کی تلقین کرتے ہو۔

(۲) تَامُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

برائیوں سے روکتے ہو۔

(۳) وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

اور ایمان لاتے ہو ساتھ اللہ کے۔

(۴) وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

سوال: کیا اس زمانہ میں جتنی تعداد مسلمانوں کی ہے خدا نے تعالیٰ کے

اس ارشاد کے مطابق ان میں یہ صفات موجود ہیں؟ خدا نے تین شرطوں کو بجالانے کیلئے ضروری و لازمی مقرر کیا ہے۔ وہ تین شرطیں اس حکم میں موجود

ہیں۔ بد اعمالی سے ان تینوں احکام کی تعمیل نہیں کی جاتی جو نفاق ہے یہ مرض قلب کی بے توجہی سے پیدا ہوتا ہے خدا نے کہا ہے سورہ توبہ میں وَآتَاكَ اللَّهُ بَيْنَ

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ وَمَا تَوَدَّاهُمْ كَافِرُونَ  
 ۱۔ جن کے دل میں مرض نفاق کا ہے اُن کے بُرے اعمال بُرائیوں کی نظر  
 زیادتی کرتے ہیں اور وہ بکر مرنے ہیں۔ کیا لوگ دیکھتے نہیں ہیں دو ایک مرتبہ  
 آدمائش کی مصیبتوں میں ڈلے جاتے ہیں تب بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور  
 نصیحت کو نہیں مانتے اور بُری حرکت کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ اس کا یہی نتیجہ  
 ہو رہا ہے جو موجود ہے۔ صورتِ بین حالتِ مہر س۔

آنحضرت صلعم نے ساتھ ہدایتِ خدا کے ترکیبِ نماز کی اپنی اُمت  
 کو سکھائی اور واسطے حصولِ خوشنودی پروردگار اور اپنی اُمت کی بھلائی  
 و بہبودی کا لحاظ رکھ کر اس ترکیبِ نماز کو سکھایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر حرکت  
 نماز کی شروع ہوتی ہے سورہ فاتحہ سے اور وہ کیا ہے؟ مجموعہ دُعا ہے۔  
 یہ بہت بڑی بیہودگی اُمت کے لیے حضورِ عالی نے کی ہے۔ گویا نماز دُعا  
 ہے بھلائی کے لیے یعنی صِرَاطِ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا مانگی جاتی ہے۔ یہی  
 طریقہ عبادتِ خلفاء راشدین و صحابہ کرام اور اہلبیت اور تمام مسلمانوں کا  
 تھا۔ اور ابتداء اسلام سے ابھی تک ہے۔ یہی صرف عبادتِ حق  
 اور اسی عبادت سے اگلے زمانے کے لوگ فیضیاب رہتے تھے۔ اس زمانہ  
 میں اس مشنری کا کوئی نسا پڑہ بگڑ گیا ہے کہ اس فیض سے محروم کر دیے گئے  
 ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ہم ہی لوگوں میں نقص آگیا ہے صِرَاطِ الْمُسْتَقِيمَ کے  
 عوض راہِ ضلالت میں گر پڑے ہیں۔ اب یہ وقت آگیا ہے کہ اس کے  
 وجوہات کی جستجو کی جائے۔ ہم لوگوں کو بھولنا نہیں چاہیے فرمانِ الہی کو۔

خدا نے فرمایا ہے لَا يَهْدِي اللَّهُ الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ خدا نے لوہے کی راہ نہیں دکھاتا ہے گنہگاروں کو وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ مگر اہی میں چھوڑ دیتا ہے صرف بدکاروں کو۔ اس فرمان کے مطابق زمانہ کا سامنا ہو رہا ہے۔ جو بالکل برعکس ہے اس دعا کو یعنی غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کو برابر زبان سے کہا جاتا ہے مگر عمل اس کے خلاف پایا جاتا ہے۔

اس سورہ فاتحہ کی برکت سے فیضیاب ہونے کے لیے علم الہی جو کہ درج کیا جاتا ہے اور جس کے مطابق ہونے سے دین و دنیا دونوں حاصل ہوتے ہیں سورہ تسار کو ع ۲۷۔

جو شخص ایمان کلی رکھتا ہے ساتھ خدا کے	فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا
اور مضبوط پکڑتا ہے قرآن کو یعنی اُس پر عمل کرتا	بِهِ فَسَيُيَسِّرُ لَهُمْ
ہے تو وہ اُن کو داخل کرتا ہے اپنی رحمت میں	فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ
اور اپنے فضل میں اور ہدایت کرتا ہے ان لوگوں	وَيَهْدِي لَهُمْ إِلَىٰ
کو اپنی راہ کی طرف۔	صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا

ہر نفس کے عمل میں دو صفتیں ہوتی ہیں۔ ایک ظاہر دوسری باطن ظاہر وہ ہے جو کہ ہاتھ سے پیر سے زبان سے سرزد ہوتی ہے۔ باطن وہ ہے جو کہ نیت دل میں ہو۔ اور اسی کو خدا نے قلب کے ساتھ تعلق دیا ہے۔ بہتر عمل کے لیے یہ دونوں اوصاف مشترکہ موجود ہوں اور یہی تزکیہ نفس بھی کہا گیا ہے اگر ظاہر عمل باطن کے ساتھ شرکت نہیں کرتا تب یہ دعا بازی ہے مشترکہ عمل کے لیے یقین کامل کے ہونے کی ضرورت ہے۔ اور

اسی کو خدائے تعالیٰ چاہتا ہے۔ یہ کتاب دکھلاتی ہے علامات کے اُس نقص کو جس میں فی زمانہ لوگ مبتلا ہیں۔ اور خداوند کریم کی رضا حاصل کرنے سے محروم ہو رہے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ (يَا قَدْ مَتَّ اَسِيْدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ) اپنی غفلت اور قصوروں پر غور کیا جائے۔

## لاپرواہی احکامات الہی

خدائے تعالیٰ نے ایک ہی دین کو انسان کے لیے پسند کیا ہے۔ اور وہ دین اسلام ہے۔ مگر انسان کی آبادی جون جون دنیا میں بڑھتی گئی اور پھیلتی گئی ویسے ہی مختلف قسم کے نفوس پیدا ہوتے گئے۔ لوگ اپنی سمجھ کے مطابق اعتقادی مذہب کا فرقہ قائم کرتے گئے۔

دین اسلام جو کہ ازلی ہے اس کی تکمیل کی ابتدا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوئی مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ ؑ جَوَہِیْمَہُ هُوَ مَسْلٰكُ الْمُسْلِمِيْنَ یہ ملت اور دین تمھارے جدا مجد ابراہیم کا ہے خدا نے نام رکھا ہے مسلمان (فرمانبردار) تمھارے لیے۔ اور اس دین کی پوری تکمیل آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ہوئی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَنۡمَتُ عَلَیْکُمْ نِعَمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا آج کے دن پورا کیا میں نے واسطے تمھارے دین اور تمام کیا میں نے اور پر تمھارے اپنی نعمت کو اور پسند کیا میں نے تمھارے واسطے دین اسلام کو (نعمت قرآن) بیشک دین اسلام پاکیزہ تر تمام دینوں سے ہے اور ہم لوگ مقبول بندے

اس دین کے اندر داخل ہونے سے ہوئے۔ اور مومنین صدق دل سے شکر گزاری  
میں جھکے ہوئے ہیں۔

تَحْقِيقُ کہ میری نماز اور ساری عبادت اور حیات  
اور موت رب العالمین کیلئے ہے جس کا کوئی  
شریک نہیں ہے۔  
إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَ  
مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا  
شَرِيكَ لَهُ ط (سورہ انعام رکوع ۷۷)

مسلمان جبکہ فخریہ دین اسلام کے جامہ کو پہنے رہتے ہیں تب اس جامہ کو صاف  
رکھنے کے ذمہ دار بھی ہیں۔ لازم ہے کہ اس جامہ کو نجاست سے نجس نہ بنا دیں۔  
حفاظت کیلئے اصول اور احکام اسلام پر قائم رہنا چاہیے۔ اور اسکے لوازمات  
کی نگرانی پوری طور سے کرنی چاہیے۔ وہ یہ ہے کہ خدا کا نافرمان اپنے کو نہ بنانا  
چاہیے۔ اسی کو خدا نے فرمایا ہے۔ سورہ انعام رکوع ۷۷۔

جھوٹے دو لوگوں ظاہری و باطنی گناہ کو تحقیق کہ  
جو لوگ گناہ کرتے ہیں انکو اس کا بدلہ جلد  
دیا جائے گا۔  
وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاِلَٰهِ شَوْقًا بِاطْنِهِ ط  
إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْاِلَٰثِمَ سَيُجْزَوْنَ  
بِمَا كَانُوا يَعْتَمِدُونَ

اس فرمان سے ظاہر ہے کہ ظاہری گناہ ہے نمازوں کو نہ ادا کرنا۔ زنا کرنا۔  
شراب پینا۔ حرام کھانا۔ سوکھانا۔ حق تلفی کرنا۔ شرک کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

باطنی گناہ ہے غیبت کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ قطع رحم کرنا۔ بددیانتی کرنا۔ عیب  
جوی کرنا۔ نکتہ چینی کرنا۔ خدا کی نافرمانی کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ انہیں ظاہری و باطنی  
گناہوں کی تشریح میں یہ کتاب تیار ہوئی ہے حالت موجودہ کو پیش نظر رکھ کر  
مقابلہ کیا جائے کہ احکام الہی اور ہدایات رسول مین مسلمانوں کے طرز عمل سے



کس قدر تغیر پایا جاتا ہے۔ کسی کو جرات نہیں ہو سکتی فخر کرنے کی کہ موجودہ حالت صحیح و درست ہے۔

ناظرین کے سامنے چند احکام الہی ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) تم بہترین امت ہو جو کہ کھڑے کیے گئے ہو (۱) کُمْ خَيْرُ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ لوگوں کے واسطے۔ (سورہ آل عمران رکوع ۵۱)

(۲) تم ہی غالب ہو اگر تم مومن ہو۔ (۲) أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ (سورہ آل عمران رکوع ۵۱)

(۳) اللہ ولی ہے اور دوست ہے (۳) اللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ۔

مسلمانوں کا۔ (سورہ آل عمران رکوع ۵۲)

(۴) خدا ہرگز نہ بنائے گا کافر کو ایمان والوں پر غالب۔ (۴) لَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (سورہ نساء رکوع ۵۳)

ان سب احکاموں سے ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ کی خاص توجہ دین اسلام کے پیروی کرنے والوں کیلئے ہے۔ ضرور انھیں لوگوں کیلئے ہے اس زمانہ کے مسلمانوں کے لیے نہیں۔

سورہ نور رکوع ۲۱ میں ایمان والوں سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ جس نے ایمان رکھا اور عمل صالح کیا تو انکو ملک میں ضرور منتظم بنائیگا جیسا کہ اگلوں کو بنایا۔

قرآن مجید کے احکام غلط نہیں ہیں۔ بلکہ مستحکم احکام ہیں اور ایسے احکام کسی سے نہیں بن سکتے۔ لیکن اس زمانہ کے مسلمان مسلمان ہی باقی نہیں رہے۔ یوحنا نافرمانی اپنے پروردگار کے اسی لیے عنایتیں اور بخششیں خدائے تعالیٰ کی غائب ہو گئیں۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس کو خدا نعمت دیتا ہے اس سے پھر

نہیں چھینتا۔ لیکن یہ سبب ان کے بد اعمالی کے موجودہ نعمتیں خود بخود غائب ہو جاتی ہیں۔ ان ہی عنایتوں اور بخششوں کی بدولت گزشتہ زمانہ کے لوگ فلاح اور رحمت سے زندگی گزارتے تھے۔ چونکہ ان لوگوں کا ایمان تصدیق بالقلب تھا اور اعمال بھی اُسی کے مطابق تھے۔ فی زمانہ مسلمانوں میں یہ دو اوصاف یعنی تصدیق بالقلب و اعمال باحق نہیں ہے۔ اور خدا کے احکام سے لاپرواہ ہو گئے۔ اسی لیے خدا بھی آج کل کے نام کے مسلمانوں کی طرف سے لاپرواہ ہو گیا۔ ان احکام الہی پر غور کیا جائے۔

(۱) اور لوگوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ ہم خدا پر ایمان دار نہیں ہیں۔  
(۱) وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَهُمْ بِمُؤْمِنِينَ  
(سورہ بقرہ رکوع ۷۷)

(۲) جنہوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا لیا ہے اور عیش و آرام دنیا نے اُن کو مغرور اور خود سر کر دیا ہے۔  
(۲) الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَوَّاهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا  
(سورہ اعراف رکوع ۷۷)

(۳) یہ اس واسطے کہ انہوں نے پیروی کی اس کام کی جس نے اللہ کو غضبناک کر دیا یعنی جو اللہ کا ناپسندیدہ کام ہے۔ اور کرمیت کی اللہ کی رضا حاصل کرنے کی پس ان کے نیک عمل بالکل اکارت گئے یعنی نیست و نابود ہو گئے۔  
(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا مَا أَمَرَ اللَّهُ ذَكَرَهُ وَارْضَوْا لَهُ نَاحِبَةً  
(سورہ محمد رکوع ۷۷)

(۴) وَالَّذِينَ يَنْتَظِرُونَ أَفْعَالَهُمُ الْآخِرَةَ وَيَخَافُونَ  
أَعْمَالَهُمْ هَلْ يَجْزُونَ إِلَهُ مَا كَانُوا يُعْلَمُونَ  
(سورہ اعراف رکوع ۷۱)

(۴) جنہوں نے ہماری آیتوں کو ٹھٹھایا اور بلا پرواہی  
کی آخرت سے ان کے اعمال باطل گئے اور  
دیا ہی بدلہ دیا جائیگا جیسا عمل دنیا میں کرتے تھے۔

لوگوں کے دلوں میں خیال پیدا ہو گا کہ یہ سب حکام منکروں کیلئے ہیں۔ ہم لوگ  
نماز پڑھتے ہیں۔ روزہ رکھتے ہیں۔ ظاہر فقہی احکامات مثلاً نکاح وغیرہ کرتے ہیں  
جواب یہ ہے کہ بدعات اور بُرائیوں میں ملبوس ہیں۔ اور عبادات کی تصدیق  
بالقلب نہیں ہے۔ صرف رسمیت ہوتا ہے۔ چونکہ آبا و اجداد سے چلا آتا ہے  
اور نافرمانی خدائے تعالیٰ کی کس قدر ہوتی ہے اور دنیا سے بالکل پرہیز نہیں ہے  
بدعت کی حالت ویسی ہی ہے جیسا قبل زمانہ نبوت آنحضرت صلعم کے عرب میں  
تھی۔ (اس کو باب دوم میں دیکھا جائے) مورت کی پرستش تو نہیں ہوتی ہے مگر  
مورت کے عوض میں قبور بزرگان دین کی اسی طور سے پرستش ہو رہی ہیں۔ پیر  
پرستی کی کوئی حد ہی نہیں۔ مریدوں کا خیال ہے کہ بخشائش کی سفارش کرینگے  
برادران کی حق تلفی کس قدر ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ سے مقدمہ بازی کی کثرت  
ہو گئی۔ اور مقدمات صرف بھوٹ و لغویات کی بناوٹ سے چلائے جاتے ہیں۔  
عبادت جو کرتے ہیں اس میں تصدیق قلبی نہیں ہے۔ دل بالکل غافل ہوتا ہے  
دھیان ادھر ادھر بٹا ہوا ہوتا ہے۔ خالص عبادت جو صرف خدا کے لیے  
ہونی چاہیے وہ کبھی نہیں ہوتی۔ اس زمانہ کے مسلمانوں کے دلوں میں  
خوف زمانہ کا یا لوگوں کا ہوتا ہے۔ خدا کا ڈر بالکل غائب ہے۔ خدا اس نے  
فرمایا ہے سورہ توبہ میں۔

تم لوگوں سے ڈرتے ہو اور یہ حق خدا ہی کا ہے | اَتَخَشُّوهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخَشُّوْهُ  
کہ تم اُسی سے ڈرو اگر تم میں ایمان ہے۔ | اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اگر مسلمانوں کا ایمان قلبی اور عملی دونوں مطابق ہوتا تو خدا مسلمانوں کو ایسی  
حالت میں نہ ہونے دیتا خدا نے مسلمانوں کی مدد کرتے کا وعدہ کیا ہی۔ اس کا وعدہ بہت سچا  
ہوتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ بوجہ ایمان کے سچے نہونے کے مسلمان مشکلات میں  
پڑے ہوئے ہیں۔ اور خدا کی مدد نہیں پہنچتی ہے۔ حالانکہ خدا کا وعدہ مدد کرنے  
کا ہے۔ سورہ روم میں فرمایا ہے۔

ایمان والوں کی مدد کرنی ہمیں لازم ہے۔ | کَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

بس صاف ظاہر ہے کہ ہم لوگوں نے اسلام کو بدل دیا ہے۔ اسلام اصلی حالت  
میں نہیں رہا۔ اور نہ وہ مسلمان ہیں بلکہ ایک نیا گروہ اسلام مذہب کے نام سے قائم  
ہو گیا ہے۔ جس کے مطابق ہم لوگ چل رہے ہیں۔ اگر اصلی اسلام پر ہوتے تو ہم لوگوں کی  
دنیاوی مشکلات آسان ہوتیں اور قربت خداوندی بھی حاصل ہوتی جس سے بخشائش  
کی امید ہوتی مسلمانوں نے دین بھی کھو یا اور دنیا بھی حاصل نہ کی جن اشخاص کو دنیا  
حاصل ہے ان کے بارہ میں خدا نے فرمایا ہے۔ سورہ انعام رکوع ۵۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا  
بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ  
اَبْوَابَ كُلِّ  
مَشْيُحٍ ط حٰثٍ  
اِذَا فِرْحُوْا

پس جب وہ بھول گئے جو کچھ کہ نصیحت کی گئی تھی اُن کو  
پس کھول دیے ہم نے اوپر اُن کے دروازے ہر چیز کے  
برائے تاکہ کہ جب خوش ہو سکتے اُس چیز کے کہ دیے  
گئے تھے پکڑا ہئے اُن کو کیا رنگی پس ناگمان نہ نا امید  
تھے (یعنی دولت اور عیش عشرت کی لذت میں ایسے

يَا اُولُوْا الْاَحْذَنُ هُمْ  
بَعَثْنَا قَاذَاهُمْ  
مَّبْلِسُونَ

پنفس جائیں گے کہ سچے سینے والے کو بالکل بھول  
جائیں گے، تب پھر اچانک اس طرح پکڑ لیے جائیں گے  
اور وہ بے اس ہو کر رہ جائیں گے۔

گذشتہ زمانوں میں خدا نے نافرمان قوموں کو اسی طور سے مجبور کیا کہ جو کہ اوپر  
درج ہو چکا ہے پکڑا ہے سختی سے اب وہی زمانہ قریب ہے اس زمانہ کے مسلمانوں  
کے لیے بھی جس طرح کہ ابتدا میں بہت قوی بنیں اور بیگین۔ اسی طرح بظاہر  
معلوم ہو رہا ہے کہ امت محمدیہ کا یہی حشر ہونے والا ہے۔ افسوس ہے کہ ہم  
لوگوں کے سردار آنحضرت صلعم نے کس قدر محنت و مشقت تکلیف و اذیت اٹھا کر  
اسلام قائم کیا جنکے دل میں محبت اپنی امت کی اس قدر تھی کہ جس کے بارہ میں خدا نے  
تعالے نے فرمایا ہے سورہ توبہ رکوع ۱۷۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ  
عَزِيزٌ عَلٰیكُمْ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ  
عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوفٌ  
رَّحِيْمٌ

البتہ تحقیق آیا ہے تمہارے پاس تم ہی میں سے  
رسول شاق ہے اور پر اس کے یہ کہ تم دُکھ اور درد  
میں پڑو اور تمہاری بہبودگی کا وہ حرص ہے اور  
مومنوں کیلئے شفیق اور مہربان ہے۔

اس فرمان الہی سے ظاہر ہے کہ نبی کی مہربانی و شفقت گویا خدا نے  
تعالے کی ہے۔ اس کو خدا نے تعالے نے کھول کر کہہ دیا ہے۔ مگر مسلمان  
ایسے لاپرواہ ہو گئے کہ قرآن مجید کو پھوٹے ہوئے ہیں۔ اور اس کے مطابق  
علی کا بروائی نہیں کرتے خدا نے تعالے نے سورہ حدید رکوع ۲۱ میں فرمایا  
ہے۔ (مگر دو ترجمہ)

کیا مومنوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا ہے کہ اللہ کے ذکر سے اور قرآن کی تلاوت سے جو کہ برحق اُتری ہے اُن کے دل ڈریں اور غفلت و لاپرواہی سے باز آئیں اور مثل اُن لوگوں کے (یہود و نصاریٰ کے) نہ ہو جائیں۔ ان پر پہلے کتاب اُتری اور زیادہ مدت گزرنے کے بعد اُن کے دل سخت ہو گئے اور ان میں نافرمانی آگئی۔ (ایسا ہی ہو رہا ہے)

اب امت محمدی کے لیے ویسا ہی زمانہ آگیا ہے جیسا خدا تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی بابت فرمایا ہے۔ اس سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اسلام کی زندگی کا کوئی پھر و سانہین ہے۔ سکرات کی حالت میں ہے۔ بد پر ہیز یوں سے بیماری بڑھتی جا رہی ہے۔ اگر پرہیز کیا جائے تو زندگی کی امید ہو سکتی ہے۔ ہر شے کے لیے فطرتی طور سے تین درجے مقرر ہیں۔ بچپن۔ شباب۔ ضعیفی۔ اسی طرح اسلام کے بھی تین زمانے ہوئے۔ زمانہ اول بچپن کا زمانہ جو کہ آنحضرت صلعم و خلفاء کا زمانہ تھا۔ درجہ دوم شباب کا زمانہ جو کہ اہلبیت کے زمانہ سے شروع ہوا اور بارہ سو برس کی عمر تک پہونچا۔ اس شباب کے زمانہ میں جیسا عروج کسی قوم کے لیے ہونا چاہیے دیا ہوا۔ مسلمانوں نے زمانہ عروج میں ذریعہ عروج کو بھوننا شروع کیا۔ خدا کے ناشکر گزار ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ناشکری کا اثر بھی بڑھتا گیا۔ اور ناشکری بھی بڑھتی گئی۔ تب کمزوری آنے لگی۔ یہاں تک کہ ضعیفی آگئی۔ اور تیسرے درجہ میں پہونچ گئے اور ضعیفی کی کمزوری محسوس ہونے لگی اور اس قدر آگئی کہ ایمان کی بیماری بالکل مسلط ہو گئی اور بالکل لاچار و مفلوج ہو کر بیٹھ گئے

اس کے ساتھ ساتھ بد پرہیزی بھی بڑھتی گئی۔ اور بڑھتی جا رہی ہے۔ اب اس کا نتیجہ موت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ لَحْکَلِ اُمَّتٍ اَحَبُّ۔ ہر قوم کے لیے خاتمہ ہے۔

فی زمانہ مسلمانوں کا یہ رنگ ہو گیا ہے کہ خدا اور رسول کا فرمان اُن کے لیے ناقابل عمل ہو گیا ہے۔ اور اُن کے عوض میں فروعات (شریعت کے خلاف) کا اعتقاد زیادہ ہو گیا ہے۔ لوگ بھی ایسے قائم ہو گئے ہیں کہ اپنے دنیاوی فائدہ کے ذریعہ کو بنانے کے لیے خلافتِ سرعی فروعات کو زیادہ رنگین بنا کر رکھا ہے اور اسی میں زیادہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ قابل اعتراض کتابیں جو صرف نامی بزرگانِ دین کے ناموں سے بنائی ہیں لوگوں کو زیادہ گمراہ کر رہی ہیں۔ خدا کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ مسلمین کے لیے جو برکتیں خدا نے تعالیٰ نے مقرر کر رکھی تھیں وہ آہستہ آہستہ غائب ہوتی گئیں اور ہو گئیں۔ اور خدا نے بھی ڈھیل دے دی ہے کہ زیادہ تر مبتلا ہو کر رہ جائیں خدا نے تعالیٰ سورہ انفال رکوع ۱۷ میں فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا لِّقَعْمَةٍ	خدا نے تعالیٰ کسی قوم کو نعمت دے کر نہیں
اَنْعَمَ عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی يُغَيِّرُوْا	پھینتا ہے اور نہ اُس میں رد و بدل کرتا ہے۔ جب تک
مَا يَا اَنْفُسُ هٰذَا	وہ قوم خود اپنی صلاحیت کو نہ بدل ڈالے

مسلمانوں نے نعمتوں اور نعمت دہندہ کی قدر نہ کی اور اپنی صلاحیت کو غائب کر دیا اور خدا کے ہدایات کی طرف خیال و توجہ نہ کیا (باب ۲، دوم میں صلاحیت کو دکھلایا گیا ہے مقابلہ کریں جو کہ بالکل اتفاقات میں

پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں صلاحیت نہ رہی اس کا نتیجہ تنزلی ہے)

خدا نے اطلاع دے دی ہے سورہ توبہ رکوع ۴۷ میں۔

(۱) اور خدا ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت دے کہ گمراہ کرے یہاں تک کہ بیان کرے واسطے اُس کے وہ چیز کہ جس سے اُس کو بچنا لازمی ہے۔

(۱) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ

پھر سورہ زمر رکوع ۱۷ میں فرماتا ہے۔

(۲) اگر نافرمانی کر دگے لوگو تو پھر خدا لا پرواہ ہو تمہاری لا پرواہی سے۔

(۲) إِنْ تَكْفُرُوا هَٰذَا (اللَّهُ غَفِيرٌ عَنكُمْ)

مسلمانوں کی حالت کے مطابق ہے۔ آج کل کے برے نام مسلمان ان آیتوں کے پوسے پوسے مصداق ہیں۔ سورہ توبہ کی بھی یہ آیت جو کہ مطابقت کرتی ہے آج کل کے مسلمانوں سے وہ پیش نظر ہے۔ رکوع ۱۷۔

اللہ کو بھول گئے پھر خدا اُن کو بھول گیا منافق وہی ہے جو کہ بُرائی کی وجہ سے دائرہ ایمان سے باہر نکلا ہوا ہے یعنی نافرمان خدا۔

تَسُوا ۱۱ اللَّهُ فَتَسِيَهُمْ ۱۱ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفٰسِقُونَ

کہا جائے گا کہ خدا کو ہرگز نہیں بھولے ہیں۔ ہر وقت خدا کا نام و روزِ پا ہے۔ لیکن ایسا خدا کا پکارنا کس مصرف کا ہے۔ اسلام کے قبل بھی عرب خدا کو پکارا کرتے تھے اور اس کی وحدانیت کے بھی منکر نہ تھے۔ مگر اس کے



ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے جاتے تھے۔ جتنی بُرائیوں سے خدا نے منع کیا تھا ان سب کو کرتے تھے۔ آج کل کے مسلمانوں میں بھی وہی طرز ہو رہا ہے۔ اسی لیے یہ حکم الہی مطابقت کرتا ہے۔ اور خدا بھی لا پرواہ ہو گیا۔ بموجب اس حکم کے وہ یہ ہے۔

كَذٰلِكَ يُصِلُّ اللّٰهُ  
مَنْ هُوَ مُسْرِئٌ  
مِّنْ تَابٍ

اسی طرح گمراہی میں اللہ چھوڑ دیتا ہے اُس کو جو کہ زیادتی کرنے والا ہے اور مرتد بارگاہ الہی ہے۔

اس فرمان سے ظاہر ہے کہ بوجہ بیماری ایمان کے مسلمانوں کو اللہ نے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے۔ اگر دل میں اسلام کا درد باقی ہے تو ہر مسلمان کو اپنی نبض ٹوٹنا چاہیے کہ آیا نبض میں تندرستی کی علامت باقی ہے یا نہیں اور نبض میں جو خرابی ہے اس کا پتہ لگانا چاہیے۔ مسلمان باطنی امراض میں مبتلا ہیں۔ ساری مشینری بگڑی ہوئی ہے اس لیے درستگی پر متوجہ ہونا چاہیے۔ اللہ تو لوگوں پر فضل رکھتا ہے مگر لوگ نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار فہمائش کی ہے اور سمجھایا ہے اُس ارشاد باری پر خیال کیا جائے وہ یہ ہے۔

مِنْكُمْ سَوَاءٌ يَّجِبُهَا لَہٗ  
شَمَّ تَابٍ مِنْ بَعْدِہٖ  
وَأَصْلَہٗ فَإِنَّہٗ عَفْوٌ  
رَّحِیمٌ

تحقیق کہ جس کسی نے گناہ یا بُرائی کی جہالت سے یا نادانیت سے پھر توبہ کی اور بعد اس کے اصلاح کی تب اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

کیسی مہربانی ملکِ محنت کی ہے کہ واسطے بندوں کے اپنے دروازہ مہربانی کو

ہر وقت کھلا رکھتا ہے زبانی تو یہ کے الفاظ روزانہ ہزار بار تسبیح اور مالے پر چپا جائے اور اصلاح کی طرف توجہ نہ ہو تو اس قسم کی توبہ بالکل بیکار ہے۔ ہر مشغولیت میں خدا کا خوف دل میں رکھنا چاہیے اسی سے خدا راضی ہوتا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے۔

بیشک خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو کہ  
 اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ  
 هُمْ عَمِيْنُوْنَ ۝

(سورہ نحل)

بندوں میں ہیں۔

خدا کا بہت بڑا احسان ہے کہ مسلمانوں کو جو آسمانی کتاب دی ہے اس میں پہلی آسمانی کتابوں کی طرح تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے البتہ اسکے فہم اور مطلب کو بدل کر بعض لوگ ایسے دنیا دار ہو گئے ہیں کہ اپنے فائدہ کا لحاظ رکھ کر عوام الناس کو سمجھاتے ہیں۔ اور چونکہ نائب خدا سمجھانے کے لیے نہیں ہیں اس بنا پر مذہب اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ یہی بہت بڑی اسلام کے زوال کی صورت پیدا ہوئی فی زمانہ مسلمان ایمان کو رسم بنا کر دین کو لہو و لعب سمجھتے ہیں۔ دین سے لاپرواہی اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ جہان پر ذکر الہی کا تذکرہ ہوتا ہے دہان پر ٹھہرنا مشکل ہو جاتا ہے بعض لوگ سچے عمل کے احکام الہی پر نکتہ چینیان کرنے لگے ہیں اور نیکی کی راہ کو چھوڑ کر بُرائی کی راہ کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ برادرانہ و بزرگانہ اخلاق اور اسلامی اوصاف اور باطنی عبادات بالکل غائب ہو گئیں حق العباد کا خیال اس طرح جاتا رہا کہ اُس کو باطل سمجھنے لگے لوگوں کے دل و دماغ و نفس و خواہشات و عیش و عشرت کی طرف زیادہ رغب ہو گئے اور ان کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ انہیں کے سرمایہ کے حصول میں اپنے پروردگار کے احکامات

سے لاپرواہ ہو گئے اور خدا کی رضا مندی سے ان سرمایہ کے تلاش کی فکر نہ رہی خدا تعالیٰ اپنی بابرکت کتاب اور اس کے اندر کے احکامات پر عمل کرنے سے راضی ہوتا ہے۔ اگر انسانی قانون کی پابندی نہ کی جائے تو سزا کا حشر ہے۔ اسی طور سے قانون الہی کی پابندی نہ کرنے سے وہی نتیجہ ہو گا یعنی سزا سے رزلی۔ یہ کل علامات باطنی بیماری کی ہے۔

## وجوہاتِ دلِ سلام

ہر بیماری کے لیے وجوہات ضروری و لازمی ہیں۔ اس ایمان کی بیماری کے بھی وجوہ و اسباب ہیں کل وجوہات کے بیان میں بہت طویل ہے مگر چند وجوہ جو کہ ظاہر میں ہیں ان کا بیان مختصر طور پر کیا جاتا ہے۔ جو کہ زیادہ تر ذمہ دار اسلامی ایمان کے تغیر ڈالتے ہیں۔ وہ وہی طبقہ کے لوگ ہیں جن کا اثر عوام الناس میں ہے یعنی علماء مشائخین۔ اہل دل اور غیر معتبر کتابین بھی لوگ زیادہ تر ملزم ہیں۔ ان کے اعمال و افعال نے عام مسلمانوں کے باطنی ایمان کو مایوس کر ڈالا۔ انہیں کی جس بے مرض نے جڑ پکڑ لی اور پھر متعدی بنا دیا۔ متعدی بیماری ہو اس کے پھیلاؤ سے ہوتی ہے یا ایک دوسرے کے ملنے سے۔ اس خاص مرض میں تبادلہ خیال سے ہے۔ ایسی ہی ہو اس زمانہ میں چل رہی ہے بیشائخین و علماء کی موجودہ کارگزاریان اور ملک افغانستان کے واقعات پیش نظر ہیں۔

دو حدیثیں اس سلسلہ میں جو کہ پیشین گوئی آنحضرت کی ہیں۔

معتبر حدیث کی کتاب دیکھ کر درج کی جاتی ہیں۔ لوگ ان حدیثوں کو معتبر سمجھتے ہیں۔  
زبدۃ العظیمین

(۱) حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں میں اسلام نہ رہے گا صرف نام رہ جائے گا اور دین نہ رہے گا فقط شان رہ جائے گی۔ قرآن نہ رہے گا فقط درسی ہو جائے گا لوگ مساجد کی تعمیر کریں گے مگر مسجدوں کی بے وقعتی ہوگی۔ اللہ کے ذکر کے سوا دوسرا ذکر کریں گے۔ اس زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ بڑے علماء ہوں گے انھیں سب سے فتنہ برپا ہوگا۔

مورعہ عظمت

(۲) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے فرمایا (یہ حدیث چوتھی بہت بڑی ہے اس لیے صرف مطلب کا انتخاب کر کے درج کیا جاتا ہے) لوگ مال غنیمت کو بھرتی سمجھیں گے۔ اور مال امانت کو مال غنیمت جانیں گے اور زکوٰۃ کو ادا نہ کریں گے۔ جہول دنیا کے لیے علم دین پڑھیں گے اس پر عمل نہ کریں گے مساجد میں شور و غل مچائیں گے۔ عینہ و اہمیات۔ خرافات۔ گپ بازی کریں گے اللہ کے نزدیک جن کی عطا ہوئی ہے ان کی نہ کریں گے اور اللہ کے عذاب سے نہ ڈریں گے۔ (مثلاً چندہ وغیرہ کا رخیہ کر کے لیے)

موجودہ زمانہ ان حدیثوں سے موافقت کرتا ہے۔ علماء کا بہت بڑا درجہ ہے۔ انھیں اس کے لیے عظمت کرنے کا حکم ہے۔ اس زمانہ میں مشائخین کی زیادہ قدر و منزلت ہے۔

علماء کا بڑا درجہ ہے اس لیے کہ رہنما راہ حق کے ہیں۔ اُن میں تین طبقہ کے اوصاف واسے علماء ہیں۔

پہلا طبقہ اُن کا ہے جنہوں نے علم دین کو ریاضت و ذہانت و قوت دماغ کے ساتھ اور تحقیقات کے ساتھ حاصل کیا ہے۔ اور تمام زندگی گزاری راہ حق پر اور ساتھ حق کے عمل کرتے رہے۔ یہی لوگ احکام الہی اور ہدایات رسول کے صحیح طور پر ماہر ہیں۔ اور بڑی فضیلت اور برتری حاصل کیے ہوئے ہیں۔ فی الواقع محققین کے شمار میں ہیں۔ اور خدا کی مہربانی اُن پر ایسی ہوئی کہ اس نعمت کو حاصل کیا جیسا کہ خدا نے تعالیٰ نے فرمایا ہے سورہ عنکبوت رکوع ۷ میں وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فَيْنَا لِلْهَدَىٰ لَیَسْهُوَ سُبُلَنَا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم ہدایت کرتے ہیں ان کو سہنے راہ کی طرف پس تحقیق کہ اللہ نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ایسے بندگان خدا درگور ہو گئے۔ اور جو موجود ہیں وہ اپنے کو پوشیدہ رکھے ہوئے ہیں۔ شاید حکم رسول کو بجالاتے ہیں۔ یعنی زمانہ فسادات میں اپنے گوشہ نشین رکھنا چاہیے۔ ان لوگوں پر بھی الزام وارد ہے کہ اپنی نعمت کا شکریہ خدا کا پورے طور سے ادا نہیں کیا۔ یعنی اپنی نعمت کا فیض بندگان خدا کو عطا نہیں کیا۔ ان لوگوں نے مسلم بادشاہان و اہل دول کو ترغیب واسطے بجالانے احکامات الہی کی طرف تہین دلائی دوسرا طبقہ علماء کا وہ ہے جو اس زمانہ میں کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے فرض منصبی کو بذریعہ فتوے و مسائل کے ادا کرتے ہیں۔ ان کا علم غیر محقق و درسی کتابوں سے ہے۔ اس کے بعد

تحقیقات کی طرف کوئی ریاض نہیں کیا قابل اعتراض کتابوں کا علم رکھ کر عوام الناس کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ ان کا مطلب خاص حصول دنیا ہے اور حصول دنیا اس زمانہ میں غیر حق باتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے فقوے مذہب کے پیرایہ میں ذاتی نفع کا خیال رکھ کر سنا یا کرتے ہیں۔ خطایات حصول کی فکر ان کے دامن گیر ہوتی ہے۔ تقریریں کرتے ہیں۔ ان میں بہت زیادہ حدیثیں جو کہ درسی کتابوں سے حاصل کی ہیں ان کو مبالغہ کے ساتھ سنا یا کرتے ہیں۔ قانون ربانی کے دفعات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ آیا دفعات قانون سے ناواقف ہیں یا ان کی سمجھ سے باہر ہے اس لیے ان کے دماغ میں نہ سمایا ہوا ہے۔

بعض اس گمراہ میں ایسے ہیں جو کہ تحقیقات کی طرف خیال رکھتے ہیں اور کرتے ہیں۔ مگر ان سے کوئی فیض عام مسلمانوں کو حاصل نہیں ہوتا۔ ان سے صراطِ مستقیم عام مسلمانوں کو نہیں ملتا۔ عوام الناس حق کی راہ سے گمراہ ہوتے جاتے ہیں۔ ان کو لازم تھا کہ احکام الہی کو تمام عوام الناس کو خوفِ خدا جان کر سناتے بہتے۔ اور مبالغہ سے پرہیز کرتے۔ سب سے بڑھ کر ان پر الزام وارد ہے کہ ان لوگوں نے عام مسلمانوں کو سبق دیا ہے کہ قرآن پڑھو ثواب ہوگا۔ لوگ بلا سمجھے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں مگر اس پر بھی گمراہی بڑھتی جا رہی ہے۔ (اسی کو خدا نے کہا ہے جو کہ گذشتہ اوراق میں درج ہے)۔

تیسرا طبقہ وہ علماء کا ہے جن کے بارہ میں مثل مشہور ہے ”نیم کلا“

خطر ایمان! یہ طبقہ جہلا میں بہت مرغوب ہے۔ یہ ملا کا طبقہ ہے۔ مضمون سارٹیفکیٹ حاصل کر لیے اور مولانا بن گئے واسطے حصول دنیا کے۔ ان کو علم دین کا حق حاصل نہیں صرف کتابین غیر معتبر یا مشکوک اور مخدوش ایمان کی پڑھ کر واقفیت حاصل کر لی۔ ایسے ہی لوگوں نے اس قسم کی کتابین واسطے حصول زر تصنیف کر دی ہیں۔ وہ عام طور سے بازار میں ملتی ہیں۔ ایسی کتابوں میں روایات حکایات و خواب بزرگان دین اور کرامات و معجزات بزرگان دین کے چونکہ بالکل بنادٹ اور مضمون آرائی ہیں جن کے نام سے نامزد کیا ہے ان سے امید نہیں کی جاتی کہ خلافت شریعت کتاب ان کی ذات سے تصنیف کی جائے جو کہ دینی و فسادات قانون سے باہر ہوں اور بالکل غیر محقق ہوں۔ عوام الناس کی توجہ اسی طرف ہو گئی ہے۔ یہ ملا بھی خوف خدا سے لاپرواہ ہو کر عوام الناس کو سکھلاتے ہیں۔ ان ہی لوگوں کے طبقہ سے فسادات و اواقف مسلمانوں میں ہوتے رہتے ہیں یہ نیم ملا کسی جگہ بڑے عالم باعمل بنے ہوئے ہیں اور کسی جگہ پر پیر کامل بنے ہوئے ہیں اور ان کے مریدان ارد گرد بھرتے ہیں اور اپنے معجزات و کرامات کو دعاء و تعویذ کے زور سے دکھلاتے ہیں کسی جگہ یہ نیم ملا عامل کامل بنے ہوئے ہیں یہ لوگ مصنوعی عمل کے ذریعہ سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔

افسوس ہے جو حضرات دین حق کا علم رکھتے ہیں ان کو بالکل توجہ نہیں ہے کہ اپنے علم حق سے اس دھوکے و فریب اور فسادات کو روکنے کی طرف اپنے علم حق کا استعمال کریں۔ اسی لیے روز بروز اسلام کی سیدھی راہ بگڑتی جاتی ہے۔

خدا نے تعالیٰ نے حفاظت اسلام کے بقا کا ذمہ نہیں لیا ہے۔ صرف قرآن کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ یہی سیدھی راہ کو بتاتا ہے۔ ان ملاؤن کی حقیقت حال کے لکھنے کے لیے بہت سے اور ان کو سیاہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی لیے ختم کر دیا جاتا ہے چند مثالوں پر۔ خدا نے تعالیٰ کا فرمان پیش نظر ہے سورہ مائدہ رکوع ۱۰۔

لَوْ كَانَتْ هُمْ  
الرَّبَّاءِ نِيْهُوَتْ  
وَالَا حَسْبَ عَنِ  
قَوْلِهِمْ إِنَّا  
وَأَكَلِهِمُ الشَّجَرَاتُ

کیونکہ علماء دشمنین جھوٹ بولنے اور لقمہ حرام (جیسے رشوت، سود، خیانت، چوری، دغا فریب، جو غلام شریعت کی آمدنی کھانے کو منع نہیں کرتے ہیں۔ سینے لوگوں کو روکتے نہیں ہیں۔

دین اسلام بہت سہل دین ہے۔ دین کی راد حق فی زمانہ کتابوں پر منحصر ہو گیا ہے ان کتابوں کو دین اسلام کے حقیقی دارالصحۃ میں رکھ کر صحت کرنے کی ضرورت ہو گئی ہے اور چونکہ بین دین کے ساتھ ملا دی گئی ہیں ان کو محققین نامہ انزہار دین دارالصحۃ کے محققین کا فرض ہے کہ قرآن اور وہ حدیث جو کہ قرآن کے ساتھ ملتی ہیں ان کے مطابق صحت کریں اور بقیہ فروعات کی کتابوں کو غیر معتبر اور غیر حق بنا دیں اگر ایسا کیا جائے تب ہی اسلام کا بقا ہے ورنہ حق کا خاتمہ ہے۔

علماء کا طرز عمل اس زمانہ میں طرز عمل علماء کا فاساہرہ، بالکل دنیادار ہیں۔ اُمرا کی صحبت ان کی خوش آئد ماسوا، اس کے دیگر غل سی طور کا سلہ اگر مسلمان مسلمانوں کا ایسا کر دین میں جو مسلمان شوقیہ ہوں یا دیکھتے ہوں ان کے دین پر ہم مسلمانوں بہت ہلکا دیکھتے ہیں۔



ہوتا رہتا ہے۔ دنیا بغیر مکاری اور لغو اور غیر حق فعل کے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اسی کو خدا نے منع کیا ہے لَا يَشْهَدُ الْزُّورَ وَإِذَا مَسَّوَابُ اللَّغْوِ مَسَّوَابُ كَرَامَتِ مَكَارِي كَالْغَلْبِ نَهْنِ كَرَامَتِ جَابِی۔ جب لغو یا بیہودہ بات کا سامنا ہو تو اس کے کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس زمانہ میں علما کی قدر اور بیکار امور شرعی میں ہوتی ہے جو کہ رواجاً مسلمانان پرستے ہیں۔ جیسا عقد۔ جنازہ۔ مجالس میلاد وغیرہ وغیرہ۔ انھیں امور میں ان کی ضرورت باقی رہ گئی ہے۔ ان تینوں امور سے ان کا دنیاوی فائدہ حاصل ہے۔

عقد۔ واسطے نکاح پڑھانے کے مولانا صاحب بیچ محفل ناچ و گانے کے تشریف لاتے ہیں اور نکاح پڑھاتے ہیں اور احکام شرعی کی طرف خیال نہیں ہوتا یعنی نکاح کا مہر غیر معمول اور حیثیت سے زیادہ ہوتا ہے۔ خدا کا حکم ہے کہ مہر کو ادا کر دو۔ اس لیے مہر اسی قدر ہونا چاہیے کہ جس قدر ادا کر دینے کی قدرت ہے خدا کا حکم سورہ طلاق میں ہے جس میں تمام احکامات زن و شو کے ہیں۔ اس میں ایک حکم درج کیا جاتا ہے۔

جس قدر قدرت آدمی کی اس کو ہے اسی قدر | وَمَنْ مَّسَّ عَلَى رِجْلَيْهِ رِجْلُ امْرَأَةٍ فَلْيُنْفِقْ۔ عورت کو دینا چاہیے۔

اس حکم الہی سے ظاہر ہے کہ مہر کا ہونا بہ حیثیت طاقت کے ہونا چاہیے۔

## ہدایت رسول

(حدیث)

میری امت میں زمانہ آنے والا ہے کہ | سَيَأْتِي زَمَانٌ عَلَى أُمَّتِي

يَكُونُ امْرَاؤُهُمْ عَلَى الْجَوْرِ  
وَعَلَمَاتُهُمْ عَلَى الظَّمِمْ وَعِبَادُهُمْ  
عَلَى الرِّيَاءِ -

حاکم غلام ہوں گے اور عالم لالچی ہوں گے  
اور ان کی عبادت لوگوں کے دکھانے کے لیے  
ہوگی۔ (آج کل کا زمانہ مصنف)

مولانا صاحبان جس درسی حدیث کا حوالہ دیا کرتے ہیں اُسی حدیث کے یہ عمل رسول  
بیان کیا جاتا ہے۔ ایک شخص آنحضرت صلعم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں نکاح کرنا  
چاہتا ہوں اس عورت کے ساتھ مگر میرے پاس نہ مال ہے نہ کوئی چیز ہے  
مہر دینے کو حضور نے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کپڑا ہے اس نے کہا ایک  
تہ بند ہے جو کہ باندھے ہوئے ہوں اگر بے دون تو نماز نہیں پڑھ سکتا  
تب حضور نے دریافت کیا کہ قرآن پڑھنا جانتا ہے اس نے جواب دیا ہاں۔  
حضور نے فرمایا کہ تو اس عورت کو قرآن پڑھایا کرنا ہی مہر تمام ہوا  
اور اسی پر نکاح پڑھایا گیا۔

مولانا صاحبان کو لازم ہے کہ اتنے بڑے مہر پر نکاح کا پڑھنا شریعت کے  
پر خلاف ہے۔ مگر وہ لوگ یہ فہمائش نہ کریں گے کہ ان کے ذرا نقصان ہوگا  
اور قدر جاتی ہے گی۔ اس لیے نہیں سمجھاتے۔

چنانچہ علماء عام طور سے سب کے جنازہ کی نماز پڑھا کرتے ہیں۔ آنحضرت  
صلعم دو اشخاص کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ ایک منافق کی۔ دوسرے  
قرضدار کی۔ (منافق وہ جو کہ اپنے کو زبان سے مسلمان کہتا ہے مگر اس کا عمل  
اسلام کے اصول پر نہیں ہے) قبل نماز پڑھنے کے دریافت کرتے تھے  
کہ یہ قرضدار تھا اور قرضہ ادا کیا گیا۔ اگر اطلاع دی کہ یہ بہت غریب تھا

اور قرض کو ادا نہیں کر سکا۔ تب حضور بیت المال سے اُس کا قرض ادا کر دیتے تھے۔ تب جنازہ کی نماز پڑھتے تھے۔

میلاد میں پڑھنے یا محرم میں بیان کرنے والے پیشہ ور مولانا قائم ہو گئے ہیں۔ خدا کا حکم ہے۔

کہہ لے کنبی! کوئی مزدوری حق کے پیغام پہنچانے کی نہیں لی جاتی۔ ایسا اس زمانہ میں بہتیرے علماء بغیر زور کے لیے ہوئے اس طرف آنے کا ارادہ نہیں کرتے۔ یہ علماء نے ہندوؤں سے سیکھا ہے۔ پنڈت کو کتھا پڑھنے کا انجورہ ملتا ہے۔ عیدین کی نماز کی امامت کے لیے بہت خواہشمند ہوتے ہیں جتنے کہ جگر شے کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔

بعض مشہور مساجد کے امام ہونے کے لیے مقدمہ بازی کی نوبت تک پہنچ گئی اور امامت کو ذریعہ مقدمہ حاصل کیا۔

مساجد کی حرمت اس زمانہ میں ایسی ہو گئی ہے کہ صرف غربا کی حاضری ہوتی ہے اور صاحبِ عزت کی حاضری بالکل معدوم ہو گئی ہے۔ صرف ان لوگوں کا مجمع عیدین میں ہوتا ہے۔ مگر وہ ان بھی نماز کے قبل اپنے گروہ میں دنیاوی مشاغل سے خالی نہیں رہتے ہیں۔ آداب و عظمت مسجد کا جو کہ گھر ہے حشر کا (سورہ نور میں دیکھا جائے) وہ بالکل غائب ہو گیا ہے۔ لوگ وہاں بیٹھ کر مذاق۔ تفریح و مقدمہ بازی اور خانگی گفتگو وغیرہ کی ہوتی رہتی ہے علماء عاشق زار میں امامت کے لیے مگر اپنے منرض منصبی کی ادائیگی سے لاپرواہ ہیں۔ حرمت مسجد اور اُس کے آداب سے آگاہ کریں

شاید لوگوں کو خیال پیدا ہو جائے۔ مسجد کے متعلق ارشاد باری ہے وہ درج

کیا جاتا ہے۔ (سورہ جن، رکوع ۱۰)

وَإِنَّ الْمَسْجِدَ لَإِلَٰهِ فَتَلَّاتِ عُوَا

مَعَ اللَّهِ

أَحَدًا

اور یہ کہ مسجد بن اللہ کے لیے ہیں یعنی ہر مس

پکار و ساتھ اللہ کے کسیکو۔ صرت خدا ہی کا کیلا

ذکر ہوتا چاہیے۔

ایک نیا رواج پکڑا ہے چونکہ غیر اسلامی کا دائرہ بڑھتا جا رہا ہے اسی لیے

دین کے ذرائع کی منزلت چلی جا رہی ہے۔ اس زمانہ میں قرآن مجید کی حرمت

اور وقت بھی زائل ہوتی جاتی ہے اور افسوس ہے کہ قرآن پاک کی آیتیں

گراموفون میں بجائی جاتی ہیں۔ مثل گانے کے سُنی جاتی ہیں۔ اس کو علما نے

جائز رکھا ہے۔ جواب دیتے ہیں کہ بہت اچھا ہے۔ اس کے ذریعے لوگ

کلام پاک سُنتے ہیں ماشاء اللہ ان کی سمجھ۔ اب آسمان گرنے والا ہے اور

زمین پھٹنے والی ہے۔ اسی لیے ایسی باتیں دین میں شریک کی جا رہی ہیں۔

ناظرین کیا ایسے علماء صراط المستقیم کی رہنمائی کے لائق ہیں؟ جبکہ بے علم

لوگوں کی طرح یہ طبقہ بھی ویسے ہی ملوث ہو رہے ہیں۔ گویا رسم و رواج کی طرح

دین کے احکام بھی ادا کرتے ہیں۔ علم اور عمل دونوں ایک طرح کا نہیں ہے۔

بالکل ریاست ہے۔ یہ بجا ہو گا اگر ان کے عمل نیک کا بیان نہ کیا جائے۔ بعض علما

حکم خداوندی بجالاتے ہیں ساتھ تقریر کے۔ مگر وعظ ان کا کیا ہوتا ہے۔

بجائے احکام الہی کے سمجھانے اور نمائش کرنے و نیز واسطے عمل کے

وہ بھرا ہر حدیثوں اور مبالغوں سے پُر تقریر ہوتی ہے۔ اصلیت کو چھوڑ دیتے ہیں

اور فروعات پر زور دیتے ہیں اور وہ حدیثین جن کی صداقت کی سند مطلق نہیں ہو  
آیا انھوں نے بنایا۔ یا ان کے قبل کے استادوں کی حدیث ہے۔ بہت سی کتابیں  
ایسی پائی جاتی ہیں جنہیں حدیثوں کی حدیث ہوتی ہے۔ جبکہ قرآن مجید کے فہم کو  
لوگ بدل ڈالتے ہیں تب حدیثوں کا بدلنا تو بہت آسان ہے۔ قرآن مجید کا  
استعمال صرف دعا۔ تعویذ و عملیات کیلئے رہ گیا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے جس کے  
لیے بندوں کو عطا کیا اس سے بندگان خدا لا علم ہوئے ہیں۔ اور جہالت سے  
نافرمانی خدا کے مرتکب ہوئے۔ ایک مولانا کے وعظ کی اطلاع ہے کہ انھوں نے  
فرمایا زمانہ عشرہ محرم ایک حدیث کا حوالہ دیکر کہ جو شخص قبر کی شکل بنا کر قدر و اعزاز  
کرسے وہ ملعون ہے۔ مولانا کا مطلب تعزیر داری سے ہے۔ جس حدیث کا حوالہ  
دیا گیا کیا اس حدیث کے مولانا مذموم دار ہیں؟ جبکہ حدیث کی کتابیں نہیں پھینکتی ہیں تو  
ایک نئی حدیث اس میں جڑی ہوئی ہوتی ہے۔ یا حدیث کے الفاظ اور مطلب  
برے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے اصلیت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ حدیثین  
وہی سترہین جن کو تعلق یا لگاؤ کلام پاک سے ہے۔ بہت سی حدیثیں منافقین  
نے بھی بنا دی ہیں۔ وہ حدیثیں کتاب میں بھی درج ہو گئی ہیں۔ جو حدیثیں  
پوری تحقیقات سے لکھی گئی ہیں۔ جو کہ پُرانی کتابوں میں پائی جاتی ہیں  
وہی اعتبار کے قابل ہیں۔ اس زمانہ کے متائے چھاپہ خانہ کی  
حدیثوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ واضح ہے کہ حدیثوں کی زبان انحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں نہیں ہے۔ وہ مصنف کی زبان میں ہوتی ہے۔ اس لیے  
مفسرین آرائی ضرور ہوگی۔

قبر کے بارہ میں جو مولانا نے فرمایا درحقیقت قبر کی شرعاً کوئی شکل نہیں ہے جو کہ اس وقت اس ملک میں بنائی جاتی ہے۔ وہ انسانی ایجاد ہے۔ شرعی حکم قبر کے واسطے ہے کہ یادگار قائم کیا جائے۔ یہ حکم سورہ کہف میں اصحاب کہف کے بارہ میں رکوع ۴ میں اس قدر درج ہے: "وخاب گاہ اصحاب کہف کے مقام پر بطور یادگار ایک عمارت قائم کرنا چاہیے" اس آیت کو آگے جب قبر کا بیان ہو گا تب درج کیا جائے گا۔ اس آیت میں غور کیا جائے کہ خدائے تعالیٰ نے انسان کی عقل کو شکل یادگار عمارت کی بنانے کا اختیار دیا ہے۔ مختلف قوتوں میں اسلامی جگہوں میں مختلف شکل کی قبریں بنائی گئیں۔ مگر کسی طور سے شکل انسان میں نہیں بنائی گئی۔ ملک کی سیر کرنے سے دیکھا گیا ہے کہ مکانات کی بھیت بھی موجودہ قبر کے طور پر بنائی گئی ہے۔

تقریباً یہ جو قبر کی صورت بنائی جاتی ہے یہ فعل نمائشی یادگار زمانہ کے لیے ہے۔ تاکہ اس کے کرنے سے واقعہ کربلا کا اقتدار اور منزلت جماعت کے دماغ میں پیدا ہو۔ یہ فعل خلاف شرع نہیں ہو سکتا نہ بدعت میں داخل ہو سکتا ہے کیونکہ دین کے ساتھ نہیں ملایا گیا ہے۔ یہ ایک وقتی فعل ہے بعد ختم کے اس کو علیحدہ کر دیتے ہیں۔ اگر مستقبل بہ نیت پرستش کے رکھتے تو ضرور بدعت میں داخل ہوتا اور بہت پرستی میں شمار ہوتا۔

بعض علما قرآن مجید کی آیتوں کو اپنے دغظ میں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر لوگوں کے قلب میں اس قدر سیاہی یا زنگ بیٹھ گیا کہ ایسے مقام پر بیٹھنا جبر ہوتا ہے۔ اور سننے کی پرواہ نہیں کرتے۔ گویا ان کا دل ذکر الہی سے

پہرا ہوا ہے۔ اسی کو خدا نے فرمایا ہے۔ (سورہ زمر رکوع ۳۷)

جس کسی کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیا ہے  
وہ اپنے رب کے قریب رہتا ہے۔ پھر بڑا  
عذاب ہے سخت دلوں کے لیے جن کا دل خدا کی  
یاد سے پھر گیا ہے۔ یہی لوگ بالکل گمراہی  
میں ہیں۔

اَفَمَنْ مَّتَّحَ اللّٰهُ صَدْرًا لِّلْاِسْلَامِ  
فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَبِّهِ ط  
فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ فَمَلَّوْهُم مِّنْ  
ذِكْرِ اللّٰهِ اَوْ لَمَعَتْ فِىْ صُلٰلٍ  
مَّيْمُنٍ۔

افسوس ہے کہ علما نہیں دیکھتے کہ احکام الہی کی طرف سے لوگ ایسے سخت  
دل ہو گئے ہیں جو کہ اوپر ظاہر کیا گیا ہے۔ اسپر بھی مولانا صاحبان صرف حدیثوں  
کو پشت پناہ بناتے ہیں۔ اور اصل کو چھوڑتے ہیں۔ علما نے دین کو اس مذہب  
حالت میں بنا دیا۔ اب دنیا کو خراب کرنے کے اوپر پڑے ہیں۔ جمعیتہ العلماء  
قائم کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دست اندازی کرنا سیاسی امور بات میں یہ قابل  
غور ہے۔ اگر یہ علما ماہر دین ہیں تو ان کو لازم ہے دین کی درستگی کریں اور ملکی  
امور سے تعلق نہ رکھیں۔ بہت بڑا سوال ہے کہ یہ علما محافظ دین ہیں یا صرف  
اپنی ناموری چاہتے ہیں۔

تقریر مولانا۔ ایک مولانا کا (ذاتی تجربہ بیان کیا جاتا ہے)  
حکومت برطانیہ کو بڑا گذشتہ جنگ کیلئے آدمی اور روسپیہ کی ضرورت  
ہوئی اس کے لیے تمام جگہوں میں عام لوگوں کا جلسہ منعقد کیا جاتا تھا۔ اور تقریریں  
لوگوں کو حوصلہ دلانے کی کی جاتی تھیں۔ ایک مولانا صاحب خاص کر اس تقریر  
کے لیے طلب کیے گئے تھے۔ مولانا صاحب نے اپنی تقریر میں قرآن کی آیت پڑھی

وہ یہ ہے۔ اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاذْكُرُوا لَكُمْ مَعَكُمْ۔ اس آیت کے الفاظ سے میں نے لفظ کو چھوڑ دیتے تھے اور اپنی تقریر میں سمجھاتے تھے کہ تم مسلمانوں پر فرض ہے مدد کرنا اپنے حاکم کی۔ خدا نے کہا ہے کہ طاعت کرو خدا اور رسول کی اور بادشاہ ملک کی۔

اگر ان مولانا صاحب کو خوف خدا ہوتا تو بمطابق اس فرمان الہی کے لازم ہو گیا تھا سمجھانا کہ ترکی مسلمان بھائیوں کی مدد کرتے کے بجائے اس کے مولانا صاحب نے غیر مسلم بادشاہ کے مدد کرنے کی سفارش کی اور اصل حکم خدا کو درپردہ رکھا۔

لڑائی کے زمانہ میں حکومت کا حکم تھا کہ اپنی عبادت گاہوں میں فتح برتنے کے لیے دعا مانگی جائے۔ بموجب حکم۔ ہندوؤں نے اپنے مندروں میں جمع کر کے دعا کی مسلمان مساجد میں جمع ہو کر بعد نماز واسطے فتح غیر مسلم بادشاہ کی اور مسلم بادشاہ کے دعا مانگی گئی تھی۔ امام صاحب نے ساتھ جماعت کے فتح کی دعا غیر مسلم بادشاہ کیلیے مانگی۔ اس کا مطلب ہے کہ مسلم بادشاہ کو شکست ہو۔ اس زمانہ میں سیکرٹوں مولانا نے ایسا کیا۔ یہودی ایسا ہی کرتے تھے کہ لفظ کو توریت کے چھوڑ دیتے تھے۔ یا بدل دیتے تھے۔ بہتیرے فتوے بھی بنایا کرتے تھے۔ اسی طور سے مسلم مولانا کر رہے ہیں۔ فتوے بناتے ہیں غیر معتبر محدثوں کا حوالہ دیکر۔ قرآن کی آیتوں کا جس کی مثال ابھی پیش کی گئی ہے۔ یہ سب خرابیاں عام مسلمانوں کی لاعلمی ہے۔

اہل ذوق کی حالت جو کہ آخر صدیوں سے ظاہر ہو رہی ہے اس پر نظر انداز نہ



کی جاتی ہے۔ اہل دول بھی وجوہات زوال اسلام میں بہت بڑے رکن ہوئے  
 ہیں۔ اس ملک میں مسلمانوں کو دولت حکومت برطانیہ کے زمانہ میں حاصل ہوئی  
 زمینیں خریدیں۔ بہت سے مسلمان عہدہ دار ہو گئے اور رشوتیں لیتے تھے اور  
 اس سے جائیدادیں خرید کرتے تھے۔ وہ دو کثرتِ رعی طریقہ کی حصول نہیں تھیں۔  
 اسپر زیادتی یہ تھی کہ زکوٰۃ نہیں دیتے تھے۔ (اسی لیے جس طور سے حاصل ہوئی  
 اسی طور سے غائب ہو گئی) اور شکر یہ بموجب کم خدا سبحان نہیں لاتے تھے  
 سود غری اور سبجا اخراجات کرتے تھے۔ ناشکری خدا اور بد اعمالی کی وجہ سے  
 آہستہ آہستہ تباہی شروع ہوئی۔ اور ان کی صحبت کی وجہ سے معمولی مسلمان  
 بھی تباہ ہوئے۔ اس تباہی میں علما و پیر صاحبان الزام سے بری  
 نہیں ہو سکتے۔

**نعمتوں** | نعمتوں کے شکر سجالانے کا سبق اہل دول کو نہیں سکھایا۔ نادانیت  
 کی وجہ سے ناشکری اور نافرمانی خدا بڑھتی گئی۔ اہل دول زبان سے خدا کا شکر  
 ضرور نکالتے ہوں گے۔ مگر شکر خدا یہ نہیں ہے کہ جو آج کل انگریزی تہذیب میں  
 ہے۔ یعنی ہر بات میں زبان سے شکر کا لفظ نکالنا۔ (تھینک یو)۔  
 خدائے تعالیٰ زبانی لفظ کا شکر یہ نہیں چاہتا ہے۔ بلکہ دل سے نعمتوں کا شکر  
 ادا ہو۔ اور استعمالِ نعمت کا بموجب ہدایت خدا کے ہو۔ یعنی اپنے کو اور اپنے  
 دینی برادران کو سیدھی راہ پر چلنے کیلئے جو کچھ مالی صرف کی ضرورت ہو اسکو اپنے  
 مال سے کرے۔ تاکہ فرمانبرداری خدا کی پوری ہو اور منہیات سے بچتا رہے۔ عیش و  
 عشرت میں صرف بیجا نہ کرے۔ ناشکرمانی خدا اس زمانہ میں بطور حق

تلفی کے بلا خوف و غم نہ ہو رہی ہے۔ گویا خدا سے ڈھیٹ پن کی جاتی ہو۔  
پھر کیون خدا ایسی قوم پر غصہ نہ ہو۔ خدا نے فرمایا ہے واسطے نافرمان اہل  
دول کے۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲۰۔

وَلَا تَأْسَ دَنَا  
أَنْ خَلَيْكَ قَرْيَةً  
أَمْ نَأْمُرُ بِهَا  
فَنَفْسُهَا فِيهَا فَتَقَى  
عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَذَرْنَاهَا  
تَذَمُّعًا

اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں ہلاک (تباہ) کر دینے  
کو کسی جگہ کے تب لوگوں میں سے دو لقمہ  
(آسودہ گردہ) کو حکم کرتے ہیں تا بعد ازیں کرنے  
کو اور پر حکم خدا کے پھر جب بجا نہیں لاتا ہے۔  
(نا فرما تھی) تب پھر لازم ہوتا ہے اُن پر عذاب  
کرنے کا۔ یعنی جیسے اٹھا کر پھینک دینے کا۔

اس ملک کی موجودہ حالت اہل دول کی موجودہ صورت بہ بین  
حالت پیرس (کتنے فہر مسلمان دولت مند دن سے آباد تھے۔ اب  
ان کے مکانات ویرانے پڑے ہوئے ہیں۔ اس تباہی کی ابتدا محمد شاہ  
رنگیلے سے شروع ہوئی۔ اور پھر واجد علی شاہ لکھنؤ سے ایسا ہی ہوا۔  
درجہ بدرجہ دولتمندوں کی تباہی ہوتی گئی۔ جیسا کہ حالت امتِ عاد۔  
و ثمود۔ وہود و فرعون وغیرہ وغیرہ کی ہوئی۔ بخیرہ وہی حالت اس ملک  
ہندوستان میں موجود ہے۔ ان قوموں پر عذاب اچانک آیا اس امت  
محمدی پر عذاب آہستہ آہستہ آ رہا ہے۔ چونکہ زبانی کلمہ گو ہیں اسی لیے  
خدا کا رحم ہے کہ شاید اپنی درستی کر لیں۔ غور کیا جائے کہ  
دولتمندوں کی نافرمانی سے کیا ہوتا ہے۔ سارا ملک تباہ ہوتا ہے۔

**مشائخین و عامل** مالک خانقاہ پاکدہ نشین پیر۔ ایسی چیز یہود و نصرانی  
 میں بھی اور اب بھی بعض جگہوں میں موجود ہے۔ جس کو انگریزی میں  
 (مونیاسٹری) کہتے ہیں۔ ہر اسلامی جگہ میں موجود ہے۔ ترکوں نے  
 ابھی اس محکمہ کو توڑ دیا۔ یہ بطور پیشہ ہو گیا تھا۔ اور ذریعہ معاش کا  
 بنایا ہے۔ صورت آمدنی دین فردشی سے ہو رہی ہے۔ یہ لوگ  
 پیروہین بزرگان دین صاحب تصوف کے۔ بزرگان دین گذر گئے۔  
 مگر اپنا نام چھوڑ گئے۔ لیکن ان کا نام بگڑ رہا ہے ان ناموں کے  
 بدولت۔ اس قدر خاٹا ہین بن گئی ہین۔ علم دین کی حالت  
 بڑھتی گئی اور یہ گدی نشین پیر اس کا فائدہ اٹھانے لگے۔  
 اپنی پرستش کمرانی شروع کر دی۔ سلسلہ پیری و مریدی قائم  
 کر دیا۔ عوام الناس مُرید ہوتے ہین اور پیر صاحب فخر یہ بولتے  
 ہین کہ اس قدر تعداد مُریدان کی ہے۔ جتنی ہی زیادہ تعداد ہوا اتنا فخر ہوتا  
 ہے۔ جاہل سر یہ سمجھتے ہین کہ مرید ہونے سے اور پیر کی خدمت کرنے سے  
 بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔

آج کل کے بہترے مشائخ نے گدی بذریعہ مقدم بازی کے  
 حاصل کی ہے۔ مجھ کو بھی ایک گدی نشین کے لیے گواہی دینے  
 کا اتفاق ہوا تھا۔ یہ گدی نشین حضرت قبل گدی نشینی کے کھلم  
 کھلا بیجا دنیاوی کام کرتے تھے۔ اور اس کے بعد مرید کرنا شروع  
 کر دیا۔ مریدین سمجھتے ہین کہ خدا سے تعالیٰ کے نزدیک

بخشنائش کرادیں گے۔ ان خانقاہوں میں سالانہ عرس کی تقریب پڑھنے  
 بڑے جلوس نمائشی ہوتے ہیں۔ حال قال کی محفل گرم ہوتی ہے۔ جتنے لوگ  
 شریک ہوتے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں حال قال سے کہ عشق الہی کا اظہار ہے۔ خدا  
 جانتا ہے کہ یہ کس قسم کا عشق ہے۔ ظاہرہ بالکل مکاری کی شکل ہے۔  
 دھوکا عوام الناس کو دیکر حصول دنیا کیا جاتا ہے۔ عشق خدا اعمال کا مد ہے  
 حال قال سے کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ جب یہ عمل عمل الصالحات میں داخل  
 نہیں ہو سکتا۔ تو فعل عبرت ہے جس کسی کو عشق خدا حاصل ہو۔ سبحان اللہ  
 وہ شخص مقربین خدا میں ہے۔ اسی کو خدا نے تعالےٰ نے فرمایا ہے سورہ زمر  
 رکوع ۳۷ میں جس کا مطلب رنج کیا جاتا ہے۔

”جس کسی کا سینہ اسلام کے لیے اللہ نے کھول دیا ہے۔ پھر وہ شخص اپنے  
 رب کی روشنی میں ہے۔ پھر بڑا عذاب ہے جن کے دل سخت اللہ کی یاد سے  
 ہو گئے ہیں۔ پھر وہ صریحاً گمراہی میں ہیں۔ اللہ نے نہایت اچھا کلام (قرآن)  
 اتارا ہے۔ کیسا ان اور دھرائی ہوئی جن کو علم ہے۔ وہی لوگ اپنے رب سے  
 ڈرتے ہیں۔ اُن ہی لوگوں کے رد گٹھے احکامات کو منکر کھڑے ہو جاتے  
 ہیں اور پھر اُن کے جسم میں لغزش آنے لگتی ہے۔ اور ان کا دل اللہ کی یاد  
 کی طرف نرم ہو کر راغب ہو جاتا ہے۔ یہ قرآن کی ہدایت ہے جسے چاہتا  
 ہے وہ اسی کے ذریعہ ہدایت پاتا ہے۔“

اس احکام سے ظاہر ہے کہ قرآن کے جاننے والے کو عشق خدا حاصل ہوتا ہو  
 کیا حال قال کے فعل سے عشق خدا حاصل ہوتا ہے؟ اب دریافت طلب ہے

دعا مانگی اپنے چچا ابوطالب کے لیے صحت کے واسطے۔

اس غیر استعمال قرآن کا نتیجہ یہ ہوا کہ ناکامیابی کی وجہ سے بے عقیدگی قرآن مجید کی طرف سے پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ مگر چونکہ قرآن کی عظمت و بزرگی دلوں میں قائم ہے اس لیے اس کو بھی ایک شے پرستش کی بنیادی ہے۔

اس مقام پر پہچان ہو گا اگر ایک واقعہ کا تذکرہ کیا جائے۔ ایک پیر کے رشتہ دار واسطے تحصیل آمدنی شہر دن میں گھوم رہے تھے۔ پیر صاحب کے مدین جگہ یہاں انکی ہمانی ہوتی تھی۔ مجھ سے بھی وہ ملاقات کے لیے آگئے۔ ان کے ساتھ ایک شخص اور بھی تھے انہوں نے پیر صاحب کے اوصاف کو بیان کیا۔ پیر صاحب کے پیشین گوئی کا واقعہ بیان کیا کہ جو کچھ پیر صاحب کسی کیلئے کہتے تھے وہی ٹھیک ہوتا تھا۔ پیر صاحب کے رشتہ دار نے کہا کہ لوح محفوظ ان کے سامنے ہوتا تھا۔ اس لیے باتیں سچ ہوتی تھیں۔ یہ نمونہ ہے "پیران نمی پرند و مردیان می پرانند" کا

بوجہ جہالت دین علم کے لوگوں کا اعتقاد ایسی باتوں پر بہتیم۔ اور پیر پرست لوگ اس کا فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ بوجہ جہالت کے خیال میں نہیں آتا ہے کہ کسی نبی کو یہ قوت لوح محفوظ کے دیکھنے کی نہیں تھی۔ اس لیے کوئی شخص غیب کو نہیں بتا سکتا ہے۔ سولے خدائے تعالیٰ کے۔ تو بزرگان دین کو کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔

ایک شخص آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی غیب کی بات کو دریافت کیا حضور والا نے فرمایا کہ اگر یہ قوت مجھ کو حاصل ہوتی تو میں اپنے آئندہ بڑے پہلے کو جانتا۔ اگر یہ قوت خدا نے عطا کرنا تو اتنا بڑا واقعہ

کر بلا کا نہ ہونے پاتا۔ صحبت میں اتفاق سننے کا ہوتا ہے کہ پیروں کا اشتہار دیتے ہیں کہ فلاں پیر کے مریدوں کی تعداد لاکھوں کی ہے۔

**عایل** انہیں پیروں کے طبقہ سے ہوتے ہیں۔ جو کہ پیشوا عامل کے جاتے ہیں۔ ان کا پیشہ عمل دعا۔ و تعویذ۔ فلیتہ کے زور سے معجزات کو کھلاتے ہیں اور غیبی فائدے پہنچاتے ہیں۔ ان کے چند اعمال بیان کیے جاتے ہیں۔

تعویذوں کے ذریعہ سے مدعا پورا کراتے ہیں۔ تعویذ دیتے ہیں کہ پانی میں گھول کر پیا جائے تاکہ حصول مدعا ہو۔ تعویذ کبوتر کے گردن میں یا ندھ کر کبوتر اڑاتے ہیں تاکہ خدا کے پاس پیغام پہنچائے۔ چسپراغ میں نقش بنا کر اور نقش کا فلیتہ بلایا جاتا ہے تاکہ اس کی روشنی سے فرشتہ کا ورود ہوئے۔ پیر صاحب ہا بیڑی میں دعا کا نقش بنا کر دیتے ہیں کہ اس میں پانی رکھ کر پیا جائے۔ تاکہ بیماری تپ دق کی اچھی ہو جائے۔ حالانکہ ان ہی پیر صاحب کی لڑکی اسی بیماری میں مبتلا تھی اور مر گئی۔ لیکن اس کو پیر صاحب اچھا نہ کر سکے۔

گنڈا کمر میں عورت کو باندھنے کے لیے دیتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے اولاد پیدا ہو۔ یا مرد کا رجحان اس کی طرف زیادہ ہو۔ دریا میں عرضی و درخت بانی جاتی ہے۔ دریا میں کھڑے ہو کر عمل پڑھا جاتا ہے۔ اسی طور سے ہندو بھی ایسا کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اسی قسم کے بہتیرے رسم و رواج اعتقاد جاری ہیں۔ انہیں باتوں سے جھلا بہت خوش ہوتے ہیں۔ بہتری کتابین اس قسم کی بات زارین ملتی ہیں۔ اس کے مطابق لوگ اعتقاد اعلیٰ کرتے

ہیں۔ مگر ان کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ خدائے تعالیٰ مومن پر بہت مہربان ہے۔ مومن کے لیے اوصاف حمیدہ و تائبانہ دین دیے ہوئے ہیں۔ وہ اوصاف بہت آسان ہیں۔ اسی اوصاف کو آنحضرت صلیعم نے برت کر دکھا دیا۔ تاکہ امت اُسی کی پیروی ہے۔ ماسوا ان کے جتنی باتیں ہیں سب دین کے ساتھ ملا دی گئی ہیں۔ اس لیے مصنوعی ہے۔ احکامات کے اندر نہیں آتے ہیں۔ یہ حال قال کس طرح سے دین میں داخل ہو سکتا ہے۔ یہ ہرگز عمل صالح نہیں ہے۔ تب صرف لہو و لہجے میں جس کو دین کے ساتھ شریک کر دیا ہے۔ اور دین کی غارتگری کے موجب ہوئے ہیں صرف حیات دنیا حاصل کرنے کے لیے۔ گذشتہ صدیوں میں دوسرے ممالک دنیا میں اسی طور سے مونا سٹری (خاتقاہ) کا زور تھا۔ قبل نبوت کے عرب میں بھی تھا۔ آنحضرت صلیعم نے ان ہی باتوں کو نیست و نابود کیا۔ اور ان سے دیکھ کر اہل کتاب نے بھی اٹھاڑ دیا۔ اگرچہ بعض مقام میں رومن کتھلیک فرقہ میں موجود ہے مگر زور نہیں ہے۔

نہایت خوشی کا مقام ہے کہ انگریزی تعلیم کی وجہ سے تعلیم یافتہ گروہ کو اس کی طرف اعتقاد نہیں ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ آئندہ نسلوں کے زمانہ میں یہ بدعت خود بخود دفن ہو جائے گی۔

دین اسلام بہت سہل مذہب ہے۔ اسی مذہب کی کتاب حصول دین دنیا دونوں کو سکھاتی ہے۔ اور حکم کرتی ہے دونوں راہوں پر سیدھا چلنے کو ہی راہ کہتے ہیں یہ صرف قانون ربانی و ہدایات رسول سے حاصل ہوتی ہے۔

اسی راہ پر سونے سے خدا اور رسول خوش ہوتے ہیں۔

**تعویذ** | اس میں بہت بڑی غلط فہمی ہو رہی ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ تعویذ میں کلام اللہ ہے۔ اس میں بڑی طاقت ہے۔ مگر خدا کے کلام کو بھولتے ہیں۔ خدا کا حکم ہے کہ میرے سامنے عاجزی کرو۔ تضرع کرو۔ اپنی درخواست کرو دعا میں۔ کیا اس تعویذ کے ذریعے حکم کی تعمیل ہوتی ہے؟ مان اپنے بچے کو دودھ نہیں دیتی ہے جب تک بچہ چیخ کر روتا نہیں ہے۔ اسی طور سے خدا بھی اس نے بندگان سے یہی چاہتا ہے۔ تعویذ سے یہ بات نہیں حاصل ہوتی ہے۔ نبی کریم نے کبھی نہیں تعویذ عطا کیا۔ وہ زبان سے دعا کے الفاظ پڑھتے پڑھتے۔ یا الفاظ کو پڑھ کر جب کہ ادھر پھونک دیتے تھے۔ اگر تعویذ کو ضروری سمجھتے تو ضرور عطا کرتے۔

**دعا کی قبولیت** | اس سرخی کے اندر آئندہ کے اوراق میں تفصیل ہے مگر یہاں پر بھی سمجھنے کے لیے بیان کیا جاتا ہے۔

خدا کے تعالے نے بہت سی دعائیں کلام مجید میں عنایت کی ہیں جنکے لیے خدا کا دلی شکر ہے۔ ان دعاؤں کو خدا کے تعالے نے مثالین دے کر اپنے بندوں کو عنایت کیا ہے اور بڑے بڑے وعدے کیے ہیں اور وعدے بالکل سچے ہیں اور سچ بتا کر تیرہ سو برس تک دکھلا دیا۔ بہتیرے بزرگان دین نے اپنا تجربہ کر دہ فوائد کو ہر سورہ اور بہتیری آیتوں کے لیے لکھ دیا ہے بیشک کلام پاک بہت بڑی قوت کی چیز ہے۔ خدا نے کہا ہے۔ ہذا کتاب آیتنا مایہ فیہا یتجھون (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)



بڑی برکتیں اس کے مطابق چلو اور ڈرو شاید جسم ہو۔ حصول دنیا اور  
 دین دونوں کے لیے۔ لیکن کن کے لیے؟ قاسقون اور گمراہوں کیلئے  
 نہیں ہے۔ اس زمانہ میں لوگ اعتقاد دنیاوی بھلائی کے لیے استعمال کرتے  
 ہیں گمراہیوں میں جلتے ہیں۔ کلام پاک کا تصور نہیں ہے۔ مگر موجودہ مسلمانوں  
 کے باطن کا تصور ہے۔ جبکہ دل و دماغ متاثر ہو رہا ہے۔ بڑائیوں سے  
 اور بد پرہیزی منہیات اور نافرمانیوں سے اور ایمان گندگی سے بھرا  
 ہوا ہے۔ پھر کیونکر خدائے تعالیٰ ایسے شخص کی دعا قبول کرے گا۔ اور  
 وہ مستحق ہو سکتے ہیں۔

نا فرمانی احکام گویا نفاق ہے مَرَدُّوْا عَلَی النَّفَاقِ۔ تب دینے والا  
 خود شکار کی طرف کیونکر متوجہ ہو سکتا ہے اور خدا لاپرواہ ہے۔ رَدِّتْ  
 غَیْثُ وَّ ذُو النَّحْمَةِ۔ بیشک دعا کلمہ گو کی ضائع نہیں ہوتی وہ جمع ہوتی رہتی  
 ہے۔ جب تک اس دعا کو کا دل و دماغ توبہ و اعمال سے اصلاح پر آجاتا ہے  
 وہ زکی اور طاهر ہو جاتا ہے تب وہ دعا مفید ہوتی ہے۔

مقبولیت دعا کے لیے خدائے تعالیٰ بھی اپنے دنیاوی نظم کو دیکھ کر دعا  
 قبول کرتا ہو۔ مگر خدائے تعالیٰ اُسی دعا کو قبول کرتا ہے جو کہ اس کے موافقت میں ہو  
 خدائے تعالیٰ کو وہ تفسیر ہے کہ جس نعمت کے لیے انسان دعا مانگا کرتا ہے  
 اگر دیا جائے تو اسکا بڑا استعمال کر لے گا۔ یہی مصلحت خدا ہو دعا کی غیر مقبولیت کے  
 بارہ میں۔ یہ بھی واضح ہے کہ خدا اسی کی دعا قبول کرتا ہے جو کہ وہ پوری  
 اطاعت میں خدا و رسول کے زندگی کو بسر کرتا ہے۔ مثلاً

بیان کیا جاتا ہے کہ والدین اپنی اولاد والائے کو کبھی پسند نہیں کرتے ہیں۔ اسی لیے اپنے عطیہ کو بند کر دیتے ہیں۔ ایسا ہی خیال کیا جائے کہ جو شخص فسق و فجور میں مبتلا ہے اور خدا کو ناخوش کیے ہوئے ہے تو خدا کیوں کر اسکی دعا قبول کر سکتا ہے۔ کلام پاک کی دعاؤں کی برکت ویسی ہی ہو گئی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تبرکات کا بکس۔ جس بکس کی برکت سے بنی اسرائیل بیت فائدہ اٹھاتے تھے۔ جبکہ بنی اسرائیل میں ہر شتم کی بُرائیاں آگئیں تب اس بکس کی برکت غائب ہو گئی۔ اس بکس کو فرشتے گندہ مقام سے اٹھا کر لے گئے۔ بجنسہ یہی حالت اس وقت مسلمانوں کی ہو رہی ہے۔ دعائیں پڑھنے والے کو فائدہ نہیں پہونچتا ہے۔ یا جس کے لیے دعا مانگی جاتی ہے وہ اس کے لائق نہیں ہے۔

مقام افسوس ہے کہ جس قدر علم و واقفیت اس زمانہ میں ہے وہ اگلے زمانہ میں نہ تھی۔ مگر لوگوں کا خیال باطنی ایمان سے پڑھا۔ اُن میں کسی طرح کی ریاکاری نہ تھی۔ خوفِ خدا ہر حالت میں پیدا ہوتا رہتا تھا۔ اور اسی وجہ سے خدا خوش تھا۔ اور لوگ دعاؤں سے فائدہ اٹھاتے رہتے تھے۔

قبل از اسلام قریش بھی خدا کو مانتے تھے۔ حج کرتے تھے۔ طواف کرتے تھے۔ کعبہ کی پرستش کرتے تھے۔ بُت بھی کعبہ میں رکھے ہوئے تھے۔ ان کی بھی پرستش کرتے تھے۔ ان ہی بتوں سے اپنی بجنشائش اور بھلائی کی سفارش کرتے تھے۔ اب اس زمانہ میں بعض بُت کے قبر بزرگانِ دین کی بنا دی گئی ہے واسطے سفارش کے۔ اور پیر بنائے جاتے ہیں واسطے بجنشائش کے

اسی کو خدا نے تعالیٰ نے فرمایا ہے سورہ زمر رکوع ۵۷ میں۔

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ  
دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ  
قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا  
يَكُونُونَ شَيْئًا وَلَا  
يَعْقِلُونَ قُلْ لِلَّهِ  
شَفَاعَةُ جَمِيعًا

کیا اللہ کے سوا کچھ دے ہو شفاعت (بخشائش) کے لیے۔ کہہ اے نبی! کیا وہ کچھ اختیار رکھتے ہیں کسی شے کا اور نہ وہ عقل رکھتے ہیں۔ کہہ اے نبی! ساری شفاعت (بخشائش) اللہ کے اختیار میں ہے۔

مشائخین کا بڑا اثر اور قدر ہے۔ اگر یہ مشائخین اپنا فرض منصبی سمجھتے تو کلام پاک کے احکام کا سبق دیتے رہتے اور بُرائیوں سے پرہیز کراتے رہتے۔ تب بہت بڑی تبلیغ اسلام کی اور اسکی درستگی کی ہوتی۔ اور خدا کے سامنے بڑا درجہ حاصل کرتے۔ مگر ایسے کہاں ہیں۔ دنیا کی لذتوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جس قدر بُرائیاں عام لوگوں میں سر پیش شدہ سے ہوتی ہیں غیر مرید شدہ سے نہیں ہوتی ہیں۔ بوجہ خیال خام کے کہ پیر بخشائش کر دین گے۔ ہلکا جو کہ زیادہ تقلید کرنے والے ہیں اُن ہی سے بُرائیاں پھیل رہی ہیں۔

مسلمان بھائیو! اپنے پیر پر کھڑے ہو۔ پیر کا سہارا اس زمانہ میں کچھ کام نہ آئے گا۔ خدا کی اطاعت کرو اور اس سے مانگو۔ اس حکم الہی کو جو کہ سورہ ہود میں ہے خوب یاد رکھو۔

اللہ ہی کو علم ہے آسمان و زمین کے  
غیب کی باتوں کا اور کل کام اللہ ہی کی نظر  
وَاللَّهُ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ  
وَاللَّهُ يَجْمَعُ الْآمِرَ مَعَهُ

فَاعْبُدُوهُ وَتَوَكَّلْ  
عَلَيْهِ طَوْعًا وَرَبًّا  
عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

رجوع ہوتا ہے۔ پھر خدا ہی کی عبادت  
کرو۔ اور اسی پر بھروسہ کرو۔ اور اللہ  
پے خبر نہیں ہے جو کہ تم کرتے ہو۔

## زوال ایمان کا آغاز

اصلی ایمان کیلئے تصدیق بالقلب کی ضرورت ہے۔ یعنی یقین کا ملہ  
ہونا چاہیے۔ اس کی ہستی کیلئے یقین ایسا ہو کہ اس میں ضرر۔ و نقصان  
تکلیف و ایذا پہونے کے پھر بھی اپنے یقین سے نہ ہٹے۔ یا کسی قسم کا تعلق  
یا نفع برخلاف یقین کے سامنے آئے اُس کی طرف راغب نہو۔ یہی  
ایمان تصدیق بالقلب ہے۔ یہی اگلے زمانے کے لوگوں کا ایمان  
تھا۔ خدا تعالیٰ اسی کو دیکھتا ہے۔ یہی اسلامی ایمان جو اس زمانہ کے  
مسلمانوں سے غائب ہو گیا ہے۔ غیبی خدا کا خوف جاتا رہا۔ کلام پاک  
جو مادری زبان میں نہیں ہے اس کے احکام سے ناواقفیت ہے۔ اور جو  
جانتے ہیں ان کی کوشش نہیں ہے واقف کرانے کی۔ اس لیے  
بے توجہی احکام کے ساتھ ہوتی گئی۔

برائیوں کی طرف بلاؤ کا دھڑ راغب ہوتے گئے۔ لذات دنیا کے  
زیادہ خواہشمند ہو گئے۔ نعماء الہی کا بُرا استعمال کرنے لگے۔  
بُرائیاں کرتے چلے گئے۔ اس قدر کہ بُرائیوں کو بُرائیاں نہیں سمجھنے لگے

جتنی بُرائیاں انسان کرتا ہے اتنا ہی دھبہ سیاہی کا قلب پر جمتا ہے۔ یہاں تک کہ گناہ کرتے کرتے خدا کی نافرمانی عیب نہیں معلوم ہوتی۔ خدا نے فرمایا ہے۔ (سورہ مریم رکوع ۷۷)

زنگ لگا ہوا ہے ان کے دلوں پر اپنے  
فل کی وجہ سے کہ دلوں کو جو کہ گمراہی  
میں ہیں۔ پھر مدد کرتا ہے خدا اسی گمراہی  
میں پڑے رہنے میں انہیں۔

یہی زنگ عام زبان میں ”سیاہی“ ہے جو کہ قلب پر جمتے جتے قلب کو  
سیاہ اور سخت بنا دیتی ہے۔ اسی کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”دل  
سخت ہو گیا ہے“ خدا تعالیٰ اسی بُرائی کی طرف مدد کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے  
آگاہ کر دیا۔

- (۱) لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ - (۱) نہیں ہدایت کرتا ہے فاسقوں کی۔  
(۲) لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ - (۲) نہیں ہدایت کرتا ہے ظالموں کی۔  
(۳) لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرُونَ - (۳) نہیں ہدایت کرتا ہے کافروں کی۔

ان فرمانوں کے مطلب پر خوب غور کرنا چاہیے۔ یعنی قوم بدکار یا نافرمان  
یا کافر کو ہدایت نہیں دیتا ہے۔ یعنی راہ نہیں دکھاتا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے  
(سورہ توبہ)

پس حلال بناتے ہیں اللہ کی حرام کی  
ہوئی چیزوں کو اپنے بُرے اعمال ان کو

فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ طَرِيقًا  
لَّهُمْ سَوَاءٌ أَعْمَلُوا بِهٖ

بجائے معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ قوم سنکر کو | وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ  
سیدھی راہ نہیں دکھاتا ہے۔ | الْكَافِرِينَ -

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے -

خدا تعالیٰ کتنوں کو گمراہی میں چھوڑتا ہے | يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًاۙ  
اور کتنوں کو راہِ راست پر لاتا ہے۔ | يَهْدِيۡ بِهٖ كَثِيْرًاۙ  
لیکن خدا ان کو چھوڑتا ہے گمراہی پر جو کہ | وَمَا يُضِلُّۡ بِهٖۤ اِلَّا  
بدکار ہیں۔ | الْفٰسِقِيْنَ ۝

اس زمانہ میں یہی حالت مسلمانوں کی اور اللہ کو سب کی واقفیت ہے  
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان ضرور سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ مگر اصلاح  
کی طرف توجہ نہیں کرتے یہاں تک کہ رنج - غم - مصیبتوں - ناکامیوں  
میں مبتلا ہیں اور ہوتے جاتے ہیں۔ اور خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ مگر قبول  
نہیں ہوتی۔ جبکہ قلب پر سختی زنگ کی جھی ہوئی ہے اس پر بھی اس زنگ  
کو ہٹانے کی کوشش نہیں کرتا۔ پھر کیونکر امید کی جاسکتی ہے۔ کہ خدا  
تعالیٰ ایسے لوگوں کی طرف توجہ کرے۔ یہ غیر ممکن ہے کہ ہاتھ اٹھا  
کر خدا کے سامنے سائل ہوں اور محروم رہیں۔ خدا حکم کرتا ہے اپنے  
بندے کو وَاَمَّا الدُّعَاۤئُ فَلَا تُنْفَعُ۔ پس بہر حال سوال کرنے والے  
کو مست رو کو یا نہ چھڑ کو نہ مایوس کرو۔

بیشک ہم لوگوں کا قصور ہے۔ خدا نے حکم دیا ہے دعا مانگو ہم قبول

کرینگے۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے جو کہ خدا حکم دے اور اسکو پورا نہ کرے (سورہ صفت میں خدا نے کہا ہے۔

سے ایمان والو وہ بات کیون کہو جس کو کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ بڑا گناہ ہے۔ جو تم کو اور اسکو نہ کرو۔

پھر خدا اتنا تعالیٰ نے کہا ہے اسکو بھی غور کرنا چاہیے۔ اَوْفُوا بِعَهْدِي (اَوْفُوا بِعَهْدِي كُفُّوا)۔ تم وعدہ پورا کرو ہم اپنا وعدہ پورا کریں۔ صاف ظاہر ہے کہ ہم لوگ بُرائیوں کی وجہ سے اور باطنی بیماری کی وجہ سے بدکردار دیون میں گرفتار ہوئے ہیں۔ اصل چیز ایمان کیلئے تصدیق القلب ہے اور وہ تہا ہے اس کی سے بالکل ظاہر ہے (سورہائدہ رکوع ۵)

سے پیغمبر ﷺ اللہ علیہ وسلم منعم مت ہوئے علی سے جو کہ دوزخ سے ہیں کفر کی طرف سے وہ لوگ منعم سے کہتے ہیں ایمان رکھتے ہیں مگر دل سے ایمان نہیں رکھتے اس لئے کہ دل میں ایمان نہیں ہے۔

ان سب وجوہات کو ملا کر دیکھا جائے کہ تمام مسلمان امراض باطنی میں مبتلا ہیں۔

## امراض باطنی

باطن کیا چیز ہے؟ اسکے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ باطن کو تعلق

خیالات سے ہے۔ جو کہ اہلی رکن انسان کا ہے۔ خیالات ظاہری اور اندرونی ہوتے ہیں۔ بیان پر خیالات اندرونی سے مطلب ہے۔ ظاہری خیالات جو کہ زبان سے گفتگو ہوتی ہے۔ اندرونی خیالات جو کہ اندر دماغ میں ہیں۔ ظاہری اور باطنی خیالات کے متفق ہونے سے اس کو مکاری کہتے ہیں۔ دنیاوی مسائل میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے ایسے شخصوں کو خطاب منافقین کا دیا ہے۔ وجہ کیا ہے کہ اندرونی مطلب دنیاوی خواہشات کا ہے جو فعل کرتا ہے اسکا مقصد حصول اپنے خواہشات کا ہے اور یہی فعل خدا کے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔ اس فرمان الہی پر غور کیا جائے۔ اَلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَوْضِعٌ لِّاِنْ كُنْ يَخْرِجُهمُ اللّٰهُ اَصْحَابُ هٰمٍ لَّوْكَ سَجَّتَہُمْ ہن جن کے دل میں بیماری نفاق کی ہے کہ خدا ظاہر نہ کرے گا عداوت کو (سورہ نسا رکوع ۷۷)

اَلَّذِينَ كَفَرُوْا اِلٰی لَدُنِّ مِیْن  
یَرْجِعُوْنَ اَھْلَہُمْ اَمَّنُوْا  
بِاٰزِلِ الْاٰیٰتِ وَمَا اُنْزِلَ  
مِنْ قِبَلِکَ یُزِیْدُوْنَ  
اَنْ یَّتَّخِذُوْا اِلَیْہِ  
الطَّاعُوْنَ وَقَدْ اَمَرُوْا  
اَنْ یَّکْفُوْا بِاَیْہِہِ  
وِیُزِیْدُ الشَّیْطٰنُ

(۱) کیا تمہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کو جن کو دعوت تھی کہ تیرے اوپر جو کتاب اتری ہے اور جو پہلے کتاب اتری تھی ان سب پر ایمان ہے۔ چاہتے ہیں اپنے مطلب کیلئے شیطان کی طرف رجوع ہونا۔ حالانکہ حکم قرآن میں ہے اس سے دور رہنے کا اور شیطان چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اور



بہکا کر ہٹا دے اسلام کی سیدی

راہ سے۔

(۲) جب انسان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی آیتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طہنر آؤ لینے جو ستر آن میں مکم ہے اور رسول جو ستر ماتے ہیں اُسکے مطابق کرد و تدیکہ یہ منافق کیسا بھاگتے ہیں۔ ان کا دل نہیں چاہتا ہے کہ اسکے مطابق کریں۔

أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا  
بُعِيدًا  
وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ  
تَعَالَوْا إِلَى مَا  
أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى  
الْوَسْطَىٰ سَأَيِّتُ  
الْمُنْفِقِينَ يَعْصُونَ  
عَنْكَ  
صِدْقًا

بیشک مسلمان ظاہری عبادت کرتے۔ اور خدا کا نام ضرور لیتے ہیں اور لیتے رہتے ہیں۔ مگر یہ دل کی صدا نہیں ہے۔ بلکہ صرف یہ زبان کی آواز ہے عبادت الہی درحقیقت ایمان ہے اور اعمال صالح کا نام ہے اور وہ باطنی توجہ سے ہوتی ہے۔ جبکہ باطن امراض نجاست سے آلودہ ہے۔ تب ایسی عبادت بیکار ہے۔ خدا تعالیٰ ایسی عبادت کی پرواہ نہیں کرتا ہے عبادت کیلئے عمل صالح مہیات سے پرہیز۔ احکام الہی کی پابندی۔ ان ہی باتوں میں بیماری آگئی ہے۔

انفوس اور دوزخ کا مقام ہے کہ ایمان مرض الموت میں جان کنڈنی کی حالت میں آگیا ہے۔ اور ہم لوگ کا نفس ملک الموت کا کام کر رہا ہے صحت حاصل کرنے کی کوئی فکر اور خواہش نہیں۔ اپنے عارضہ کو پالتے جا رہے

ہیں۔ تندرستی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کی قدر دل میں نہیں پیدا ہو رہی ہے۔ علاج ہاتھ میں موجود ہے۔ اگر پرہیز کے ساتھ علاج کیا جائے تو تندرستی ضرور حاصل ہوگی۔ تندرست رہنے سے خدا کے وعدوں کے مستحق ہوتے ہیں۔ اور ان ہی وعدوں سے اگلے زمانہ کے لوگ جس کو تواریح بیان کر رہی ہے فیضیاب رہتے تھے۔ خدا کا وعدہ مسلمانوں کی امداد اور بھلائی کا کثرت سے ہے۔ چند فرمان الہی کو بغرض یاد دہانی درج کیا جاتا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے خاص بنایا ہے واسطے کہ تَنْتَوُخَّرُ اُمَمٌ اُخْرٰی جَبَتْ لِلنَّاسِ کے لیے خدا نے فرمایا ہے۔

ہم اچھی جگہ دین گے تم کو دنیا میں اور بیشک آخرت میں بہت بڑا بدلہ ملے گا۔  
 نُبَوِّحُ فِيْ لَدُنِّيَا حَسَنَةً وَّ لَا تُجْرِمُوْا خَيْرَ اَكْبَرُ۔

(۱) اللہ کا وعدہ ہے ایمان داروں کے لیے اور عمل صالح کرنے والوں کے لیے بخشش اور بہت بڑا بدلہ خدا کے پاس ہے۔  
 (۱) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مَغْفِرَةً وَّ اَحْسَنَ اَعْظِمًا ۝

(۲) ایمان والوں کے قبول کرتا ہے نیک عمل کو اور ان کے اوپر اپنا فضل زیادہ کرتا ہے۔  
 (۲) يَسْتَجِیْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَّ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ۔

(۳) مَجْرُحُهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا  
وَزَيْدٌ مِّنْ فَضْلِهِ -

(۳) بدلہ دیتا ہے اللہ اچھے کام کا اور زیادہ  
کرتا ہے اپنے فضل سے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۴) وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ يَا نَّ  
لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا  
كَثِيرًا -

(۴) بڑی خوشی مومنوں کیلئے ہے کہ  
اللہ کا فضل بہت زیادہ ہے اُن  
کے لیے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۵) الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ  
لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ  
الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ  
لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ هُوَ  
قَوُّ الْعَظِيمِ

(۵) وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہوں اور خدا  
کا خوف رکھتے ہوں ان کیلئے بہت  
بھلائی ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت  
میں۔ خدا کے حکم میں رد و بدل نہیں ہے۔ یہی  
بہت بڑا مراد کو پہنچنے کا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۶) لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن  
بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ  
نِيرَتُهَا عِبَادِيَ  
الصَّالِحُونَ ۝

(سورہ انبیاء)

(۶) بعد نصیحت کے زبور میں بیان کر دیا حکم  
دے دیا ہے بیشک نیک بندے یعنی عمل  
صلاح کرنے والے زمین کے مالک ہوں گے  
یعنی مملکت کریں گے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۷) كَانَ حَقٌّ عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ

(۷) خدا پر فرض ہے مومنوں کا مدد کرنا۔

(۸) وَيُصَوِّرُكَ اللَّهُ تَصَوُّرًا  
عَزِيزًا

(۸) اللہ کی مدد بہت بڑی مدد ہے  
تمہارے لیے۔

(۹) إِنَّا لَنَنْظُرُ وَرُءُوسَنَا  
الْبَاقِينَ (۱۰) مَنْ أَمَنُوا فِي الْحَيَاةِ  
الدُّنْيَا وَتَقْوَىٰ  
الْآخِرَةِ

(۹) ہم اے لیے مدد کرتا ہے رسول کا  
اور اُن لوگوں کا جو کہ ایمان رکھتے ہیں  
اس دنیا کی زندگی میں اور اس کی  
شہادت دیتے ہیں۔

(۱۱) الَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ  
الدُّنْيَا حَسَنَةً

(۱۰) وہ لوگ جو کہ اچھا کام کرتے ہیں دنیا  
میں بھلائی ہے اُن کے لیے۔

(۱۱) وَعَدَ اللَّهُ  
حَقًّا

(۱۱) وعدہ خدا کا نہایت ٹھیک اور  
سچ ہے۔

(۱۲) إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ الْمَبْعَادَ

(۱۲) تحقیق کہ خدا کا وعدہ نہیں بدلتا ہے۔

(۱۳) وَعَدَ اللَّهُ لَا يُغَيِّرُ اللَّهُ وَعَدًا  
وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ  
يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنْ

(۱۳) وعدہ کیا ہے اللہ نے کہ وعدہ حتمی  
نہیں کرے گا۔ اور لیکن اکثر لوگ نہیں  
سمجھتے ہیں۔ اسی وعدہ کو۔ سمجھتے ہیں وہ

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ  
عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ  
غٰفِلُونَ ۝

لوگ جو کہ دنیا کی زندگی میں دیکھتے ہیں اور  
دہی لوگ اپنی آخرت سے غافل  
ہیں۔

(۱۴) تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ  
تَكُلُوْنَ الْكِتَابَ ط

(۱۴) تم بالکل بھول جاتے ہو جو کہ تم قرآن  
میں پڑھتے ہو۔

(۱۵) فَاَمَّا يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ فَاِنَّ هٰذَا  
قُلُوْبُكَ عَلٰی سِدْرٍ وَّ لَا هُمْ  
يَعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا  
كَذٰۤا بُرَاۤا بِاٰیٰتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ  
النَّارِ

(۱۵) جبکہ آئی تمہارے پاس مجھ سے ہدایت  
تب ان کیلئے کوئی ڈر نہیں ہے اور نہ وہ  
ٹھکین ہو گئے۔ جن لوگوں نے انکار کیا اور  
جھٹلایا ہمارے احکامات کو پس وہ لوگ  
دوزخی ہیں۔

(۱۶) تَزِيْدُ زِينَةَ الْحَيٰوةِ  
الدُّنْيَا وَلَا تُطِيْعُ مَنْ اَغْفَلْنَا  
قَلْبًا عَنْ ذِكْرِنَا وَاَنْتُمْ  
هَوَاۤا لَهُ وَاَنْتُمْ  
فُرُطَا ۝

(۱۶) چاہتا ہے دنیا کی زندگی کی زینت  
اور نہ اطاعت کر ان کی جسکے قلب کو ہم نے  
غافل کیا اپنی یاد سے اور وہ تابعداری کرتے  
ہیں اپنے جی کے خوشی کی ان کا سب کام  
خراب ہے۔

(۱۷) فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ  
رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا  
صَالِحًا۔

(۱۷) پھر جو کوئی امید رکھے ملاقات کی  
اپنے رب سے پھر کام نیک کرے مطابق  
قرآن اور رسول کے۔

اتنے دفعات قانون صرف یاد دہانی کے لیے درج کیے گئے ہیں۔ مگر مسلمان  
زیادہ تعداد میں ان دفعات سے لاپرواہ ہو رہے ہیں۔ بوجہ بیماری باطنی کے۔  
اب علامات بیماری پر بحث کی جاتی ہے۔ واسطے آسانی فہم کے۔ اسلامی ایمان کا  
فلسفہ جو کہ تعلق رکھتا ہے اصول حکمت کے ساتھ اسکا بیان کیا جاتا ہے۔

## بیانِ علمِ حکمت

### مذہبی فلسفہ کے ساتھ

مصنف علمِ حکمت سے پوری طور پر باہر ہے۔ اور حکمت کو جو تعلق مذہب کے  
ساتھ ہے اس کو علیحدہ بیان کر دینا بہتر ہے۔ کہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ خدائے  
تعالیٰ نے پتلا انسان کا بنایا اس میں اسکو اعضائے اندرونی و بیرونی سے  
آراستہ کیا اور ہر عضو کا اپنا اپنا فعل واسطے پتلی کی روانی کے مقرر کر دیا  
تاکہ ہر پرچہ (ہر عضو) پتلی کا خود بخود چلتا ہے۔ فلسفہ مذہب کو دو حصوں سے  
تعلق ہے وہ بیان کیا جاتا ہے۔ ۱۰۹۸

ایک سر۔ دوسرے سینہ۔

سرا سرین بھی یاد مانغ یا منغ ہے۔ اور سینہ میں قلب یا دل ہے۔ سر گردن کے اوپر کے حصہ کو کہتے ہیں جس میں اتنی چیزیں ہیں۔ کھوپڑی۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ منہ۔ کھوپڑی سب کے ادھر ہے۔ بیرونی طور پر ہر شخص کا مختلف شکل میں ہوتا ہے۔ اس کے اقسام میں ہر شکل کی کھوپڑی کا درجہ ذہانت شکل کے مطابق ہوتا ہے۔ کھوپڑی کی شکلیں بہت سی ہیں۔ ان شکلوں کے نام کا ترجمہ کرنا مشکل ہے۔ اس لیے پورے طور سے بیان بیان نہیں ہو سکتا۔ بہر حال بہت لوگ خاص کر نئی روشنی کے تعلیم یافتوں کو دیکھی ہوگی۔ اس لیے کوشش کرتا ہوں کہ کچھ تحریر کروں۔

کھوپڑی کی شکلیں | (۱) گول ہر چار طرف سے۔ (۲) آگے سے اور پیچھے سے چپٹا۔ (۳) لانا گول۔ (۴) گیند کی شکل۔ (۵) آگے سے کھوپڑی اٹھی ہوئی۔ (۶) پشت پیچھے سے دبی ہوئی۔ (۷) پیچھے سے گول اٹھی ہوئی۔ آگے سے پست۔ (۸) دونوں طرف سے دبی ہوئی اور بیچ میں اٹھی۔ ہر چار طرف سے کھوپڑی بڑی اور سڈول۔ یہ بہترین کھوپڑی ہے۔ جتنے بڑے لوگ گزر گئے یا موجود ہیں ان کی کھوپڑی اسی طور کی ہے۔ ذاتی معائنہ سے ظاہر ہو جائیگا۔ انہی شکلیں بیان کر دی گئی ہیں۔ ان کا کسی جہم میں مسائرتہ کیا جائے تو انکی ذہانت اور فطانت کی حالت معلوم ہو جائے گی۔

غرض کہنے کی یہ ہے کہ جنہی شکلیں بیان ہوئیں ان کے درجہ ذہانت کا ان کے

مطابق ہوتا ہے۔ ہر شخص کی ذہانت یکساں نہیں ہے۔ موافق شکل کے ہوتی ہے جیسی شکل ویسی ہی ذہانت ہوتی ہے۔

**دماغ** | دماغ کھوپڑی کے اندر مقیم ہے وہ چار حصوں میں تقسیم علیحدہ علیحدہ ہے۔ ایک سامنے کا حصہ "پیشانی" دوسرا حصہ "کنپٹی" کی طرف چوتھا حصہ پچھلی کھوپڑی میں ہے بقیہ کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر حصہ کا فعل علیحدہ علیحدہ ہے جو کہ اپنی اپنی کارگزاری سلنے پر خود بخود کرتے رہتے ہیں۔ سامنے کا حصہ یعنی "پیشانی" مقدم ہے۔ نبی "ماکھ" ہے بقیہ حصہ محکوم ہیں کنپٹی کے طرف کے حصہ میں مرکز ہے۔ ہر اعمال اور افعال مثلاً چلنا پیر سے چلا جاتا ہے۔ مگر سامنے کے حصہ سے حکم صادر ہوتا ہے۔ اور کنپٹی کے حصہ میں اس کا مرکز ہے وہ محکوم ہے۔ وہ پیروں کو چلاتا ہے۔ پانچویں چیز وہ ہے کہ اس دماغ کے پچھلے حصہ میں ایک لافا گودا جو کہ ریڑھ کی ہڈی کے اندر مقیم ہے۔ ان سبھوں کا تعلق بذریعہ تاروں کے جاسے سکے ہے۔ اور سبھوں کا فعل خبر ہو نچانے کا ہی ایک دوسرے کو خبر ہو نچا کر مٹے ہیں واسطے برآمد اپنی کارگزاری کے بھیجا پھٹکیوں سے بنا ہوا ہے۔ جو کہ نغمی ہے صرف خرد ہیں (مایکروس کوپ) سے دیکھتے ہیں۔ بقیہ ان کے نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ پھٹکیاں بشکل نقطہ ہیں۔ ہر چار طرف ان کے نوکین نکلی ہوئی ہیں۔ انہیں نوکوں کے ذریعہ سے لگاؤ جسم کے تاروں کا ہے جو کہ خبریں دیتی رہتی ہیں نہایت مختصر دماغ کے خاص حصہ کو بیان کیا ہے۔ اس میں زیادہ دگیں ہیں جن کا بیان نہیں کیا گیا۔ اور دوسری چیزیں دماغ کے اندر رگیں ہیں یہ خون کی



رگین ہین جس کے ذریعے غذا دماغ کو ملتی ہے۔ دوسری رگین احساس کی ہین جو کہ تمام جسم اندرونی اور بیرونی اعضا میں مثل بجلی کے تاروں کے تقسیم ہین اور ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہین اپنا اپنا فعل کرتی رہتی ہین۔ یہ احساس کی رگین ہین۔ تھوڑی سی پھلے حصہ دماغ سے نکلی ہین۔ ایک رگ احساس کی جس کا نام (ویس) ہے اس کا ترجمہ اردو میں مجھ کو نہیں ملا۔ اس لیے انگریزی زبان میں لکھ دیا ہے۔ یہ پھلے حصہ سے نکلتی ہے۔ اسکی بہت سی شاخین ہین۔ بہ نسبت تمام بدن کے رگوں میں یہ رگ بہت بڑی اور بہت مقدم ہے۔ اپنے فعل میں اس کی شاخین قلب بھپیچر اور نرخرہ معدہ۔ زبان میں پہنچی ہوئی ہے۔

**سینہ** | سینہ کے بائیں طرف قلب یا دل ہے۔ شکل اس کی مثل کلی یا غنچہ کے ہے اس میں چار خانہ ہین۔ انسان غذا کھاتا ہے اور خون بنتا ہے وہ خون کسی دوسرے ذریعے سے قلب میں آتا ہے۔ یہ خون کا خزانہ ہے جہاں خون خالص اور خون غیر خالص پہنچتا ہے اس کی ایسی ہی حالت ہے جیسے گل کا پانی۔ ایک مقام میں خراب پانی آتا ہے اور صاف ہو کر دوسری جگہ جاتا ہے وہ پینے کے لیے بذریعہ نل کے تقسیم ہوتا ہے ویسے ہی قلب کو سمجھ لیا جائے جیسے پانی زندگی کے لیے ضروری ہے گو یا زندگی کا دار و مدار قلب پر ہے اور قلب سے خون کی رگین نکلی ہوئی ہین تمام جسم میں غذا دینے کو۔ نبض خون کی رگ جو کہ ہر وقت اچھلتی رہتی ہے بوجب حرکت قلب کے۔ اب مختصر طور پر علم طبیعیات بیان کیا جاتا ہے۔

**افعال عضو** ہر جاندار کے بقا کے وجود کے لیے دماغ بہت بڑا عضو ہے۔ لفظ دماغ

جو کہ عام فہم ہے سر کے سامنے کے حصہ میں ہے۔ یعنی پیشانی کے کھوپڑی کے اندر مقیم ہے۔ جس کو زبان علم تشریح کے (سیری بریم) کہتے ہیں۔ وہی حصہ کل اعضا پر بادشاہ یا حاکم ہے اور باقی اعضا محکوم ہیں۔ اس کا فعل خیالات کو اگانا یا پیدا کرنا ہے۔ جب قدر فلسفیانہ امور انسان کے ہوتے ہیں اسی دماغ سے ہوتے ہیں۔ درجہ خیالات کا بموجب قوت دماغ کے ہوتا ہے۔ مثلاً توجہ یا رہمان۔ خواہشات۔ تیزی وغیرہ کا وجود اسی درجہ کی رو سے ہے اور ذہانت بموجب حجم اور مقدار نیچے کے ہوتی ہے۔ اگر کھوپڑی کے اندر نیچے کی بناوٹ میں سختی یا جامد بہترین ہیں تو ذہانت اور خیالات بھی بہترین ہوتے ہیں۔ کھوپڑی کی ذہانت پر غور کیا جائے۔

**بھیرپی** بھیرپی کے سر کے اندر بھیجا یا مغز بہت نرم اور ڈھیلہ ہوتا ہے۔ اس کی بناوٹ بہت کمزور ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ جانور کل جانوروں میں بے وقوف جانور ہے۔ یعنی درجہ ذہانت اس میں نہیں ہے۔ اس کی کنپٹی کے مغز کی طرف لانا۔ سفید۔ زندہ کیرا ہوتا ہے۔ اسی لیے یہ جانور اپنے سر کو ایک طرف جھکائے رکھتا ہے۔ اس جانور کی بے وقوفی کی حالت ایسی ہے کہ اگر ایک بھیرپی کنوین میں گر پڑے تو سب کیے بعد دیگرے کنویں گر پڑیں گی۔ یہ مثل بھیرپی یا دھسان کی مشہور ہے۔ یعنی اظہار بے وقوفی۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ یہ خود ذاتی سمجھ نہیں رکھتی ہے یعنی دماغ میں قوت نہیں ہے کہ بھلے اور برے کی شناخت کر سکے۔ صرف دیکھ کر عمل ہوتا ہے۔

اس تشیل سے دماغ کے قوت کی اصلیت کا اندازہ ہر شخص پر ظاہر ہو جاتا ہے

یعنی بھیجے کی بناوٹ و جاؤ و سختی پر عقل۔ ہوشیاری۔ تیزی۔ سستی وغیرہ دیکھی جاتی ہے۔ ہر شخص کے ذہانت میں اختلاف رہتا ہے۔ کوئی شخص بہت ذہین ہے کوئی معتدل ہے۔ کوئی کند ذہین ہے کوئی بہت سست ہے۔ جس شکل کا سر ہوتا ہے ویسا ہی ذہن ہوتا ہے۔ تجربہ سے ظاہر ہے کہ کچھ نہ کچھ دماغ میں کسی کے نقص ضرور ہوتا ہے۔ اور قوت سمجھ کی مطابق ذہن کے ہوتی ہے۔ بمطابق ذہانت کے خیالات پیدا ہوتے ہیں اور خیالات بالکل پوشیدہ ہوتے ہیں جس کو باطن کہتے ہیں۔ ان کے مطابق عمل میں لایا جاتا ہے اور انتہا کام خیالات کا عمل سے ظاہر ہوتا ہے۔

اعتقاد یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی شے کی طرف رجحان سے یا علمی تجربہ سے یعنی عقلاً و فہماً دیدہ و دانستہ کسی فعل کے ظہور میں آنے سے خیال کو منبجھ کرتا ہے یہ خلقی شے نہیں ہے۔ بلکہ اسکی پیدائش بنانے سے ہوتی ہے۔

یہ صرف ذاتی خیالات ہیں۔ برہوں یا نیک۔ جس طرف جہان خیالات نفس کا کیا جائے یا مجھکا یا جائے اسی طرف جھکتا ہے۔ اس کے خیالات میں بڑی قوت ہے۔ اسی کو نفسیات کہتے ہیں۔ (سانی کالوچی)

قلب کی تشریح و فعل جو کہ حکمت میں کام آتی ہے قبل کے صفحہ میں بیان کر دی گئی ہے۔ زندگی و موت و تندرستی قلب کے فعل پر منحصر ہے۔ اسکا فعل ماسول اسکے اور بھی ہے۔ جس کا ترجمہ انگریزی زبان سے ہندو دی یا محبت کیا جاتا ہے۔ دوسرے عضو سے بالکل ملا ہوا ہے جبکہ دکھ یا تکلیف کسی عضو کو پہنچتی ہے تو قلب کو ضرور اثر پہنچتا ہے۔ یہ اکثر رنگوں کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے۔

دوسرا فعل بیرونی خیالات سے تعلقات رکھتا ہے۔ جو کہ دماغ سے پیدا ہوتا ہے۔  
یعنی خوشی و رنج و غم و محبت و اعتقاد یہ سب قلب تعلق سے رکھتے ہیں۔

یہ رگ جو قلب میں بیان کی گئی جس کا نام (وگیس) ہے۔ تار ہے درمیان قلب و دماغ کے اسی تار کے ذریعے دماغ اور قلب کا فصل ایک ہو جاتا ہے۔ مثلاً خوشی و رنج و غم میں قلب کی حرکت میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ انسان معلوم کرتا ہو اُس کے اثر کو اپنے قلب کی جانب مگر یہ فعل حقیقت میں دماغ کا ہے۔ خداوند کریم نے تمام اپنے کلام پاک میں لفظ قلب کا استعمال کیا ہے۔ دماغ کو کہیں نہیں فرمایا ہے مگر طبی علم سے اصل چیز دماغ ہے۔

دماغ ہی اصل بادشاہ ہے تمام جسم کے اعضا کا دماغ ہی حکم صادر کرتا رہتا ہے۔ بذریعہ احساس کی رگوں کے جس سے فعل ہو تا رہتا ہے۔ جس کسی کا پیدائشی دماغ کا کوئی حصہ کمزور بنا ہے ویسا ہی عمل اُس کا ہوتا ہے۔ اگر سامنے پیشانی کا حصہ مغز کمزور و نرم بنا ہے جیسا کہ بچوں کے سر میں دیکھا گیا ہے۔ یا پیدائشی کمزور دماغ کا آدمی جس کو فاعل عقل کہتے ہیں خیال و عقل ایسے کمزور دماغ والے کا ایسا ہوتا ہے کہ جس طرف رجحان دلا یا جائے اس کام کو بجنسہ کرتا رہیگا۔

پھر دوسرا یہ جاتا ہے کہ اصل چیز دماغ ہے۔ اس کا فعل خیال ہے جس سے دینی اور دنیاوی عمل ہوتے ہیں۔

جو قوت حکم خدا سے ماں باپ کا نطفہ رحم مادر میں ملتا ہے تب پھٹکی  
ہستی قلب خون بن جاتی ہے اور اُس خون کی پھٹکی میں تین مخفی اشیا شامل  
ہوتی ہیں۔ ایک زندگی دوسری روح تیسری ایمان۔ اس خون کی پھٹکی سے سب

پہلے قلب انسان کی مشینری میں بنتا ہے خون مادر کی غذا سے۔ غرض کہ قلب آسودہ ہے تین چیزوں سے زندگی۔ روح۔ ایمان۔

جنکی دنیاوی زندگی ہوتی ہے وہ پیدا ہوتے ہیں اور قبل پیدائش کے جنم پتر یعنی دفتر قسمت بن جاتا ہے وہ لوح محفوظ میں درج ہو جاتا ہے۔ دنیاوی زندگی کی مدت مقرر شدہ ہوتی ہے اس مدت کو انسان گزارتا ہے بعد مرنے کے روح اپنے مقام کو چلی جاتی ہے وہاں قیام رہتا ہے آخرت کے ہونے تک۔ ایمان ہر انسان کی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی ایمان پر امتحان یا آزمائش دنیاوی زندگی میں ہوتی رہتی ہے۔ بہت آسان ہے منہ سے کہ دینا ہم ایمان والے ہیں۔ اسی کی پروردگار جانچ کرتا ہے آیا سچا ہے یا جھوٹا ایمان ہے۔ آزمائش کے طریقے مختلف ہیں۔ خدا صبر و شکر کو دیکھتا ہے یہ دونوں باتیں دل سے حاصل ہوتی ہیں جیسا دنیا کا عمل ہوگا ویسا درجہ آخرت میں پاؤں گا۔ مومن کی آزمائش خدا تعالیٰ بہت سختی سے کرتا ہے بہ نسبت مشرک و کافر کے۔ یہ سختی مومن کیلئے اسلیے کہ راہ راستی پر ہوں اعمال دنیاوی میں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش ہر قرآن پڑھنے والے کو معلوم ہے کہ کس قدر دولت مند و اہل و عیال کے ساتھ تھے۔ ایک بارگی جان سے مال سے اہل و عیال سے ایسے ہو گئے کہ شہر سے شہر والوں نے نکال دیا صرف بی بی ساتھ تھیں وہ بھی تھوڑے دنوں کے بعد چھوڑ دی گئیں۔ بی بی کیلئے شہم کھائی مارنے کیلئے پھر ایک بارگی انکی قسمت نے ایسا پلٹا کھایا کہ انکے مال و دولت و اولاد و تعلقات از دواج ایسے ہوئے جو کہ قبل میں نہ تھے۔ خدا نے بھاڑ و پاتنگے دیے کہ اپنی جو رو کو

مار و تاکہ قسم اُتر جائے۔ یہ مثال خدا نے قرآن میں بیان فرمائی اس لیے کہ بندہ جانے امتحان قلب اور صبر کو کہ کیونکر رحمانی امتحان میں اپنے رحمانی خدمات کو بجالا سکے۔  
 اَمْتَحَنَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ فُتُوْکَہُمْ لِلتَّقْوٰی اللّٰہ امتحان کرتا ہے قلب کا کہ ایمان کی پرہیزگاری ہے یا نہیں۔

**مرکز** مغز مقام ہے مختلف مرکوزوں کا۔ جتنے عضو کے فعل ہوتے ہیں انہیں مرکزوں سے حکم ہوتا رہتا ہے۔ یہ مرکزوں کی جگہیں علیحدہ علیحدہ مغز کے اوپر کے حصہ میں ہیں۔

مرکز خیال کا جو کہ آگے کے حصہ دماغ میں ہے وہاں سے خیال کا ابھار ہوتا ہے۔ مغز میں قوت اُبال کی یعنی جوش دلانے کی ہے۔ اور دوسرا فعل انقباض کا یعنی روک تھام۔ جیسے انجن میں پانی جوش کرتا ہے اسکے زور سے انجن دوڑنے لگتا ہے۔ اس کے چلانے اور روکنے اور آہستہ کرنے کی کبھی چلانے والے کے اختیار میں ہوتی ہے تاکہ اسکو حد میں رکھے۔ دماغ میں یہ قوت خیال کو دیگئی ہے وہی اعتدال میں رکھتا ہے۔ یہی دونوں مرکز یعنی اُبال و انقباض ہر امر میں اپنا عمل کرتا رہتا ہے۔ مثلاً قلب کو چلانے کیلئے اُبال کا مرکز کام کرتا ہے۔ اس سے قلب کی حرکت بہت تیز ہو جاتی ہے۔ مگر انقباض کا مرکز اپنا فعل کرتا ہے۔ دونوں ملکر قلب کی حرکت کو اعتدال میں رکھتے ہیں۔

خیالات کے بھی درجے ہیں۔ مثلاً بچہ کا خیال جیسے جیسے بڑھتا جاتا ہے ویسے ہی ویسے اسکے خیال میں بھی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اسی طور سے خواندہ و ناخواندہ و تعلیم یافتہ و غیر تعلیم یافتہ کے خیالات میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے جتنی زیادہ

واقفیت حاصل ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ دائرہ خیالات کا پھیلتا جاتا ہے۔  
**قلب** (غلاف) پڑ گیا۔ قلب سخت اور پتھر ہو گیا۔ قلب پر زنگ آ گیا۔ یہ  
 سمجھا جاوے کہ قلب پر غلاف کیونکر پڑیگا۔ قلب میں سختی کیونکر آئے گی۔ قلب میں  
 زنگ یا سیاہی کیونکر آئے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قلب اصطلاحاً استعمال  
 کیا گیا ہے۔ اصل شے خیال ہے۔ ہر ملک کی زبان میں خیال کو لفظ قلب سے ظاہر کیا  
 ہے۔ اسی طور سے خدا نے قلب نے بھی سمجھانے کے لیے اصطلاحاً استعمال کیا  
 ہے۔ اسی خدا نے قلب کو بنایا ہے اور دماغ کو بھی بنایا ہے۔ وہ تو ہر اک کے فعل  
 سے واقف ہے۔ مگر چونکہ عوام الناس کو سمجھانا ہے۔ اس لیے عام طور سے خیال  
 کیلئے لفظ دل کا استعمال کیا۔

## مخفی اشیا

انسان کی زندگی میں مخفی اشیا کے لیے علم ہے یقین کرنے کا یَوْمِ یَقِیْنُ بِالْغَیْبِ  
 ایک ظاہرہ شے ہے دوسری خفیہ۔ ظاہری شے ساری دنیا کی موجودگی ہے  
 جو کہ نظر کے سامنے ہے اور علم طبیعیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کیونکر دنیا کی مشین خود  
 بخود چلتی رہتی ہے۔ ایک بہت بڑی قوت جو کہ آنکھ کے سامنے موجود نہیں ہے  
 وہ اس مشین کو چلا رہی ہے یہ وہ قوت ہے کہ جس کی ہستی کو خود خدا نے تعالیٰ نے  
 بہت کافی طور سے کلام پاک میں ثابت کر دیا ہے۔ اور کسی کی مجال نہیں ہے کہ زبان  
 کھول سکے۔ خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَحْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ اَللّٰهُ لَا اُنْبِیْکَ بِہِ اَحَدًا

فرشتہ کا وجود عقلی دلائل سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ علم حکمت سے ثابت ہوتا ہے۔  
 خداے تعالیٰ کا حکم ہے کہ یقین کرو اس کے حکم کو بجالانا حتمی و لازمی ہے بلاشبہ  
 و بلاشک وہ فرماتا ہے۔ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَآمَنَ بِعِلْمِهِ وَالتَّوْبَةِ وَالْمُحْسِنِينَ  
 انسان کی فطرت دریافت طلب ہے کفر و شرک کا وجودگی قبل از آدم علیہ السلام ہے  
 پھر یہ معلوم ہے کہ کوئی شکل خاص نہیں ہے۔ اور ہر شکل میں بحکم خدا ظہور میں آ جاتے  
 ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ یہ ایک قوت خداے تعالیٰ کی خاص ہے۔ جیسا کہ  
 ہوتا ہے ویسا ہی ظہور فرشتہ کا ہوتا ہے۔ فرشتہ گویا ایلیٰ خدا کا ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ  
 دنیا میں فرشتہ واسطے انتظامات کے مقرر کیا گیا ہے جو کہ ہر پانچ سو برس میں تبادلاً  
 ہوتا رہتا ہے۔ اس کی اصلیت کو خدا جانتا ہے عقل کام نہیں کرتی ہے۔ مگر ضرور  
 مان لینا چاہیے۔ پانچ سو برس میں دنیا میں تغیر بہت ہوتا ہے۔

یہ ایک خیال خاص ہے جو کہ صرف نبیوں کو ہوتا ہے۔ معمولی انسان اس سے  
 وحی محروم کیے گئے ہیں۔ یہ ایک خیال روحانی ہے جو کہ دماغ میں خداے تعالیٰ  
 اپنے حکم سے ابھارتا ہے وہی حکم خداے تعالیٰ کا نبیوں کے دماغ میں پیدا ہوتا ہے  
 یہاں پر سوال یہ ہوتا ہے کہ عام خیال میں اور روحانی خیال میں جو کہ حکم سے  
 خدا کے ہوتا ہے کیا فرق ہے۔ جو وقت وحی کی آمد ہوتی تھی اس وقت ایک  
 قسم کا احساس سارے جسم میں نبی کے پیدا ہوتا تھا اس سے فرق معلوم ہو جاتا تھا۔ وہ  
 احساس ایک قسم کی سننا ہٹ یعنی خفیف خنکی جیسے کسی رگ سے ملا کر اگر بجلی لگائی  
 جائے تو اسی قسم کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اسی کو خداے تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جو  
 لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اُنکے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یعنی سننا ہٹ



بدن میں پیدا ہوتی ہے۔ جسوقت خدا کا ذکر ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ خدا تعالیٰ آگاہی کا احساس پیدا کر دیتا تھا۔ تاکہ خبردار ہوں۔  
اس کی موجودگی بھی بنیائی میں نہیں ہے مگر خدا تعالیٰ نے سورہ  
**شیطان** اعراف رکوع ۷ میں فرمایا ہے۔

ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہاری صورت بنائی۔  
پھر فرشتوں کو آدم کے سجدہ کا حکم دیا۔ سواے  
ابلیس کے سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔  
لَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ نُفُوسًا مَّوَدَّكُمْ ثُمَّ قُلْنَا  
لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا  
إِلَّا ابْلَيسَ ط

اللہ نے اس سے پوچھا۔ میرے حکم کے بعد تجھے کس نے سجدہ کرنے سے باز رکھا۔ وہ بولا کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے بنایا اور اس کو خاک سے بنایا ہے۔ اللہ نے کہا۔ بہشت سے نکل۔ (اس پر رے رکوع کے پڑھنے سے شیطان کی پوری حقیقت معلوم ہو جائے گی)۔

یہی شیطان ہے کہ انسان کے خیالات کو بُرائی کی طرف رجوع کراتا ہے۔  
سورہ اعراف رکوع ۷۔

پس دوسرے یعنی خیال دلا یا شیطان نے۔  
فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ ط

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان کی رسائی دماغ میں نہیں ہے مگر اس کے فعل کے ساتھ ہے۔ یعنی خیال میں ہے۔

تحقیق کہ شیطان تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے۔  
إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ط

خیالات بُرے یا بھلے دماغ سے نکلتے ہیں۔ شیطانی خیال بھی دماغ ہی سے صادر ہوتے ہیں۔ خیال کیلئے مرکز دماغ میں اُبھارنے کا اور انقباض کا موجود ہے

بُڑے یا بھلے کا تفرقہ خیال کے مرکوزوں سے تعلق رکھتا ہے۔ جب بُرائی کی طرف  
دماغ کا رُجھان ہوتا ہے۔ اسی لیے بُرائی کا خیال پیدا ہوتا ہے اور بُرا فعل واقع  
ہوتا ہے۔ اسی کو خدا نے کہا ہے: **مُورَةُ اَعْرَافٍ** میں۔

فساد میں نہ ڈالے تم کو شیطان اور مکر نہ کرے تم سے | **لَا يَفْتَنُكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا اخْرَجَ**  
جیسا کہ تمہارے ماں باپ کو بھلوا یا تھا۔ | **اَبَوَيْكُمْ**۔

خدا نے فرمایا ہے کہ ”جو شخص شیطان سے دوستی رکھتا ہے اس پر شیطان  
کو بالکل سوار کر دیتے ہیں اور وہ اپنی راہ پر چلا جاتا ہے۔“ جو شخص بُرائی کی طرف راغب  
ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک قوت خدا ہے جس کو انسان کے  
خیالات کے ساتھ کر دیا ہے۔ جیسا کہ فرشتہ قوت خدا ہے واسطے بجالانے احکام  
الہی کے ویسے ہی شیطان بھی قوت ہے بُرے لوگوں کے لیے جو کہ بُرائی کی طرف  
مائل ہوتا ہے۔ برا اور بھلا فعل کا کرنا انسان کا اختیاری امر ہو۔ اگر خیال کی روک  
تھام کرے تو بُرائی سے رک سکتا ہے۔ مگر جس وقت خدا دیکھتا ہے کہ اس کا رُجھان  
بالکل بُرائی ہی کی طرف ہے ڈھیل دیتا ہے تاکہ خوب بُرائی کرے۔ یعنی اُسکے  
خیال کو بالکل اُسی طرف راغب کر دیتا ہے۔ اگر اُسکے دل میں خوف خدا ہو تو بُرائی  
کو بُری نظر سے دیکھے۔ تو اس وقت خدا بُرائی کے کرنے سے روکتا ہے۔

مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام بچہ زلیخا کا قصہ ہے کہ زمانہ ہونے پایا۔ شیطان  
کا اثر اُن کے خیال میں نہ ہونے پایا۔ چنانکہ وہ اس فعل کو بُرا سمجھ کر راغب نہ ہوئے  
اور شیطان کے دھوکے میں نہیں آئے۔ شیطان کی موجودگی ایسی ہی ہے جیسے  
فرشتوں کا وجود۔ قبل میں صرف سب فرشتے ہی تھے۔ مگر ابلیس کی بہودگی سے

شیطان کا گروہ قائم ہوا۔ ابلیس اور خدائے تعالیٰ کے درمیان گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان کا بھی مغنی وجود ہے۔ مگر راندہ درگاہ ہے۔ لغت ہے شیطان پر۔ شیطان نے باجائز خدا اپنی غیبی ہستی کو قائم رکھا ہے۔ تا قیامت رہے گا اور پکارتا رہے گا۔

ربِّمَا آغْوَيْتَنِي لَأَسِيَّ كَهْمُ فِي الْأَرْضِ  
وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ

سے پروردگار تو نے ہم کو بھکایا ہم بھی آدمیوں کو  
دنیا میں آراستگی دکھلا کر گمراہ بنا کر بنی آدم کو  
تیرے سامنے لا دیں گے۔

نہایت سچ ہے کہ یہ زمانہ بالکل ایسا ہی ہے۔ بالکل شیطان کی عمارت ہے۔  
روح بعد مرنے انسان کے روعیں عالم برزخ میں ہوتی ہیں یعنی مغنی یا لاعلمی  
میں انسان کے ہوتی ہیں جس کی اطلاع خدا نے دی ہے۔ علیین جسکے  
لغوی معنی بلندی کے ہیں۔ اور سجین جسکے لغوی معنی قید خانہ کے ہیں جو کہ نیچے  
ہے۔ روعیں کافروں اور گنہگاروں کی سجین میں رکھی جاتی ہیں۔ یہ ایک پتھر  
ہے جو کہ اوپر دوزخ کے ہے۔ یہ نیچے ساتویں طبقہ زمین کے ہے۔ مومن کی روعوں کو  
فرشتے لے جاتے ہیں علیین کو جو کہ اوپر ساتویں آسمان کے ہے وہاں تا قیامت ہستی ہیں  
روح کی حقیقت دریافت کرنے کیلئے پروردگار کا حکم امتناعی ہے۔ بلکہ اپنے  
رسول کو فرما با کہ سوال نہ کرو۔ یہ خاص علم دانستگی قادر مطلق کی ہے۔ سورہ  
بنی اسرائیل رکوع عطا میں ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي

پوچھتے ہیں احوال تجھ سے روح کا۔ کہو روح حکم  
رب کا ہے (احوال خدا جاننا ہے) اور کوئی اس

وَمَا أَوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ  
إِلَّا قَلِيلًا

دافن نہیں ہے۔ اور نہیں دی تم کو عقل سمجھ کی  
مگر تھوڑی ضرورت کے مطابق۔

مصنف کہتا ہے خدا کا حکم غور اور فکر کرنے کا ہے (يَتَفَكَّرُونَ) یہ ایک پوشیدہ  
نکتہ شناخت کا ہر جاندار جانور کے ساتھ تا زندگی کرد یا گیا ہے یہ حکم خدا ہے۔  
مادی چیز نہیں ہے کہ نظر کے سامنے لائی جاوے یا دریافت کی جاسکے۔ جب  
جاندار دنیا میں آتا ہے تو اس کی زندگی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور بعد موت اس  
سے نکل جاتی ہے۔ اور خاص مقام پر مقیم ہوتی ہے۔ اس خاص مقام کا نام برزخ  
ہے۔ سورہ مؤمنون رکوع ۷۷

وَمِنْ ذَٰلِكَ عَمِلَتْ بَرَزَخًا إِلَىٰ يَوْمِ  
يُجْعَلُونَ۔

لوگوں کے مرنے کے بعد ایک عالم برزخ ہے جس میں  
ثاقیامت رہنا ہوگا

مختلف روحوں کی شناخت کے لیے ایک خاص نکتہ شناخت ہونا چاہیے۔ اس  
نکتہ شناخت کا مقام بعد موت ثاقیامت آباد رہنے کے لیے ایک مقام مخفی بنایا  
جس کا نام خدا نے "برزخ" رکھا ہے (دنیا و آخرت کا درمیانی مقام)  
یعنی انسان کی نظر سے آڑ۔ یا پردہ اور بحالت زندگی اسی نکتہ شناخت کے ذریعے  
ہدایات راہ راست کی انسان پاتا ہے بیشک یہ ایک قوت انسان کے ساتھ  
کی گئی ہے۔ اس کا مقام انسان کے جسم میں کہاں ہے۔ چونکہ یہ مخفی قوت اتنی ہے  
اس لیے ظہور میں لائی نہیں جاسکتی ہے۔ عقلاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ انسان کی زندگی  
قلب سے ہوتی ہے اور زندگی کے ساتھ کیا گیا ہے یہ ایک خفیہ شے کہاں پر مقیم ہے  
قلب میں لا معلوم ہے چونکہ مادی نہیں ہے۔ تب صرف ایک قوت یہ نکتہ شناخت کا

جو کہ خدا کے علم اور حکم میں ہے۔ سورہ زمر رکوع ۷۵ اُردو ترجمہ۔ آیت ستر آنی۔  
خُذْ لَہٗ نَاقَۃً لِّمَا لَہٗ مِنْ نَّفْسٍ مَّوْتٍ ۚ وَرَکَّۢہُا ۚ وَرَکَّۢہُا ۚ وَرَکَّۢہُا ۚ وَرَکَّۢہُا ۚ وَرَکَّۢہُا ۚ  
روح کو بھی غیند کی حالت میں بلالیتا ہے۔ پھر حکم موت جن پر صادر کر چکا ہے انہیں تو  
روک رکھتا ہے اور جن کا وقت مقررہ موت کا نہیں آیا ہے اُن کی روحیں واپس  
کر دیتا ہے (گو یا روزانہ ایسا ہوتا رہتا ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صرف  
قوت خدا ہے۔

**فعل روح** جبکہ خُذْ لَہٗ نَاقَۃً لِّمَا لَہٗ مِنْ نَّفْسٍ مَّوْتٍ کے ساتھ کر دیا ہے تو اس کا فعل بھی  
ضرور ہے۔ اس نکتہ شناخت میں کیا اس کا کام ہے جو نفس خدا کا مطیع  
اور فرمانبردار ہے۔ اسی روح کے ذریعہ سے فور ہدایت پاتا ہے۔ اور جو کہ نافرمان  
ہے اس کے نکتہ شناخت میں تاریکی رہتی ہے۔ ہدایت پانے والوں کے  
نکتہ شناخت میں چمک ہوتی ہے اور درجہ چمک کے مطابق رُجھان یا توجہ کے ہوتا ہے  
چمک رفتہ رفتہ بڑھتی رہتی ہے۔ جب تک دنیا میں ایسے شخص کا قیام ہے  
اور درجہ چمک کا بڑھتا رہتا ہے۔ یعنی خدا کی راہنمائی ہوتی رہتی ہے۔ بعد موت کے  
یہ نکتہ شناخت اپنے مقام برزخ میں جاتا ہے۔ وہاں بھی درجہ مطابق چمک کے  
قیام گاہ ہے۔ برزخی عالم میں ایک علیحدہ آبادی روحوں کی ہے جو کہ انسان کی  
نظر سے مخفی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے وہاں بھی مدارج بموجب اعمال دنیا کے قائم  
ہے۔ نیک بندوں کی جگہ بہترین جگہ روح کے قیام کی ہوگی بحالت زندگی  
انسان کے یہ نکتہ شناخت یا روح جسم کے پھرے میں مقیم ہے جو وقت جاندار کو  
موت آتی ہے کہا گیا ہے اس وقت روح قبض کی جاتی ہے اور موت آجاتی ہے

تب جسم اور روح دونوں علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ روح اپنی جگہ کو چلی جاتی ہے یعنی برزخ میں۔ اور جسم خالی ہو جاتا ہے۔ تب پھر انسان بروز قیامت جسم کے ساتھ زندہ کیا جائے گا۔ انسان کے جسم میں روح کو واپس کر دیتا ہے وہی روح اپنے پنجرہ میں بیٹھتی ہے۔

تب یہ ضروری امر ہوا کہ دوسری زندگی میں لانے کے لیے شناخت کی ضرورت ہے۔ یہ نظم الہی ہے بذریعہ نکتہ شناخت کے ہوگا۔ کہ وہی شخص بجنسہ زندہ ہوگا یعنی ہر شخص کی روح اپنے اپنے جسم یا پنجرے کو پہچان کر احداث سے نکالے گا گویا روح کا یہی فعل ہوگا یعنی نشانی شناخت کا۔ سورہ یونس رکوع ۴۔

پھر جب قبروں سے باہر نکل کر اپنے خدا کی طرف  
دوڑیں گے۔

فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ  
يَنسِلُونَ۔

اس کے ثبوت میں بیان کیا جاتا ہے کہ طریقہ احداث مختلف ہیں۔ یعنی مردہ دفن ہوتا ہے اس دنیا میں مختلف طور میں وہی اسکا احداث ہے یعنی قبر طریقہ دفن (۱) قبر زمین کی بنا کر دفن کرنا (۲) آگ میں جلا دینا (۳) پانی میں دفن کر دینا۔ (۴) جانوروں مثلاً چڑھیوں وغیرہ کو کھلا دینا (۵) جو جنگ کی حالت میں مرتے ہیں وہاں کوئی خاص احداث نہیں ہے ایک ڈھیر بنا کر پھینک دیتے ہیں (۶) یورپ میں مردہ کو نیچتے ہیں۔ ان کل مختلف طریقے کے دفن کر دہ مردہ زندہ کیے جائینگے

دفن کیے ہوئے مقام سے نکلیں گے | یَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ

مختلف مذہبوں میں مختلف طریقے دفن کے ہیں غرض کہ احداث اُس مردہ کے لیے وہی ہے جہاں پر وہ مردہ سڑتا اور گلتا ہے۔ تب اُسی مقام پر سے وہ مردہ

بروز قیامت زندہ ہو کر نکلتے گا۔

پھر دوسرا کر بیان کیا جاتا ہے کہ روح ایک نشانی خدا تعالیٰ کی واسطے  
تفصیل حکم کے جو کہ انسان کے جسم کے ساتھ لگا رکھا ہے۔ اور اُسی کے ذریعے سے  
انسان کو زندہ کرے گا یعنی روح اپنے احداث کو پہچان کر جسم میں داخل ہوگا اور  
نئی زندگی ہوگی۔ سورہ حج رکوع ۷۱

إِنَّ اللَّهَ يَخْتَصُصُ مَنَ فِي الْقُبُورِ - | بیشک خدا اُٹھا دیکھا انکو جو کہ قبروں میں ہیں

خیال کیا جائے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا پہلا پتلا بنا تب پھر خدا تعالیٰ نے  
اُس پتلے میں روح پھونکی اور زندگی آئی۔ روح اور زندگی دونوں ساتھ  
ہیں۔ روح ایک شے خاص جو کہ خدا کے حکم کے اندر ہے۔ وہ علم میں خدا کے  
ہے۔ پھر غور کیا جائے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے درخواست کی  
تھی خداوند کریم سے کہ دوبارہ انسان کو کیونکر زندہ کرے گا۔ خواہشمند دیکھنے  
کا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ چار چڑیاں لاؤ۔ ان چار چڑیوں کا سر  
کاٹ کر اپنے پاس رکھ لو اور کل جسم کا قیمہ بنا کر علیحدہ علیحدہ چار جگہ پر رکھ دو۔ ایسا  
ہی کیا گیا۔ چاروں چڑیوں کا علیحدہ علیحدہ جسم بنا اور وہ چاروں چڑیاں اپنے  
سر میں ملکر اڑ گئیں خدا کے حکم سے۔ یہ معلوم کیا جائے کہ کس کے ذریعہ سے  
جسم اپنے سر کے ساتھ ملے۔ اسی روح کے ذریعہ سے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو زندہ کرتے تھے۔ وہ خدا سے دعا مانگتے تھے  
اور خدا تعالیٰ روح کو حکم دیتا تھا۔ روح جسم میں چلی آتی تھی اور وہ مردہ  
زندہ ہو جاتا تھا۔

اوپر کے مندرجہ فرمان الہی سے ظاہر ہوا کہ نیند کی حالت میں روح کو خدائے تعالیٰ بلا لیتا ہے۔ اگر وہ مردہ ہو گیا تو اس کے روح کا قیام وہیں ہو جاتا ہے۔ اگر زندہ رہا تو واپس آجاتی ہے اسی طور سے روزانہ آمد و رفت روح کی ہوتی رہتی ہے، مگر خدا نے یہ نہ فرمایا کہ مردہ کی روح اجڑاٹ سے آمد و رفت کرتی ہے۔ جا بجا روح کے بسے میں آگے چل کے تذکرہ ہو گا یہاں پر موقوف کیا جاتا ہے۔ المختصر کل جاندار کے جسم کا پرزہ اپنے اعمال سے ایک واحد قوت پیدا کرتی ہے اور وہ قوت حکم خدا کے ماتحت ہے اور وہی قوت بعد موت کے مقام خاص میں اپنے اپنے خاص درجوں میں مجتمع کی جاتی ہیں۔

**قسمت** خدائے تعالیٰ نے ہر انسان کی روزی کا پہنچانا اپنے ذمہ لیا ہے۔  
 مَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا رُزِقَتْ مِنْهُ يَوْمَئِذٍ بِمِثْقَلِ ذَرَّةٍ  
 اور فرمان الہی ہے کہ تقسیم رزق بھی دنیا میں کر دیا ہے کسی کو زیادہ کسی کو کم وہ اپنی  
 کوشش سے حاصل ہوتا ہے۔

ہم نے اُن کی روزی حیات دنیا میں درمیان لکھ  
 تَقْسِيمُ کر دی ہے۔ اور ایک بڑھ کر دوسرے کا  
 درجہ بلند کیا ہے کہ انہیں سے ایک دوسرے کو  
 مطلق بنائے یعنی ایک دوسرے کا محتاج ہے۔  
 هُمْ لَكُمْ رِزْقٌ  
 خُذْ مِنْهُمَا مِثْقَل ذَرَّةٍ يَوْمَئِذٍ لَّيْسَ لَهُمْ كُفْيًا مِمَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ  
 فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَانُوا يَكْسِبُونَ  
 بَعْضًا سِوَى نَيْطٍ

ہم لوگوں کا کام ہے اپنی روزی کو تلاش کریں۔ اسی طور سے جیسے خدائے تعالیٰ نے انسان کے جنس سے جوڑا پیدا کر دیا ہے ہر انسان کا کام ہے کہ اپنے چوڑے کو تلاش کرے۔ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ روزی بھی تلاش کرنے سے ملتی ہے۔ اب



باقی رہا کم و بیش یعنی مقدار روزی۔ حدیثوں سے ظاہر ہوا ہے کہ روزی ہر وقت ایک ہی مقدار میں نہیں ہوتی ہے کسی زمانہ میں کم روزی کسی زمانہ میں زیادہ یعنی مختلف زمانہ میں مختلف مقدار روزی کی ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں تنگ روزی کی وجہ اسلامی فرقہ کے اعمال کی ہے۔

**تقدیر** یہ خدا سے تعالے کا اندازہ ہے۔

مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَتْ فَقَدَرَهُ | ایک بندہ یعنی نطفہ سے پیدا کیا پھر اندازہ مقرر کر دیا۔

یہ اندازہ قبل پیدائش انسان کے یعنی رحم مادر میں مقرر ہو جاتا ہے۔ رحم مادر میں دو نطفہ ملکر خون کی پھٹکی بنتی ہے۔ فرشتہ خدا سے دریافت کرتا ہے کہ کیا کیا جائے یعنی زیادہ بنایا جائے۔ جیسا خدا سے تعالے چاہتا ہے ویسا حکم دیتا ہے۔ ویسے ہی حکم بجالایا جاتا ہے۔ جب پورا جسم بن جاتا ہے چھ سات مہینہ رحم مادر میں۔ پھر فرشتہ دریافت کرتا ہے کیا حکم ہے اس کے آگے۔ خدا کا حکم اندازہ بنانے کا حکم صادر ہوتا ہے۔ پھر اندازہ بنکر لوح محفوظ میں درج ہو جاتا ہے۔ یہ اندازہ وہ ہے جو کہ انسان کی زندگی میں بکار آمد ہوتا ہے۔ یعنی بچہ زندہ پیدا ہو گا یا مردہ اگر زندہ پیدا ہو گا تو کتنی زندگی ہو گی۔ جتنی زندگی اس کی ہو گی ویسی ہی اسکے حرکات و سکنات و افعال و رنج و غم و خوشی اور روزی وغیرہ کا اندازہ مقرر ہو جاتا ہے۔ اور اس شخص کی روزی جو کہ تقسیم کی ہوئی دنیا میں ہے اس کے تلاش سے دنیا میں ملتی ہے۔

قریب چھ سات مہینے رحم مادر میں بچہ کا سر اور اندر کا بھیجا تیار ہو جاتا ہے قریب نویں مہینے سر کے اندر بھیجا کا سانچہ بن جاتا ہے اور رقیق حالت میں ہوتا ہے۔

رفتہ رفتہ منجھ رہتا ہے۔ تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ جیسا سر دھجیا ہوتا ہے ویسی ہی اُسکی تقدیر ہوتی ہے اس لیے کہ تقدیر کا تعلق سر کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ روح کا تعلق قلب کے ساتھ ہے۔ تجربہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جتنا بڑا سر اور جس شکل کا سر ہوگا ویسے ہی اسکے افعال اور سکناات ہوتے ہیں اور ویسا ہی کمال علم یا فن میں ہوتا ہے۔ بلکہ روزی کی مقدار بھی اسی سر کے ساتھ دیکھی گئی ہے یعنی جیسی سر کی وسعت ویسی قسمت ہی راز قسمت کا ہے۔ **هُوَ الَّذِي يَخْتَرُ لَكُمْ دِينَكُمْ** کیف یشاکر۔ جیسی چاہتا ہے ویسی شکل بناتا ہے۔ یہی مشین ہے تقدیر کی جو اُسکے مطابق رہنمائی ہو رہی ہے۔ اور خود بخود آتی رہتی ہے۔ اس حکم خدا پر غور کیا جائے۔

رسورۃ مواصلات) ”لوگو کیا ہم نے تمہیں ذیل پانی (یعنی اُسے پیدا نہیں کیا۔ پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ (یعنی رحم مادر) میں ایک وقت مقرر تک نہ رکھا۔ پھر ہم نے اُسکا ایک اندازہ ٹھہرایا۔ ہم کیسے اچھے اندازہ ٹھہرانے والے ہیں“ (فَقَدَرْنَا نَاصِبًا وَقَدِيرًا)

## علامات امراض باطنی

مسلمان ظاہری و باطنی بیماریوں میں ضرور مبتلا ہیں۔ ظاہری علامات پر خود کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کہ صریحاً عدول حکمی ہے۔ مثلاً حرام کو حلال کرنا۔ نمازوں کو نہ ادا کرنا۔ اسی طور سے جتنے گناہ کبیرہ ہیں اُن سے پرہیز نہ کرنا وہ فرقہ خارج اسلام ہے۔ نماز کے بارے میں فرمان الہی موجود ہے اطلاعاً درج کیا جاتا ہے اُنکے لیے جو کہ اپنے کو زبانی مسلمان کہتے ہیں۔ مسلمان ہونے کی شناخت کیا ہے۔ کافر بھی زبان سے مسلمان کہتا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے۔ سورہ مريم رکوع ۷۷۔

أَصْنَعُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ | چھوڑا نماز کو اور تابعداری کی خواہش کی پھر جلد

فَسَوِّتْ يَتَّقُونَ عَمَّا -

ثَاذَ اَقْضَيْتُمْ الصَّلَاةَ ثَاذَكُمُ اللّٰهُ  
تِيَاثًا وَتَعُوذًا وَثَاذَكُمُ اللّٰهُ  
ثَاذَكُمُ الصَّلَاةَ ثَاذَكُمُ اللّٰهُ  
ثَاذَكُمُ الصَّلَاةَ ثَاذَكُمُ اللّٰهُ

دیکھیں گے بدلہ اپنے کام کا۔

جب تم نماز پڑھو تو اللہ کو کھڑے بیٹھو اور بیٹھ کر پڑھو  
اور پھر جب اطمینان ہو جائے تو معمول کے مطابق  
نماز پڑھو بیشک نماز مومنوں پر بقیہ رحمت فرماتا ہے۔  
(سورہ نسا رکوع ۱۵)

خدا نے فرمایا ہے اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جس قدر تم منع کیے گئے ہو بچتے رہو گے  
تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے قصور کو محو کر دیں گے۔ اور مقام عزت میں تم کو داخل کر دیں گے  
یہ احکام انہی صاف ظاہر ہے بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ فیصلہ حتمی ہے۔  
یہ رسالہ صرف مسلمانوں کے باطنی امراض پر بحث کرتا ہے جو کہ دائرہ اسلام میں  
ظاہرہ بین گر اپنے ایمان کی بیماری کی وجہ سے بُرائیوں کی طرف سے لاپرواہ ہو گئے ہیں  
بوجہ خرابی ایمان باطنی کے سچائی ایمان کی غائب ہو گئی ہے۔ اسی لیے خدا کی رحمت کا  
دروازہ بند ہو گیا ہے۔

انسان کے ہر طبقہ کیلئے صحیح و سالم راہ پر چلنے کو دنیا میں قانون ضروری و لازمی شے  
ہے۔ اسکے لیے تین قوانین کی ضرورت ہے بغیر ان قوانین کے قوم کو مذہب نہیں کہا جاسکتا  
ہے۔ اسی کا نام سول سیزیشن (تہذیب) ہے انھیں قانون کے بدولت انسان انسانیت  
میں رہتا ہے۔ وہ قانون کیا ہیں۔ (ایک) قانون انسانی۔ (دوسرے) قانون جسمانی۔  
(تیسرے) قانون روحانی۔ کل قوانین کے اصول ایک ہی ہیں۔ یعنی دفعات سے قائم  
کئے گئے ہیں انکی بندش و عبارت ویسی ہی ہے جو کہ ہر مناسب حال میں مناسبت یا  
مشابہت رکھتی ہے۔ قانون انسانی اس میں دفعات ہیں اسکے ماہرین امور انصاف میں

ان دفعات کو کام میں لاتے ہیں۔ قانون جسمانی اس میں بھی دفعات ہیں مطابق قوسٹ  
 دفعہ کے علاج میں امراض کے بکار آمد ہوتا ہے۔ قانون روحانی میں بھی دفعات ہیں اسکے  
 ماہرین بھی کسی زمانہ میں اسکے مطابق رہنمائی کر سکتے تھے۔ مگر فی زمانہ جو ماہرین موجود ہیں وہ  
 وہ خود مجرم ہیں چونکہ اسکی پرستش نہیں ہے۔ یہی قانون روحانی ہو کہ آخری قانون ہے  
 جس میں اب ترمیم اور توضیح کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے جیسے جیسے دائرہ تہذیب  
 بڑھتا گیا اخلاق کی درستگی کیلئے بڑے حجم میں قانون روحانی ہی ہکودیا گیا یہ قانون اخلاق  
 و تہذیب گذشتہ و حال کی مطابقت کرتا ہے یہ قانون جسکو نازل ہوئے تیرہ سو برس گذر  
 گئے تاہم حال کی تہذیب و اخلاق کے مطابق ہے کوئی ترمیم کی ضرورت نہیں۔ مگر چونکہ  
 ایمان میں فتور آتا جا رہا ہے۔ اسلیے دفعات کی ترمیم کیلئے خواہشمند ہو رہے ہیں۔ اور  
 اسی لیے دفعات کے مطلب و درجہ میں تفرقہ ڈالا جا رہا ہے۔ تاکہ اپنے خواہشات کے مطابق  
 کارآمد ہو۔ فی زمانہ اسلامی مقامات سے صدا آرہی ہے کہ موجودہ اسلامی اخلاق و تہذیب  
 میں ترمیم کی جائے۔ بہترے مسلمانوں کا یہی خیال ہوتا جاتا ہے۔ اس قانون کو انحصار  
 صلعم و خلفائے راشدین والہدیت نے سمجھایا اور اسی کے مطابق اسلامی دنیا کو چلایا کچھ فرق  
 نہ آیا۔ اب کوئی سمجھانے والا دنیا میں باقی نہیں ہے۔ ہر شخص اپنے دماغ کا مالک ہے و یسا  
 مطلب سمجھایا جاتا ہے۔ فوج بغیر افسر کے ہو گئی۔ یہی بڑی بد نصیبی اسلام کی ہے۔ قانون  
 روحانی سے تین دفعات لیے جاتے ہیں اس رسالہ میں اسی پر غور کیا جائے۔ علامات  
 امراض باطنی پر۔ سورہ حجرات رکوع ۷۷۔

لے آدمیوں بیٹک ہم نے پیدا کیا انکو ایک مرد اور  
 عورت۔ اور بنایا تم میں بہت ذات اور گروہ تاکہ

(۱) يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا  
 خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ

وَأَنبِئْهُمْ بِذُنُوبِهِمْ  
وَقَاتِلْ لِقَاءَ قَوْمِهِمْ  
الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ  
وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ  
حَبِيرٌ

(۲) قَالَتْ يَا أَيُّهَا  
الْمُؤْمِنُونَ قَاتِلُوا  
ذَلِكَ الْكُفْرَ  
الَّذِي كَفَرُوا بِهِ  
وَلَا يَدْرِي  
الَّذِينَ كَفَرُوا  
بِاللَّهِ  
وَاللَّهُ  
عَلِيمٌ

(۳) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ  
آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
مُحْسِنِينَ تَابُوا وَجَاهَدُوا  
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

تم پہاڑوں پہنے آپس میں بیٹے ایک دوسرے میں تعارف  
رکھو۔ بیشک تم میں سے بہت بڑا بزرگ خدا تعالیٰ  
کے نزدیک ہے جو کہ پرہیزگار ہے اور پچاس ہے  
اپنے تین بڑے کاموں سے۔ تحقیق کہ خدا خبر رکھتا  
ہے ہر بات کی۔

گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ کہہ لے محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم انکو کہ تم ایمان ہمیں لائے ہو۔  
لیکن تم نے کہنا مانا ہے۔ یعنی مسلمان ہونے کو۔  
اور سلامتی کی راہ پر آئے ہو۔ اور ایمان تھا برسے دل  
میں داخل نہیں ہوا ہے (یعنی جو زبان سے کہتے  
ہو وہ تھا برسے دل میں نہیں ہے صرف زبان سے  
بولتے ہو) اور اگر اطاعت کرو یا حکم بجالاؤ خدا تعالیٰ  
اور اس کے رسول کی تبت خدا تعالیٰ نہ کم کر چکا تھا  
نیک اعمالوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ بیشک خدا تعالیٰ  
بخشنے والا مہربان ہے۔

بیشک ایمان والے فی الحقیقت وہ لوگ ہیں جو ایمان  
رکھتے ہیں خدا اور رسول کے ساتھ۔ پھر شک نہیں  
لاستے دل میں اپنے ایمان کا کسی طرح سے اور جہاد  
کرتے ہیں۔ مال خرچ کرتے ہیں۔ اور جان قربان کرتے ہیں

فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ

هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۝

اللہ کی راہ میں ہیں سچے ہیں اپنے ایمان میں یا غلو میں

دل رکھتے ہیں اپنے ایمان کے کارگر اربوں میں۔

شان نزل ان آیتوں کا یہ ہے کہ ایک دیہات کے لوگ خود بخود مسلمان ہو گئے تھے

اور آنحضرت صلعم کے سامنے حاضر ہو کر اپنا احسان مسلمان ہونے کا جتایا۔

ان تین دفعات کو زمانہ حال کے مطابق کیا جائے۔ تو بہت فرق پایا جاوے گا یہ طاعت

کی جاتی ہے مسلمانان حال کے اعمال سے بوجیب دفعات احکام کے۔

دفعہ اول۔ ظاہر ہوا کہ خدا نے کل انسانوں کی پیدائش سے دنیا کو آباد کیا مختلف

قوموں اور گروہوں میں اور حکم دیا آپس میں تعارف رکھنے کا۔ اس زمانہ میں اس حکم کی کیا

تعمیل ہے۔ کتنے گروہ اور فرقہ اسلام میں ہیں ایک دوسرے کی خونریزی پر آمادہ رہتے

ہیں۔ ایک دوسرے کا دشمن ہے۔ کبھی اسکے بھلائی کا خواہاں نہیں ہے جہاں تک ہو سکتا ہو

بڑائی کرتا ہے خواہ زبان سے یا اپنے اعمال سے۔ حالانکہ مسلمانوں کیلئے خدا کا حکم ہے کہ مسلمان

ایک دوسرے کے دینی بھائی ہیں۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا

بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا

اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

تُحْسِنُونَ ۝

یہ ضروری ہے کہ کل مسلمان آپس میں بھائی رہیں۔

دینی بھائی۔ یعنی بالکل ملے رہو اگر بھائیوں میں

لڑائی ہوے تو صلح کرادو۔ خدا سے ڈرو تا کہ

مہربانی کرے۔

غور کیا جائے کہ ذرا بھی تعمیل حکم ہے پھر کیونکر مسلمان امید کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ

ہم لوگوں پر رحم کرے اور مہربانی کرے۔

انسانی محبت دہوتی ہیں ایک تو خون کی کشش۔ رحمی کی وجہ سے محبت ہوتی ہے

مثلاً بھائی جانی۔ یا بہن۔ یا مان باب یا اولاد۔ انکے آپس میں کدیی دشمنی ہوگی تو آپس کی محبت کیجا ہو جاتی ہے۔

دوسری کشتی محبت خدا تعالیٰ نے اسلامی کشتی محبت دیا ہے۔ جبکہ ایک دوسرا مضبوط دین ایمان میں ہے۔ یعنی جسکو خدا تعالیٰ نے جائز کیا ہے اسکو غلوں سے سب ملکہ عمل کرتے ہیں۔ اس تنازعے سے کہ مالک خوش ہے۔ ایسی جماعت میں محبت و ہمدردی ضرور پیدا ہوگی۔ اب یہ کشتی محبت مسلمانوں سے جاتی رہی ہے چونکہ اپنے مالک کے رضا مندی کا خیال و فکر بھلا دیا ہے۔ یہ قوت دل و دماغ سے جاتی رہی ہے۔ غور کیا جاتا ہے کہ رحمی کشتی محبت بعد بخشش کے واپس آ جاتی ہے۔ اور اسلامی کشتی محبت جبکہ دائرہ اسلام سے خارج ہو وہ واپس نہیں آتی۔ اسلامی محبت اسلامی اعمال سے ہوتی ہے، فی زمانہ اسلامی محبت مسلمانوں سے بالکل جاتی رہی آج کل ہر چار طرف سے دور دورہ لاف زہبی کا ہو رہا ہے یہ ایسی متعدی بیماری ہے کہ مسلمانوں میں بھی پھیلتی جا رہی ہے۔ مسلمانوں کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمان کیلئے صرف دنیا ہی نہیں ہے بلکہ اپنے کو آخرت کیلئے بھی تیار کرنا چاہیے۔ فی زمانہ دنیا کی ترقی کی طرف بالکل دل اور دماغ اٹھا ہوا ہے اور دین کی طرف بالکل غافل ہو گئے ہیں۔

مصنف کی رائے ہے کہ درمیانی حالت میں رہ کر بھی ترقی نہ کر سکیں گے۔ یا کفر میں آکر ترقی دنیا کی ہو سکتی ہے۔ یا سچے مسلمان فرمانبردار خدا رہ کر دنیا کی ترقی کر سکتے ہیں۔ موجودہ حالت مسلمانوں کی احکام الہی سے غافل کیوں ہو گئی۔ خیالات لوگوں کے بہت بدل گئے۔ حالت کی تبدیلی بہت زیادہ ہو گئی چونکہ صاحبان دین کی کمی ہو گئی ہے غیر مذہب لوگوں کی صحبت ہو گئی۔ انکے دنیاوی ترقیست کی طرف مچھو ہو گئے۔ اپنی

خواہشات کی فکر میں دل و جان سے بچر ہو گئے ہدایات و احکام الہی سے ناواقف ہو گئے۔ صرف ظاہری اسباب جو کہ دیکھا دیکھی زمانہ گذشتہ سے چلا آرہا ہے انہیں کے ہو گئے۔ اور صرف نام کے مسلمان رہ گئے۔

خدا تعالیٰ کا حکم تعارف کا ہو یعنی اخلاقی محبت و ملت کے اتفاق پیدا کرنے کا صرف زبان سے اتفاق اتفاق کہنے کی حاجت نہیں اس کے فوائد شہر شخص پر ظاہر ہیں۔ جس گروہ میں اتفاق موجود ہے اسکی مثال غافل دل کیلئے ہونا چاہیے۔ اس ملک ہندوستان میں دیکھا جائے کہ فرقہ بنگالیوں میں کس قدر آپس میں اتفاق ہے۔ اسکا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ دوسری قوم انگریزوں میں دیکھا جائے کہ انکے آپس میں کیسا اتفاق ہے۔ اس اتفاق سے کیسا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

مگر افسوس کہ مسلمان اپنے مہربان حاکم کے حکم کو بجا نہیں لاتے۔ کاش کہ اپنے مخالفین کو بھی دیکھ کر انہیں کچھ عبرت پیدا ہو۔

یہی ایک وجہ خاص ہے مسلمانوں کے ناکامیابیوں کی جس کو اپنی تقدیر کے سمجھتے ہیں۔

دفعہ دوم سے مسلمین و مومنین یہ دونوں میں فرق ہے اُن گنواروں کو مسلمین کہتے ہیں بھی شمار نہیں کیا اگرچہ زبان سے کہا کہ مسلمان ہوئے۔ مسلمین کے معنی فرمانبردار خدا ہی وہ اعرابی فرمانبردار خدا نہیں گردانے گئے اور خدا نے اُن اعرابی کو فرمایا کہ تمہارے قلب میں ایمان داخل نہیں ہوا ہے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ایک وہ شے ہے کہ صرف تدبیر تو حید اور رسالت کے اقرار سے کامل نہیں ہوتا۔ یعنی زبان پر ہے وہ تمہارے دل میں نہیں ہے خدا تعالیٰ دل کو دیکھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَدْرُسُ اَبْطٰلٍ مِّمَّنْ يَدْعُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ فَهُمْ لَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِيْمَانًا



ہے اُسکی اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے۔ یہ مسئلہ ہے کہ زبان سے ایمان کا کافی نہیں ہے ایمان والے ہونے کیلئے۔ (سورہ مائدہ رکوع ۷۵)

دوڑتے ہیں کفر کی طرف لوگ اور کہتے ہیں تم سے کہ ایمان رکھتے ہیں اور نہیں ہے ایمان اُن کے دل میں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمَنُوْا بِمَا هِيَ وَ لَكُمْ ثَوَابٌ  
فَلَوْ هُمْ

ایمان اعتقاد سے پیدا ہوتا ہے اور اعتقاد ایسا پیدا ہو کہ کسی طرح کی تکلیف دہی یا ایذا رسانی سے یا نقصان پہنچنے یا خلاف ایمان کسی خوف سے کم نہ ہو۔ اُسکے عشق میں سب کچھ برداشت کرے۔ اسی کو خدا پسند کرتا ہے۔ اسی ایمان کی ہدایت عرب والوں اور اور کل مسلمانوں کیلئے ہے۔ یہی فہمائش یا ہدایت یا نصیحت مسلمانوں کو دنیا چلانے کی ہے تب خدا کی نعمت کے مستحق ہونگے اور خدا تعالیٰ انہیں نیک اعمال کا اچھا بدلہ دیگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم لوگوں میں ایمان نہیں ہے۔ اگلے زمانہ کے لوگ ضرور ایسا ہی ایمان رکھتے تھے جب اُن سے خدا تعالیٰ خوش تھا۔ اور دنیاوی زندگی کو نعمتوں سے آسان کرتا تھا جیسے زمانہ گزرتا گیا اور نعمتوں کا برا استعمال کرنے لگے تو ایمان میں بھی فرق آتا گیا۔ رفتہ رفتہ خدا کی نعمتیں خود بخود غائب ہونے لگیں اور اسکا اثر آنے والی نسلوں پر پڑنے لگا۔ اسی گرفت میں ہم لوگ بھی آگئے۔ یہ خوب غور کرنے کا مقام ہے کہ صرف ارکان کے رسمہ بجالانے اور منہیات سے پرہیز نہ کرنے سے مومنین یا مسلمین نہیں ہو سکتا۔ دفعہ سوم۔ اس دفعہ میں جہاد کرنے کا حکم ہے مال سے یا جان سے۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ مذہبی لڑائی کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ اور اب مذہبی لڑائی نہیں ہے اس سے بری ہو گئے۔ اسلیئے یہ دفعہ ملتوی ہے۔

جہاد کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی راہ میں ہر بُرائی سے لڑائی لڑنے کا حکم ہے۔ اپنے  
نفس کو ضبط میں رکھنا یعنی بُرائی سے روکنا یہ بھی جہاد ہے۔ اپنے پروردگار کو بھلائے  
سے بوجہ اپنی خواہشات کے نفس کو روکے رہنا۔ جہاد اسی کو کہتے ہیں۔ (سورہ عنکبوت)

جس نے میری طلب میں اپنے نفس کے ساتھ لڑائی  
کی تو ہم اُس کو اپنی راہ دکھائیں گے اور بیشک اُس  
نیک چلن لوگوں کے ساتھ ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا  
لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ  
لَمَعَ الْحَكِيمِينَ

غور کرنے کا مقام ہے کہ ہمارے اعمال و عقائد کس گروہ کے مطابق ہیں نہ گروہ مسلمین کے  
مطابق اور نہ گروہ مومنین کے مطابق۔ آخر شہم کس گروہ میں شمار کیے جائیں۔ صرف نے بانی  
تابعین ہیں۔ انفس کا مقام ہے کہ ان اعرابیوں کے موافق بھی نہیں ہیں کیونکہ یہ دیہاتی  
خود بخود ہلا اوراد کے پاک خیال ہیں کئے اور تابعین میں گمراہی گئے۔ ہم لوگ تیرہ سو  
برس کی تعلیم اور باوجود زیادتی علم اور واقفیت ہمارا ایمان بچپن کی حالت میں آگیا  
حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصیت کر گئے تھے کہ خدا تعالیٰ کی رسی کو سب  
لوگ مضبوط پکڑے رہیں تاکہ اچھی حالت میں رہ سکیں وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا۔

یعنی قانونِ رحمانی۔ دفعہ اول میں ان اعرابیوں کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا نثار  
رکھنے کا۔ تب یہ آیت بھی اسی کی تعریف کرتی ہے یعنی سب ملکر رسی کو مضبوط پکڑو اسی کے  
گرفت سے دین و دنیا دونوں ملتا ہے۔ اور اسی کو چھوڑ دیا بوجہ کمزوری یا بیماری ایمان کے  
اسیے مجھوٹا تابعین میں ہو سکتے ہیں۔ زیادہ تعداد لوگوں کے گروہ منافقین میں آتی ہی۔  
ثبوت بالکل ظاہر ہے۔

بھول گئے اللہ کو پھر اللہ بھول گیا انکو تمہیں کہنا

نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ط ۱۰

الْمُتَّقِينَ هُمْ أَنْفُسُهُمْ  
لَعَنَهُمُ اللَّهُ

وہی ہیں (جو کہ دائرہ ایمان سے باہر نکلے ہوئے ہیں)  
نا فرمان بسبب بُرائیوں کے اللہ انہیں لعنت بھیجتا ہے

بُرائیاں کرتے ہیں اچھا سمجھ کر خطائیں کرتے ہیں جان بوجھ کر احکام الہی میں ڈھیسٹ  
بیکر خدا سے مقابلہ کرتے ہیں۔ المختصر نافرمانی خدا تعالیٰ اس قدر ہے کہ وجود باری تعالیٰ  
کو باقی نہیں چھوڑا۔ عام فہم ہے کہ خدا تعالیٰ غفور الرحیم ہے معاف کر دیکامیں اس بقدر  
خیال ہے۔ یہ انکو علم نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ معاف کرتا ہے اُن قصور و ن کو جو کہ نادانیت سے  
ہوتے ہیں بعد اسکے نادم ہوتا ہے اور اسکی اصلاح کرتا ہے یعنی پھر قصور کرنے سے پرہیز  
کرتا ہے یا مجبوری حالت میں خطا کرتا ہے انکو معاف کرتا ہے۔ یہ معافی کچھ زمانہ قبل ہو سکے  
ہو جانی چاہیے۔ یعنی توبہ استغفار کرتا ہے اور عمل نیک کی طرف راغب ہوتا ہے۔  
تب معاف کرتا ہے۔

رسم توبہ۔ فی زمانہ ایک دھنداری ہو گئی ہے کہ پیر سے مرید ہو گئے اور پیر کی خدمت  
کرتے رہے تب ساری بُرائیاں دفع ہو گئیں۔ یہ ایک قسم کی توبہ کی رسم ہے۔ پانچ کمر آئے  
اور اپنے بد اعمالیوں کو واپسی پر نہیں چھوڑا چونکہ سفر حج کافی ہو گیا معافی کیلئے۔ توبہ و استغفار  
تبیح پر پڑھتے رہے اور دھیان کسی دوسری طرف بلکہ بُرائی کی طرف۔ صرف زبان چل ہی چ  
کیا یہ کافی ہے اطاعت خدا تعالیٰ یا مقصد حاصل کرنے کیلئے۔ ایسا ہی منافقین یا ریاکار  
کرتے ہیں۔ انکے لیے دین دنیا دونوں خراب۔ یہی باطنی بیماری ہے۔ جو کہ اصلی خیالات  
میں تغیر ہونا یعنی اسلامی عقائد جو کہ قانون الہی میں دیے ہوئے ہیں اور ہدایات رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم میں دیے ہوئے ہیں انکے مطابق نہ چلنا کیا تندرستی کے عقائد ہیں اُسکے  
خلاف چلنا بیشک بیماری ہے۔ جنکے باطن مٹ گئے ہیں وہ مرض القلوب میں مبتلا ہو گئے ہیں

اور قلب بالکل بیکار ہو گیا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے کہا ہے سورہ بقرہ میں **فِي قُلُوبِهِمْ** مَرَضٌ اس سے معلوم ہوا کہ قلب کی بیماری ہے یعنی بالطن پھرا ہوا ہے بُرائی کی طرف اور پروردگار نے فرمایا ہے **إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ**۔ نفس کیا ہے اُس کی بحث اور ذکر کر دی گئی ہے۔ اس حکم پر غور کیا جائے۔ (سورہ توبہ رکوع ۱۷۷)

اور لیکن جتنکے دلوں میں مرض بُرائی (نفاق) کا ہے پس زیادہ کر دیتا ہے اٹکی خباثت کو اٹکی نجاست وہ کافر مرتے ہیں۔ کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہر سال مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نصیحت کو نہیں پکڑتے۔

وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ  
مَرَضٌ فَزَادَهُمُ رِجْسًا  
لَّي رِجْسِهِمْ  
مَا تَوَاتَوْا وَهُمْ  
كَافِرُونَ

## چند احکام اسی مرض قلب کے متعلق بیان درج کیے جاتے ہیں

اس میں نصیحتیں اُن کے لیے جن کے قلب  
ہیں۔

(۱) **فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرٌ لِّمَن كَانَ لَهُ**  
**قَلْبٌ**۔ (سورہ ن رکوع ۷۷)

آنکھیں نہیں اندھیں ہوتی ہیں بلکہ قلب اندھا ہوتا ہے جو کہ سینہ کے اندر ہے۔

(۲) **فَأَنذَرْتُكَ لَئِنَّكَ لَآتِيَنَّكَ**  
**الْمَوْتُ وَلَئِنَّكَ لَآتِيَنَّكَ**۔ (سورہ حج رکوع ۶)

نہ رہنے دے دل میں کیسہ ایمان دے لے کی  
طرف سے۔

(۳) **لَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا**  
**لِّلَّذِينَ آمَنُوا**۔ (سورہ حشر رکوع ۱)

اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ  
پھر کے مانند ہو گئے ہیں بلکہ تمہارے بھی زیادہ

(۴) **لَمْ تَقْسِتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ**  
**ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحَبِّ جَارٍ**۔ (سورہ بقرہ رکوع ۱۷۷)

سخت -	تَسْوَةً - (سورہ بقرہ رکوع ۹)
قلب کے اوپر غلاف پڑا ہے یعنی نہیں پرواہ کرتے	(۵) قُلُوبُنَا غُلْفٌ ذٰلِ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ يَكْفُرُوْنَ
ہیں - بلکہ لعنت ہے خدا کی نافرمانی کی وجہ سے۔	(سورہ بقرہ رکوع ۱۱)
نہیں بلکہ ان کے مشغلہ جنہیں مشغول رہتے ہیں ان کے	(۶) كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوْا
دل پر زنگ جما دیا ہے۔	لِيَكْسِبُوْنَ - (سورہ بقرہ رکوع ۱۱)
برائی کرتے کرتے برائی کو نہ سمجھنا جیسے شراب پیتے پیتے جھوٹ بولتے بولتے غیبت کرتے	
کرتے مقدمات لڑتے لڑتے عادی ہو جاتا ہے۔ برائی نہیں سمجھنا سود کھاتے کھاتے۔	
بلکہ اُن کا دل اس سے بیہوشی میں پڑا ہوا	(۷) بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمَرٍ مِّنْ هٰذَا
ہے۔	(سورہ مومنین رکوع ۴)
حد سے بڑھنے والے کے قلب پر مہر لگا دیتے	(۸) نَخْتِمُ عَلٰی قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ -
ہیں۔	(سورہ یونس رکوع ۸)
انسوس ہے اُن پر جن کے دل خدا سے غافل	(۹) فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ
ہو کر سخت ہو گئے۔	اللّٰهِ - (سورہ ذمر رکوع ۳)
اُنکے کہنے رہا اُنکے مثال نہ لینا، جنکے قلب خدا کی	(۱۰) لَا تَطِيعُ مَنْ اَغْفَلْنَا قُلُوبَهُ عَنْ
عبادت سے غافل ہو گئے ہیں اور اپنی ہوس اور	ذِكْرِنَا وَاَتَّبَعُوا -
خواہشات کے غلام ہو گئے ہیں مطابق نہ چلو۔	(سورہ کہف رکوع ۴)
بہت ایسے احکام بتائے ہیں اور جگا دینے اور ہوش میں لانے کیلئے ہیں۔ زیادہ	
لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کلام پاک آپ کے پاس موجود ہے۔ اب تھوڑی آیتیں دوسرے	
طرز پر بھی بیان درج کی جاتی ہیں۔	

(۱۱) وَمَنْ يَعْزِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ

عَذَابًا صَعِيدًا - (سورہ جن رکوع ۲)

(۱۲) لَا يَخْتَفُونَ

أَلَا خَيْرٌ مِّنَّا

(۱۳) فَأَعْرِضْ عَنْ نَفْسِيَّ عَنْ ذِكْرِ رَبِّكَ

وَلَكُم بِكَوَاكِبَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا -

(سورہ بقرہ رکوع ۳)

جو شخص خدا تعالیٰ کی عبادت سے لاپرواہی کرے گا  
اسکو خدا سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

نہیں ڈرتے قیامت کے دن سے یعنی اسکو بچ نہیں  
جانتے ہیں۔

اس سے کنارہ کشی اختیار کر دو جو ہماری عبادت سے  
لاپرواہی کرے اور دنیاوی زندگی میں محو ہو جائے

سوائے دنیا کے اسکو کچھ مطلب نہ ہو۔

ایسی حالت موجود ہے نماز کا وقت آگیا دنیاوی کام میں اسقدر مشغول ہیں کہ نماز کی

کوئی پرواہ نہیں ہے۔

جو خدا کے ساتھ ایمان رکھتا ہے تو خدا اس کے قلب

کو ہدایت کرتا ہے۔

(۱۴) مَنْ يُؤْتِ مِنْ يَدَيْهِ قَلْبًا

(سورہ تنابہن رکوع ۲)

توفیق۔ مصنف کا تجربہ ہے کہ جو شخص کو گون کو کہا جاتا ہے کہ نیک عمل کی طرف

اپنے رجحان کو لگاؤ۔ یعنی اپنے قلب کو اس کی طرف متوجہ کر دو۔ اور بُرائیوں کو چھوڑ دو

تو جو اسے دیا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ توفیق دے "کس قدر عام فہم غلطی ہے۔ اور یہی آیت

ظاہر کر دیتی ہے کہ خود بخود قلب کو ہدایت نہیں ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے قلب کو اس کی

طرف رجوع کرتا ہے تو ہدایت آتی رہتی ہے۔ اسی کو خدا نے کہا ہے جو شخص کافروں کو

مجرمون کو عذاب ہوگا اُس وقت حسرت کھین گے۔ (سودہ زمر)

کہا خدا اگر راہ دکھائے تب عابد ہوں۔

تَقُولُ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ

ہدایت کیا چیز ہے۔ دماغی قوت کا رہبان یعنی اپنے خیال کو یا توجہ کو خاص امر میں

ڈالنے کا ہے۔ یعنی جس علم کو حیثیت خصوصیت سے حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسکی توحید گہرائی میں ڈوبی ہوئی رہتی ہے اور اسکی باریکیوں کو حاصل کر لیتا ہے اسی طور سے خدا تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے رجمان کو بذریعہ کتاب پاک کے ڈالے تو اسکو ہدایت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہی مطلب ہے کہ ”قلب کو ہدایت کرتا ہے“ صافات الفاظوں میں یہ ہے کہ اپنی ذاتی کوشش و رجھان۔ اگر اسکی طرف سے لا پرواہی ہے تو ہدایت نہیں آتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا کوئی کام اپنے بندوں کے ساتھ بطور عجائبات کے نہیں ہوتا ہر یہ صفت نبیوں کیلئے ہے۔ کوئی مرحلہ بلا ذاتی کوشش کے نہیں ملے ہوتا ہے۔ بیشک ہر کام کے انجام کیلئے مدد خدا ضروری ہے۔ خدا کی یاد میں جو بھلائی ان حاصل ہوتی ہیں انکے بارے میں احکام الہی درج کیا جاتا ہے۔

اطمینان قلب خدا کے ذکر سے ہوتا ہے۔ یعنی

خدا کے احکام کو پڑھیے۔

ہماری آیتیں تمہارے پاس آئین اور تم نے خبر نہ کی۔

ایمان دلے اور عمل نیک کرنے والے کو بہت جلد مہربانی کریگا۔

البتہ جزا دیگا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جن لوگوں نے اچھا عمل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر اپنا افضل زیادہ کریگا۔ اور اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے رزق دیتا ہے بغیر حساب کے یعنی جسکو

(۱۵) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تَطَهِّرُوْا اَنْفُسَكُمْ -

(سورہ طہ رکوع ۴)

(۱۶) اَتَنَزَّلُ الْاٰیٰتِیْنَ اَنْتَیْنِیَّہَا -

(سورہ طہ رکوع ۴)

(۱۷) اٰمَنُوْا وَاعْمَلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلْ لَّہُمْ

الْوَسِيْلَیْنِ - (سورہ مہم رکوع ۶)

(۱۸) لِيَجْزِيَہُمْ اللّٰهُ اَحْسَنَ کَمَا عَمِلُوْا

وَقَدْ یَنْوِیْئُ مِنْہُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ وَاللّٰهُ

یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ

بِغَیْرِ حِسَابٍ

حسب سائے

چاہتا ہے تو اس کو بے انتہا رزق دیتا ہے۔

## خاص علامات مرض القلب

علامات کو تین صورتوں میں واسطے آسانی کے تقسیم کیا جاتا ہے۔ (۱) روحانی لاپرواہی (۲) اخلاقی بد نفسی۔ (۳) جسمانی کاہلی۔ ان سب صورتوں کو قلب سے تعلق ہے۔  
روحانی لاپرواہی۔ یعنی خدا کا خوف دل سے استدرجاً تار ہا ہے کہ اسکی وجہ سے  
بُرائیوں کو بُرا سمجھ کر نہیں کرتے ہیں بلکہ ہنر سمجھتے ہیں جنکا بیان ہے۔

(۱) نافرمانی واری احکام الہی (۲) خوف ربانی سے بالکل غافل (۳) آخرت کے  
حساب دینے سے بالکل لاپرواہ۔ (۴) قطع رحم (۵) غیبت کو عیب نہ سمجھنا (۶) بدعت  
سے شرک حاصل کرنا (۷) بھوٹ بولنے کو عیب نہ سمجھنا۔ (۸) جھوٹی گواہی دینا (۹) ایسا  
وعدہ سے بالکل لاپرواہی۔ (۱۰) جاسوسی کرنا۔ (۱۱) خیانت و بددیوانی۔ (۱۲) حق تلفی (۱۳) گرن  
کشی۔ (۱۴) چوری (۱۵) بدخواہی (۱۶) بدعتی (۱۷) مکاری (۱۸) بدگوئی (۱۹) سخن چینی۔  
(۲۰) خود غرضی (۲۱) نفس پروری (۲۲) نا اتفاقی (۲۳) ہمتان (۲۴) بدگمانی۔ (۲۵) بے  
اعتباری (۲۶) تعصب۔ علم ہذا القیاس ایسے بہتیرے علامات ہیں سب کو لکھنے کے لیے  
زیادہ کاغذ کی ضرورت تھی۔ اب چند علامتوں کی خاصیت پر بحث کی جاتی ہے۔

بدعت۔ اسکی لفظی معنی ایک نئی ایجاد کو شریعت میں شامل کرنا یا خلاف شریعت  
کرنا۔ یا جسکا تذکرہ شریعت میں نہیں ہے۔ فرمان الہی کو شریعت کہتے ہیں۔ وہ اوصاف  
جو خدا کیلئے خاص کیے گئے ہیں اس میں شریک کرنا اسکو شرک کہتے ہیں مثلاً کسی شے کو وقار  
سامنے رکھ کر وقار کرنا اسکو شرک کہتے ہیں مثلاً قبروں کو سجدہ کرنا یا چومنا یا اسپر چا دریا غلام



کپڑے کا مال دار مجنون کا پہنانا یا صرف پھول قبر پر رکھنا یہ رسم نصائے کا ہے۔ اور  
 کاروان میں بھی بتوں پر پھول رکھتے ہیں۔ ایک نئی رسم مسلمانوں میں یہ ہوئی ہے کہ بزرگان  
 دین کی قبر کو دھونا بہ نیت وقار کے بانی یا شریعت یا دودھ سے بعد اُسکے تبرک پینا یا تقسیم  
 کرنا اور پینا اور قبر کے ہر طرف آرائشی کرنا۔ بزرگان دین کے مزار پر جا کر دعا یا دعا اپنی  
 مرادوں کی مانگنا۔ یہ صفت صرف خدا کیلئے ہے جو قبر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ قبروں پر چلکشی  
 ہونا۔ اعتکاف کا حکم مجددین صریحاً خدا کے لیے کیا گیا ہے۔ ان سب باتوں کا رواج تمام  
 مہندوستان میں ہو رہا ہے بلکہ ذریعہ معاش بنا دیا گیا ہے۔ اس متعدی بیماری میں زیادہ تعداد  
 سے مسلمان مبتلا ہو گئے ہیں۔

خانقاہ۔ علیات خانقاہ مثلاً مال و قال جسکا نام وحید رکھا گیا ہے۔ اسکو حضرات  
 خانقاہ بدعت میں نہیں داخل کرتے بلکہ عمل صالح میں اُنکے نزدیک داخل ہے۔ جو شخص ان  
 افعال سے یعنی قبر پرستی اور مال و قال کے خلاف ہے، اسکو دہابی کہتے ہیں۔ اس سے اُنکا  
 کیا منشا ہے میری سمجھ سے باہر ہے شاید اُنکے بدعتی اعتقاد میں شامل نہیں ہے۔

بیشک عمل مال و قال خلاف شریع ہے مذہب کے اصول میں۔ اور اگر مذہب سے تعلق نہیں  
 ہے تو درآور لفظ کمال ہے۔ اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت  
 کرو رسول کی۔ یہ صرف مکر و فریب دنیا حاصل کرنے کے شیعہ کے ساتھ ملایا جاتا ہے اور ہر  
 فرقہ کو دھوکا دیا جاتا ہے بزرگان دین کا حوالہ دیکر وہ بھی کتابی حوالہ جو کہ مشکوک مصنف کی  
 تصنیف کی ہوئی ہے۔ بعد زمانہ آنحضرت صلعم کے بہتر اس قسم کے رواج قائم ہو گئے۔  
 خدا کا حکم درج کیا جاتا ہے۔ سورہ فرقان رکوع ۵۔

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ

الرُّؤُودَ إِذَا مَسُّوْا

بِاللَّغْوِ مَسُّوْا

كَرَامًا

فریب یاد ہو سکے کا نہیں کرتے ہیں۔ اور جبکہ اُن کو  
سامنا لویا تو ان کا ہوتا ہے نہایت شہیجی سے پرہیز  
کرتے ہیں اُس سے۔

اس حکم سے بالکل ظاہر ہو گیا کہ خانقاہین بالکل جاں ہین لوگوں کو پھانسنے کے لیے  
مکرو فریب سے لغو عمل سے۔ قبل کے زمانہ میں یہود و نصرائی بھی خانقاہین قائم کیے ہوئے  
تھے۔ بعد زمانہ نبی کریم کے ان مقاموں کو غائب کر دیا۔

نبی کریم نے اس طریقہ عبادت الہی کو جائز نہیں سمجھا تھا اگر ایسا ہوتا تو خلفا اس کو قائم  
کرتے۔ تب پھر نفل عبث و لغو ہے واسطے دنیا حاصل کرنیکے دین فروشی کے لباس میں۔  
**رسومات شادی**۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جو  
شخص جس قوم سے مشابہت رکھتا ہے وہ اسی قوم سے شمار کیا جاتا ہے۔ یعنی کفر کا  
کام کیجیے کہ گویا کفر میں شمار کیا جائے اس ملک ہندوستان میں نقل بوجہ محبت ہندوؤں کے  
رسومات مسلمانان ہند میں پیدا ہو گئی ہیں خاص کر شادیوں میں مثلاً منڈوا، گنگنا، سہرا۔  
دسہرا جس کو چالا کہتے ہیں عام طریقہ سے امت محمدیہ میں رائج ہو رہا ہے اور یہ بوجہ جہالت  
مستورات کے وجود میں آیا۔

منڈوا منڈوا کی تاریخ دھوبیوں نے ایجاد کی ہے۔ دھوبیوں کے ہاں کپڑا دافر  
ہوتا ہے اور اگلے زمانہ میں مہمانوں کا مجمع ہوتا تھا۔ چادر جو دھوبیوں کے یہاں آتی ہیں  
صحن میں بطور شامیانے کے تان لیتے تھے تاکہ اُن کے ہاں مہمانوں کو آرام ملے اس  
عمل کو کاپتھوں نے لیا۔ قبل ایک دور صحن میں شامیانہ مہمانوں کو بلا کر نب کرتے ہیں  
اور اُسکے اندر اپنے دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں اور بروز شادی دو لہا دہن جب

داخل مکان ہوتے ہیں اُس شامیانہ کے نیچے بٹھائے جلتے ہیں اور رسومات گونا گونا  
کرتے ہیں۔ اس رسم کو مسلمانان ہند نے بھی مقبول بنا لیا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس گنگنا دوسرا جو ہندوؤں کی خاص رسمیں ہیں مسلمانوں نے اختیار کر لیں  
اور اسی طرح دوسرے یعنی جالا جو سیتا جی کی شادی کے بعد رام چندر جی نے کیا اور جو آج تک  
ہر سال رام لیلا میں ہوتا ہے ہندوؤں کی رسم ہے لیکن مسلمانوں نے بھی شادمانی کے  
ساتھ اس بدعت کو اختیار کر لیا ہے۔

ان بدعات کی وجہ سے خیر و برکت مسلمانوں کے گھروں سے رخصت ہو گئی ہے  
اور یہ بوجہ حکم الہی نہیں ہے خدا نے فرمایا ہے فَاِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَاِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَاِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَاِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ  
پس جو شخص منکر ہوتا ہے اُس سے جو کہ اُترا خدا کی طرف سے مٹا تا ہے جو کچھ عمل کیا اُسے  
اس سے ظاہر ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں قرآن پاک کی تلاوت نماز و روزہ کی پابندی ہو  
مگر خیر و برکت نہیں جو لازمی کہا جاسکتا ہے کہ بوجہ بدعات کے ہے۔

تہذیب داری۔ تہذیب داری کو بعض فرقہ مسلمان کے علمائے ناجائز و بدعتی قرار دیا ہے  
مگر انکو خیال نہیں ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے جدا مجد کیلئے خدا نے فرمایا ہے  
سورہ الم نشرح میں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرًا عِنْدَ رَبِّكَ يَوْمَ تَبْيَضُّ بُيُوتُ الْمُؤْمِنِينَ وَتَبْيَضُّ بُيُوتُ الْمُؤْمِنِينَ  
ایشان کا (عبادت میں امت کو حکم ہوا ہے یاد کرنے کا اور میلاد بھی ہوتا ہے بطور ذکر کے  
مگر انکی ذریات کا ذکر کچھ نہیں ہوتا جنہوں نے ویسا ہی ایشا کیا کہ قدر اخلاقی بد تہذیبی  
ہے۔ واقعہ شہادت کر بلا جو بعد وصال آنحضرت صلعم کے ہوا اسکو اسی طرح سمجھنا لازم ہے  
کہ جو کچھ جدا مجد امام حسین علیہ السلام نے کیا ہے یہ بالکل خدا کی طرف سے تھا۔ بند و نکو سبق  
ایشان کا سکھانے کیلئے انہوں نے دین کے حق کے واسطے اپنی جان کو قربان کیا۔ خدا کا

کام ایسا ہی ہوتا ہے تاکہ بندے سیکھیں صبحی اللہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے بیٹے  
 حضرت اسماعیل علیہما السلام کو خدا کے حکم سے ذبح کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے نماز  
 مغرب کی امامت کی نماز میں پانچ سو آدمیوں کی جماعت تھی۔ بعد نماز جہاد کا اعلان کیا۔  
 بعد اسکے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ صرف چند اشخاص حضور کے ہمراہ ہوئے البقیہ تمام  
 لوگ بھاگ کھڑے ہوئے یہ کیا تھا آزمائش پروردگار سچے اور دغا باز مسلمانوں کی  
 تھی۔ سبحان اللہ۔ یہ محرم اظہار واقعہ شہادت کی یادگار ہے۔ اس واقعہ کو مختلف جگہ  
 مختلف طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ اور ہر بیان شاعر نبی کریم کے لیے لازمی اور ضروری ہے  
 اخلافاً کہ انکے نواسہ کے ساتھ بے رحمی سے سلوک ہونے کے واقعہ کو مثل عبادت کے  
 ذکر کریں۔ یہ تعزیر داری اسی واقعہ کی یادگار ہے۔ جس طور سے حضرت اسماعیلؑ کے  
 واقعہ کی یادگار میں جانور کی قربانی قائم ہوئی ہے۔ چونکہ کوئی نبی نہیں ہیں۔ اس لیے  
 خدا کے حکم سے کوئی یادگار ویسی ہی نہیں مقرر ہوئی۔ مگر امت محمدی کا کیا فرض منصبی ہے؟  
 انکو لازم ہے خود قائم کریں یہی محرم ہے۔

بہتر سے شرعی امور ات خراب بنا کر عمل کیا جاتا ہے اسی طور سے اس میں بھی بیگا رہو  
 خدا کا حکم ہے کہ شرع کے مطابق کام کرو امر بالمعروف نہ رکنے مسلمان اس زمانہ میں  
 مطابقت کرتے ہیں۔ اسی طور سے یہ بھی ہے۔ اگرچہ شرعی امر نہیں ہے مگر اخلاقی عمل  
 بموجب حکم خدا کیا جاتا ہے۔ یعنی ذکر محبت خدا کے نواسہ کا۔ چونکہ خدا کی راہ میں جان  
 دی ہے۔ اس ملک ہندوستان میں بوبہء بت غیر مذہب کے انکے رسومات یعنی نمائشی  
 شے کو پکڑ لیا۔ یہ تعزیر صرف نمائشی ہے۔ بطور پرستش ہرگز نہیں ہے۔ ہرگز شرک نہیں  
 کرتے ہیں۔ جیسا قبر پرستی سے ہو رہا ہے۔ مگر انکار نہیں کیا جاسکتا۔ رد و بدل کرنے کی

ضرورت تھی۔ چونکہ جہلا اس یادگار کو بُرے طریقے پر پرستے ہیں یہ تصور کس کا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے کہ جو شے ہمارے نام سے نامزد کی جائے مثلاً ہا نور وغیرہ وہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ خدا نے اپنے محبوب نبی کی اطاعت بمقابلہ اپنے رکھی ہے **وَاطِيعُوا اللَّهَ** **وَاطِيعُوا الرَّسُولَ**۔ اور اہلبیت کیلئے بھی یہی حکم ہے۔ تب خدا کے محبوب نبی کے نواسے کے نامزد کو عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا تو کیا مضائقہ اخلاقی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی اطاعت خدا و رسول کے شمار میں سمجھا جاسکتا ہے۔ خدا کے کام میں شہید ہوئے ہیں۔ خدا نے فرمایا ہے سورہ بقرہ رکوع ۱۸ میں۔

مست کھوا سکو جو قتل ہوا ہے خدا کی راہ میں کافروں سے لڑ کر حسین (اپنی فرزند کچھ نہ تھی)۔ مردہ۔ مرے نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں غیب کے عالم میں ہیں مگر تم نہیں دیکھتے ہو کہ انکی کس طرح کی زندگی ہے۔ امام حسین علیہ السلام زندہ ہیں۔ تب پھر عمل بدعت کیسے ہو سکتی ہے۔

**لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ**  
**فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ**  
**بَلْ أَحْيَاءٌ**  
**وَلَكِنْ لَا**  
**تَشْعُرُونَ**

(۱۸)

تعمیر قبر۔ جو لوگ اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں یعنی پیرو شریعت یہ لوگ قبروں کی تعمیر کو ناجائز سمجھتے ہیں انکی شریعت شاید ذاتی بنائی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ تعمیر قبر آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اور صحابہ کے زمانہ میں اور اہلبیت کے زمانہ میں ہوتی تھی اور خدا تعالیٰ کا حکم بھی ہے دیکھا جائے۔ تعمیر قبر جو جب حکم خدا ہے۔ حکم خدا کو بدعت کہنا یہی بدعت ہے کہ شرع میں اپنی رسلے کو شامل کرتا ہے۔ سورہ کہف رکوع ۳۔

جب لوگ آپس میں جھگڑنے اور مباخذہ کرنے لگیں

**إِذْ يَتَنَازَعُونَ**

بَكِنَهُمْ أَمْوَهُمْ

فَقَالُوا بَنُوا

عَلَيْهِمْ

بُنَيْنَا

اصحاب کھف کے بارے میں پھر کہا کہ ایک عمارت  
یا دکان کی خواہ گاہ اصحاب کھف کی جگہ پر بنادی جاوے  
تاکہ لوگ بچا پن اور جانین کے بیان پر وہ اصحاب  
کھف سوتے تھے۔

اس فرمان سے صاف ظاہر ہوا کہ جہاں پر میت دفن ہوئے وہاں پر کسی طریقہ کی  
عمارت پختہ بطور یادگار جو کہ ہمیشہ کیلئے ہونا نا نا جائز نہیں ہے۔ آجکل اس قدر شور و غل  
قبروں کے پائمال کر دینے کا ہو رہا ہے یہ کون شریعت ہے۔ سولے اسکے کہ انکی ذاتی شریعت  
ہے۔ خدا کا حکم ہے کہ کوئی پختہ شکل کی عمارت اس مقام پر ہو۔ اسلئے قبروں کا بنانا باحکم  
خدا ہے۔ اور قبروں کی زیارت بعد ایت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسلئے ہلو گون کو  
بجالاتا لازمی ہے مگر اس حد پر نہ پہنچنا چاہیے کہ بدعت ہو جائے۔ یعنی صاحب قبر سے  
دعا اپنی مرادوں کی مانگی جائے یہ عوام الناس میں نہایت بُری بیماری پھیلی ہوئی ہے  
قبرستان پر حکم رسول صلعم ہے کہ صاحب قبر کی بخشائش کیلئے دعا مانگنا چاہیے۔  
جبکہ اسلام نیا تھا اُس زمانہ میں آنحضرت صلعم نے قبرستان پر جانے کی ممانعت کی  
تھی اسلئے کہ بت پرستی سے لوگ نئے مسلمان ہوئے تھے اور عادی تھے پرستش کرنے کے  
یہ خوف تھا کہ نئے مسلمان شاید قبروں کے ساتھ دیا ہی کرنے لگیں۔ مگر تھوڑے روز  
بعد جبکہ مسلمانوں کا دل احکام الہی کی طرف مضبوط ہو گیا تو قبرستان پر جانے کی اجازت دیدی  
آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ہاں تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی  
قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا دیکھو تم ایسا نہ کرنا میں منع کیے جاتا ہوں۔ یہ وصیت ہے  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ جتنے عرس ہوتے ہیں اُسین لوگ خواہش سے شرکت

کرتے ہیں اور بہترے انہیں سے صاحب قبر سے اپنی مراد کی دعا مانگتے ہیں۔ کم از کم جہلا عوام الناس میں یہ مرض ضرور پھیلا ہوا ہے اور مستورات میں بہت زیادہ ہے۔ اگر بچا نہ سمجھا جائے تو مصنف اپنے تجربہ کا قصہ بیان کرے۔ مصنف جسوقت دیہات میں رہتا تھا وہاں اُسکے جدا جدا مخدوم کا مزار ہے اور اس مزار کا خاندان مجاور ہے۔ میں صفر سنی کے زمانہ میں دیکھتا تھا کہ مخدوم صاحب کے مزار پر کپڑے کی چادرین چڑھائی جاتی تھیں اور کھانا نذر کیا جاتا تھا۔ اور وہ چادر اور کھانا اور ٹھائی وغیرہ گھر پر آتا تھا جو مجاور کا حق ہوتا ہے۔ مصنف کی والدہ ان چادروں کا کڑہ بنوا کر تبرک پہننے کو دیتی تھیں اور یہ اعتقاد تھا کہ تدرستی قائم ہے۔ یہ بدعت ہر طبقہ کے لوگوں میں موجود ہے۔ اسی کو عبادت گاہ کہتے جس کو حضور عالی نے منع فرمایا۔ ایک بار جبکہ میرا سن سات یا آٹھ برس کا تھا گھوٹے پر سے گرا اور کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی اسکو چار سے بٹھلایا گیا مگر ہڈی نہ بیٹھی۔ کلائی کے سامنے ہڈی بلند رہی مجبوراً مصنف کی والدہ نے مخدوم صاحب کے مزار پر بھیجنا شروع کیا روزانہ مزار کی خاک کلائی پر ملی جاتی تھی اور دعا مانگی جاتی تھی۔ مالش کی وجہ سے کلائی اچھی ہو گئی (اگرچہ کچھ نقص ابھی تک باقی ہے) یہ اعتقاد ہوا کہ مخدوم صاحب کے دعا مانگنے سے اور انکے مزار کی خاک ملنے سے کلائی اچھی ہوئی۔ جو منت مانی گئی تھی وہ خوب چراغان وغیرہ کے ساتھ پیش کی گئی۔ ہمارے گھر میں ہر سال بتقریب فاتحہ برسی یعنی عرس ہوتا تھا جسکو میرے بھائی کرتے تھے مگر میں نے بھائی کے انتقال کے بعد اٹھا دیا۔

اپنی مرادوں کی دعا بزرگان دین کے مزار پر مانگنے کا عام طریقہ سے اعتقاد ہو رہا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بزرگان دین کی روح قبر کے اندر ہوتی ہے۔ یا روح

سنتی ہے دعا کو تب انکی روح سے ستارش کرتے ہیں اپنی مرادوں کی۔ اسکے واسطے  
چلہ کش ہوتے ہیں اور متین مانتے ہیں۔ اتفاق سے انکی مراد مثلاً بیٹے کی۔ نوکری کی۔  
مقدما کے جیتنے کی وغیرہ وغیرہ علیٰ ہذا القیاس جبکہ حسب دلخواہ ہو جاتا ہے ان کے  
اعتقاد بہت زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں۔

خدا نے کہا ہے کہ شفاعت یا سفارش میرے ہاتھ میں ہے۔ خدا نے فرمایا ہے  
سورہ انفام رکوع ۵ میں۔

قُلْ اِنَّكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ  
مَلَاکَ یَقْرَءُ عَلَیْکُمْ  
کُلَّ حَرْفٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ  
وَلَا یُغَیِّرُ شَیْءًا

یہ کس قدر جہالت ہے کہ مزار کی دعا کی برکت سے مرادین حسب دلخواہ ہوتی ہیں۔ خدا  
نے فرمایا ہے سورہ فاطر رکوع ۲-۳ میں۔

اِنَّ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا  
وَعَنْکُمْ کُمْ

وہ مرادین اپنے وقت پر ضرور ہوتے ہیں۔ قبر سے دعا مانگتے یا نہ مانگتے۔ جس کو خدا  
نے روز ازل سے لکھ دیا ہے وہ اپنے وقت پر ضرور ہوتا ہے۔ ہر کام کے لیے اللہ  
نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے کُلُّ اَمْرِ مُّسْتَقَرٌّ مِّنْکُمْ مَّصِیْبٌ رَّاحَتٌ رَّحْمَتٌ سُبْحَ  
مُنْعَیْہَا وَتَمَیْمُہَا مَقْرَرٌ ہُوَ وہ اپنے وقت پر ہوتا رہتا ہے۔ خدا کا حکم قبر کے بائے میں  
ہے اسکو درج کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ عرس و فاتحہ ہر سی وغیرہ غیر النواکام  
ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ سورہ مومن رکوع ۱۔

وَالَّذِیْنَ ہُمْ عَنْ اللّٰغِیِ مُعْضُوْنَ ہ | مسلمانوں کو ایسی لغویات سے بچنا چاہیے۔



جتنے رسومات عرسوں میں قبروں پر کیے جاتے ہیں بالکل لغویات ہیں۔ مصنف نے ایک جگہ کی خانقاہ کا عرس دیکھا وہ تماشا دنیاوی لذت کے خیال سے قابل دیکھنے کے ہے۔ اس میں ایک گاگر کا جلوس نکالا جاتا ہے جب وہ جلوس مزار پر پہنچ جاتا ہے تو اس وقت لوگ جھنڈے کے جھنڈ پرستش کیلئے مزار پر گرتے ہیں وہاں ہر قسم کی بدعت ہوتی ہے۔ خدا نے اطلاع کی ہے کہ نبی اور بزرگان دین سے بلکہ بتوں سے بھی پرستش ہوگی کہ تم اپنی پرستش کر لے تھے اور وہ جواب دینگے کہ ہمارا علم نہیں تھا۔

خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے وہ درج کیا جاتا ہے واسطے غور کے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں انکو علم نہیں ہے کہ وہ خدا کے بیٹے گردلے جاتے ہیں اور اس خدا کو نہیں سنتے ہیں پھر بزرگان دین کب سنتے ہیں۔ سورہ مائدہ رکوع ۱۶۔

قیامت کے دن اللہ پوچھے گا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی معبود ٹھہراؤ۔ وہ جواب دے گا سبحان اللہ مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ میں ایسی بات کہتا جو میرے لائق نہ تھی، میں اگر کہتا تو تو خود جانتا۔ میرے دل تک کی بات کو تو جانتا ہے۔ البتہ میں نہیں جانتا کہ تیرے دلیں کیا ہے۔ بیشک تو غیب دان ہے۔ میں نے لوگوں سے یہی کہا تھا جیسا کہ تو نے

۱) قَدْ قَالَ اللَّهُ يَحْيَىٰ ابْنِ  
مَرْيَمَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ  
اتَّخِذُوا مِنِّي ذُرِّيًّا إِلَٰهِي  
اللَّهُ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ  
لِي أَنْ أَقُولَ لَهُ لَيْسَ يَ بِي حَقِّ ط  
كُنْتُ قُلْتُ فَقَدْ عَلِمْتُ ط تَعْلَمُ مَا فِي  
نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط إِنَّكَ  
أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ه مَا قُلْتَ لَهُمْ إِلَّا  
أَمْرًا نَفِيًّا يٰ هَٰ أَنْ أَعْبُدُ

اللَّهُ رَبِّي وَ

رَبِّكُمْ

(۲) يَجْعَلُ اللَّهُ لِلرَّسُولِ قِيَمًا

أَحَبُّ إِلَيْهِمْ بِمَا قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَمَّا دَرَأَتْ

أَنْتَ عَلَيْهِمُ الْغُيُوبَ -

مجھے سکھایا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے

اسی کی پرستش کرو۔

سب نبیوں کو حق کر گھلا اللہ کے گا کیا چیز قبول

کی تھی اپنی امت سے جو اب دین کے ہو کر کچھ علم نہیں

ہے تو غیب کا جاننے والا ہے۔

پڑھنے والے سے خیال میں آدگیا کہ اس آیت سے اور مزار سے کیا میل ہے۔ یہ

عرض کر دیا گیا ہے کہ دفعات قانون کا مشابہ حال میں میل کیا جاتا ہے۔ حضرت علی

علیہ السلام سے نصائے دعائیں اور درخواستیں مراد وہ کی کرتے ہیں۔ اسی طور سے

مسلمان اہل قبور سے مانگتے ہیں۔ یہ خاص قوت یا اوصاف خدا کیلئے ہے نہ کہ اہل قبور

کیلئے۔ خدا کی قوت میں شریک بنا یا جاتا ہے۔ بیشک اہل قبور سے پرستش ہوگی کہ

لوگ تمہاری قبر کی پرستش کرتے تھے۔ پرستش وہی ہے کہ مصنوعی آراستگی کرنا کسی شے

کا بہ نیت وقار و عزت و بزرگی۔ شریعت پر ہے کہ سولے خدا کے کسی سے کسی قسم کی

دعا مانگو۔ رکوع و سجدہ خاص خدا کیلئے ہے ارکان ہے۔ بزرگان دین کے مزار پر

جا کر دعا مانگنا کلام الہی میں ہے اور نہ ہدایات رسول میں ہے اگر ایسا ہوتا تو ہم

لوگوں کے یہ دارجن کو اپنی امت سے اس قدر محبت تھی وہ ضرور فرماتے کہ ہر کسی روح

مدد کر گئی اپنے امورات دینی و دنیاوی کو سمجھا یا بھلا اس ضروری امر کو کیونکر چھوڑ دیتے

اور اسی قبر پاروح کے تعلق کو منع کیا۔ خدا نے فرمایا ہے سورہ یونس رکوع ۱۱ میں۔

مَا سَأَلَ اللَّهُ عَالَمَ كَيْسٍ سِوَمَا سَأَلَ اللَّهُ عَالَمَ كَيْسٍ سِوَمَا سَأَلَ اللَّهُ عَالَمَ كَيْسٍ سِوَا

وہ نفع اور نقصان کچھ نہیں کر سکتا ہے۔

(۱) لَا تَقْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَكَلًا

يَتَّقِعُونَكَ كَمَا يَقْضِي لَكَ

(۳) تَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ -

(۳) لَهُ دَعْوَةٌ

الْحَقِّ وَ

الَّذِينَ

مَعَهُ

مِنْ دُونِهِ

لَا يَسْتَجِيبُونَ

لَهُمْ شَيْءٌ إِلَّا

كَبَائِدَ إِلَى

الْمَاءِ لِيَكْلَمَهُ

فَأَنَّهُ الْكُفْرِينَ

إِلَّا فِي

ضَلَالٍ

(سورہ رعد رکوع ۲)

غیر مفید ہے۔

عبادت کرو اللہ کے لیے خالص بنا کر۔

اللہ ہی سے دعا مانگنا جو کہ مرجع ہے اور درستی

جو لوگ اللہ کے سوا دوسرے سے دعا مانگتے ہیں

یا پکارتے ہیں اپنی پریشانی میں رگوں یا اللہ کے

ساتھ شریک کرتے ہیں (نہیں سنتا انکی دعا یا

پکارتے کو کوئی۔ اور ان کی حاجت پوری نہیں

ہوتی ہے۔ انکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پیاسا

سپنے دونوں ہاتھوں کو پانی یا کنوین کی طرف پھیلا

اور پانی کو پکارتے کہ منہ میں از خود چلا آئے۔ اور

پانی بغیر اسباب کے نہیں پہنچنے والا ہے۔ سیدھے

سولے خدا کے دوسروں سے دعا مانگنا ہے۔ یعنی

حاجت پوری نہیں ہونی والی ہے اور دعا گرا ہو انکی

ذلت کی حالت میں ہوتی ہے یعنی بالکل بیکار و

قبر میں روح۔ عوام الناس کا عام خیال ہے کہ روح قبر میں ہوتی ہے۔ یہ ان کو علم نہیں ہے کہ جسم کے پھرے کو دفن کیا ہے۔ روح اس میں نہیں ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ جہان و دمرت ہے روح کو کچھ دن و رات سے تعلق رہتا ہے اور جس جگہ دفن ہوتا ہے وہاں روح ہوتی ہے۔ اور پتہ دیا گیا ہے کہ موت نام ہے روح کا جسم سے علیحدہ ہونا جسے چڑیا ایک پنجرے میں جب چڑیا اڑ گئی تو پنجرہ خالی ہو گیا۔ مرنے کے بعد قبر میں

نکیرین پرستش کرتے ہیں مرنے سے تب پھر یہ ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ جیسے سوئے ہوئے کی روح واپس کرتا ہے اسی طور سے مردخ سے روح واپس آجاتی ہوگی۔ جس وقت جسم سڑکل کر خاک ہو گیا اور نہر باقی نہ رہا تب پھر روح کے بیٹھنے کی جگہ کہاں رہی۔ کیا روح کی آمد و رفت اُس مٹی سے ہوتی ہے۔ روح کی جگہ تو مردخ ہے اسکی مردین فرمان الہی سورہ مومنون رکوع ۶ میں۔

وَمِنْ ذَٰلِكَ يُدْعَىٰ إِلَى الْيَوْمِ يَجْتَنِبُونَ | ابد مرنے کے قیامت تک مردخ میں نہ رہا ہے  
دوسری آیت جسم کے باسے میں ہے وہ بھی دیکھی جاتے۔

(۱) يَوْمَ يَكْفُرُ كُلُّ مَنٍ مِّنْ اِلٰهٍ سِوٰى اللّٰهِ - قیامت کے دن وہ ابدائے پھر نکالے جائیں گے۔  
(۲) قَالَتْ اِنَّكَ وِمْصِیْحٌ مِّنْ فِی الْقُبُوْرِ - تو نہیں سنا سکتا مردہ کو جو کہ قبر میں ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ انسان کے مرنے کے بعد جسم اور روح دونوں علیحدہ علیحدہ جگہوں میں ہوتی ہیں۔ شریعت سے نہیں ظاہر ہوتا ہے کہ بزرگان دین کی روح کو خدا بھیجا کرتا ہے واسطے سننے دعا کے صرف قیامت کے دن روح اپنے ابدات کو پہچان کر پیچھے میں داخل ہو کر اور انسان بیکر نکلیں گی۔

اِنَّ اللّٰهَ یَعْبَثُ مِّنْ فِی الْقُبُوْرِ - بیشک نہ نکالے گا اُن کو جو کہ قبروں میں ہیں۔

کلام پاک سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ روح کی آمد و رفت ابدائے ہوتی رہتی ہے یعنی مردہ زندہ ہوتا رہتا ہے قبر کے اندر۔ قبل نزول قرآن مجید کتنے نبی مردہ ہوئے اور ابدات میں داخل ہوئے اور قبرین موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ روح کی آمد و رفت کو ابدات سے ضرور بیان کرتا ہے چونکہ اسکی ہستی نہیں ہے اسی لیے نہیں بیان کیا گیا۔ آنحضرت صلعم نے بھی قبر پرستی کو منع کیا۔ خدا تعالیٰ نے شہیدوں کے

ہائے میں فرمایا ہے کہ جو قوت مسلمان جہاد میں شہید ہوتے تھے کافر کناشر دے کر دیتے تھے کہ یہ مر گئے فرصت ہو گئی قہر غم ہو گیا۔

جو خدا کی راہ میں شہید ہوئے تو بہت جاکو کہ وہ مر گئے۔ بلکہ وہ خدا کی قربت میں ہیں اور زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں (یعنی روحی رزق) اور خوش ہیں۔

لَا تَقْوُ الْوَالِدَيْنِ يُقْتَلُ فِيهِ  
سَبِيلَ اللَّهِ أَكُونَا تُقَاتِلَ أَحْيَاءُ  
عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ  
قَرِيبِينَ

اس کا مطلب یہ ہے کہ روحانی موت نہیں ہوتی۔ روح علیحدہ ہو گئی جسم سے اور روح برزخ میں اپنے درجہ میں ہو گئی۔ اور رزق پاتے ہیں یعنی روحانی غذا جو شکوہ اور رزق پاتے ہونگے ہی مطلب ہے۔ لوگوں کا خیال یہ ہے اس لفظ پر کہ رزق پاتے ہیں یعنی گوشت روٹی کھاتے ہیں کس قدر غلط فہمی لوگوں کی ہے یہ خدا نے نہیں فرمایا کہ روح انکی برزخ سے اجداث میں آتی جاتی ہے اور جبکہ انکو پکارا جاتا ہے تو وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ روحوں کے رہنے کی دو جگہیں ہیں ایک سجدین دوسرے علیین۔ جیسی روحیں بموجب اعمال دنیا کے ہوتی ہیں وہ پہلے مقام پر رہتی ہیں۔ روحوں کے رہنے کی جگہ کو خدا نے برزخ فرمایا ہے۔ اسی مقام میں علیین اور سجدین ہونگے۔ علیین کے لفظی معنی اعلیٰ کے ہیں یعنی بلند یہ جگہ مومن کیلئے ہے دوسرا مقام سجدین اس کے لفظی معنی قید خانہ کے ہیں یہ مقام کافروں کیلئے ہے نبیوں کی روحیں عرش کے نزدیک رہتی ہیں یہاں پر سوال یہ ہے کہ کیا نبیوں کو جب پکارا جائے تو وہ سنتے ہیں۔ اوپر کی آیت پر غور کیجیے تو معلوم ہو جائیگا کہ حضرت علیؑ علیہ السلام زندہ ہیں مگر انھوں نے انکار کیا سننے سے کہ وہ خدا کے بیٹے پکارتے

جاتے ہیں۔ تب پھر مرنے کی روح کیونکر سن سکتی ہے۔

ان روحوں کے پاسے میں علما اور مشائخین کے اہل قصوں اور لغو کتابوں سے ایسا اعتقاد بنگیا ہے کہ عوام الناس کا اس ملک میں کہ جہان کوئی قبر جنگل یا تنہائی میں دیکھتے ہیں۔ شہید مرد کی قبر بنا کر پرستش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ خدا نے سورہ فاطر رکوع ۳ میں فرمایا ہے۔

وَمَا أَمْتٌ بِمُسِيحٍ مَتْنُ فِي	انہیں تم نہ سنا سکتے ہو اس شخص کو جو کہ مردہ قبر میں
الْمُتَّبُورِ۔	دفن ہے۔

ایک مسئلہ بہت ہی ضروری حل کرنے کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ جو وقت اہل قبر سے دعا مانگتے ہیں تو آیا سفارش کرنے کی یا ان سے بذات خاص۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

مِنْ دُذْنِهِ ذَرِيَّتُكَ	اللہ کے سوا کوئی دوست اور کارساز اور شفاعت
شَفِيعٌ	کرنے والا نہیں ہے۔

کیا انکی دعا کو وہ سنتے ہیں؟ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مرنے کو تم اپنی آواز نہیں سنا سکتے ہو۔ اس فرمان الہی پر غور کیا جائے۔

لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَى۔۔۔	مرا ہوا نہیں سُن سکتا ہے۔
----------------------------	---------------------------

دوسرے احکام الہی پر غور کیا جائے جو کہ بالکل صاف کر دیتا ہے اس غلط فہمی کو۔

إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمِعُوا	تم ان سے دعا مانگتے ہو یہ تمہاری دعا کو نہیں
دُعَاكُمْ وَكُلٌّ فِي لِجَائِكَ	سُنتے۔ اور اگر مٹاؤں لوگوں نے تو نہیں قبول

كَأَسْتَيْمَانُ إِذْ أَخَذَ مِنَ لُكْمٍ وَيَوْمَ الثَّمَرِ

يُفْضَوْنَ بَشَرِكُمْ۔

کر سکتے تمہاری دعا کو۔ اور تیار کیے دن تمہا سے

شکر سے انکار کر دیجیے۔

۲۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تم سے پہلی قومین اپنے پیغمبروں اور اولیاءوں کی قبروں کی عبادت کرتے تھے۔ دیکھو تم ایسا نہ کرنا میں منع کیے جاتا ہوں۔

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اہل قبر سے دعا مانگنا بالکل بیکار ہے اور وہ ہ  
سفارش بھی نہیں کر سکتے یہ بالکل بدعت اور شرک ہے، مگر رواج نے اس قدر طول کھینچ  
لیا ہے کہ اسکا اٹھنا بالکل ناممکن ہے یہ بڑی کہنہ متعذری بیماری ہو گئی ہے۔

آنحضرت صلعم نے وقت وصال کے وصیت کی کہ قرآن مجید کو مضبوط پکڑو اور یہ نہیں وصیت کی کہ ہماری روح تم لوگوں کی رہنمائی اور مدد کرے گی۔

ابتداء اسلام میں قبروں پر جانے کو منع کیا تھا بعد اُس کے پھر اجازت دی۔  
 تھیکٹھے عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ دَرْتَم کو منع کیا تھا قبروں کی زیارت سے۔ اب زیارت کیا  
 کرو بلکہ بعض حدیث میں زیارت کا فائدہ بتایا ہے کہ اس سے دنیا سرد ہوتی ہے اور  
 موت اور آخرت یاد آتی ہے اور لوگ اہل قبور سے اپنی حاجت روائی نہ چاہیں  
 اور شرک میں گرفتار نہ ہوں یہ ہدایت آنحضرت صلی علیہ وسلم کی ہے نہایت افسوس اور دردناک  
 مقام ہو کہ قبرستان کی وجہ سے بے حد شرک ہو رہا ہے۔ انکی دعائیں بیکار ہوتی ہیں  
 خدا نے فرمایا ہے سورۃ مومن رکوع ۴۲ میں ۔

وَمَا دَعَا الْكَافِرِينَ

رَاةً فِي ضَلَالٍ ۝

اور دعا منکر دن کی ذلت میں رہتی ہے یعنی

قبول نہیں ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی مصیبت وغیرہ کی دعا مانگنے کے بارے میں سورہ حج رکوع ۲ دیکھا جاوے

غیبت - یہ ایک عام بیماری ہر طبقہ میں مسلمانوں کے ہو گئی ہے اور اسکی طرف کوئی غور و فکر نہیں ہوتی ہے کہ کس قدر عدول حکمی سلپنے پر دردگار کی کرتے ہیں۔ عام صحبت میں سولے غیبت کے کوئی گفتگو نہیں ہوتی یہ سخت برائی کی علامت ہے۔ جانتا چاہیے کہ غیبت اُسے کہتے ہیں کہ کسی شخص کی بُرائی یا عیب جوئی یا شکایت کی جائے اور وہ موجود نہوار ایسی شکایت کہ اُسکے رد ہو سکنے کی جرات نہوار کے بارے میں بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔ مگر صرف فرمان الہی درج کیا جاتا ہے۔ سورہ حجرات میں ملاحظہ ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا  
مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِشْعَرٌ  
وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم  
بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن  
يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ  
وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ  
الْعِقَابِ

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیں۔

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَاهِلَ بِالسُّوَرِ  
مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَلَا مَن

ظَلِمَ

اے ایمان والوں! پرہیز کرو اور بچتے رہو بہت گمان سے جو ایک بات میں کرتے ہو بیشک بعض گمان گناہ ہے اور جاسوسی مت کرو کسی کی اور بیٹھ بیچھے بُرا مت کہو یعنی جو عیب جوئی کرے گا وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا لے گا اُسے تم پسند کرتے ہو اللہ سے ڈرو۔ اللہ توبہ قبول کرے والا رحیم ہے۔

خدا کو پسند نہیں آتا کسی کی بری بات کو۔ عیب کو کہنا۔ مگر وہ شخص جسپر کسی نے ظلم کیا ہے اسکا کہنا یا شکایت کرنا مذائقہ نہیں ہے۔

غیبت کرنے کی اجازت ان اغراض پر ہو سکتی ہے (۱) کافر کی غیبت کرنی



(۲) حاکم کی بد انصافی پر (۳) مظلوم جس کے اوپر ناحق ظلم ہو رہا ہو (۴) کوئی شخص دین کی راہ سے گمراہ ہے بہ نیت درستی کی شکایت کرنا جائز ہے۔

جاسوسی۔ یہ بھی ایک بری علامت بیماری کی ہے۔ صحبت میں ایک دوسرے کی بُرائی کرنا اور جو کچھ کرنا اُس کے حالات کی کہ کس طرح سے اس کی زندگی بسر ہوتی ہے علیٰ ہذا القیاس یہ بہ نیت حسد کے کیا جاتا ہے (گفتگو) اس نا فرمانی خدا کی وجہ سے مسلمانوں میں کس قدر کھلا کھلا نقصان پہنچ رہا ہے مگر احساس نہیں ہے۔

جھوٹ بولنا کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ حسن اخلاق سمجھا گیا ہے یہ ایک نہایت متعدی بیماری پھیلی ہوئی ہے خدا تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ خدا نے فرمایا ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُ وَرَأَوُا كُرْسِيَّ رَبِّهِمْ ثُمَّ جَاءَهُمْ وَقَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ  
جس وقت بات کو سچ بولو اگر تمہارے رشتہ داروں کا نقصان ہو۔

سورہ آل عمران میں لَعَنَهُ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ خدا تعالیٰ نے کئی جھوٹ بولنے والے پر۔ اے خدا اپنا ہوسے۔

تعصب۔ یہ بھی ایک بڑی بیماری قلب کی علامت ہے جو ہر فرقہ اسلام میں موجود ہے خصوصاً شیعہ اور سنی میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَا تَجْعَلُوا دِينَكُمْ كَدِينِ الْيَهُودِ وَنَصَارَاج  
تمہارا دین تمہارے واسطے اور ہمارا دین ہمارے واسطے

اور دوسرا فرمان الہی

دین ہن کراہیت نہ ڈالو یعنی تعصب

لَا تُكْرَهُ

مذکورہ۔

فِي الدِّينِ

ایفائے وعدہ خلافی و حدیگی ایک عام مرض ہے بلکہ وسوسہ داری سمجھا گیا ہے وعدہ کرتے ہیں اور ایسا کرنے کی کوئی پرواہ نہیں۔ یہ کھلی ہوئی بیماری ہے حاجت بیان نہیں ہے یہ حکم خدا ہے۔

چرا کر دینے وعدہ کو بیشک وعدہ کی پستی ہوگی  
قیامت میں۔  
وعدہ کو ایفا کرو۔

اَذْفُوا بِالْعُقُودِ اِنَّ اللَّهَ كَانَ  
مُسْتَوْدِعًا  
اَذْفُوا بِالْعُقُودِ۔

حقوق انسان اور صلہ رحمی۔ یہ ایک بہت تکلیف دہ اور متعدی بیماری پھیلی ہوئی ہے خدائے تعالیٰ نے قوتیں اور نعمتیں مختلف درجہ کی درجہ بدرجہ سلپے بندوں کو عنایت کی ہیں بندہ کا فرض ہے کہ انکو بطور حق کے استعمال کریں۔ حقوق برادران میں اولاد، والدین زن و شو، بھائی بہن، قرابت مند داخل ہیں۔ اور حقوق انسان میں غیر قرابت، ہمسایہ ہنشین، یتیم، مساکین، مسافر، سائل جو سوال نہ کرے۔ تنگ دست، مصیبت زدہ داخل ہیں۔ پھر حقوق قوم یا ملکی۔

خدائے تعالیٰ نے جسکو جتنا قریب قرابت بنایا ہے اسی درجہ اسکے لیے حق کا بھی

حکم کیا ہے۔ احکام الہی صاف طور پر موجود ہیں۔ سورہ بقرہ رکوع ۹۔

اورمان باپیت بھلائی کرو اور اپنے قرابت والوں کے  
ساتھ نیکی کرو اور یتیم اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرو  
اور سب لوگوں کے ساتھ اچھی باتیں کرو اور ناز نہ پڑھو  
اور زکوٰۃ دو۔

وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ  
الَّذِي هُوَ إِلَهُكُمْ وَاسْتَمِعُوا  
لِقَوْلِهِ إِنَّكُمْ لَعِندَهُ  
لَمُحْضَرُونَ۔

یہ قول یہودیوں سے لیا گیا تھا مگر بعد اسکے اپنے قول سے پھر گئے لیکن قنوت کی

مسلمانوں تم کو حکم ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت  
آئے لگے اور مال چھوڑنے والے ہو تو والدین اور  
رشتہ داروں کیلئے مناسب طور پر وصیت کر دو۔  
متقی لوگوں پر فرض کیا گیا ہے۔

صاحبِ قرابت ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔

اور سورہ روم رکوع ۴ میں درج ہے۔

رشته دارون کو حق دو۔

مسلمان کہیں کہا جاسکتے ہیں۔ سورہ فطرہ رکوع ۳۔

پھر تم سے کیا امید ہے اگر ایک اور دلی ہو لوگوں کے  
تب خرابی اور ہنگامہ مچاؤ ملک میں غرور اور کبریٰ سے  
اور قطعِ ارحام کر دینے اگر تم کو قدرت ہو تو حق برادری  
کو قہر و اقتدار طاری اور دشمنی کر دو۔

سورہ نسا رکوع امین ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا اللَّهَ مَثَلًا

تَسَاءَلُونَ بِهِ

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا

ڈرنے رہو خدا سے مثال سے جسکی قسم کھایا کرتے

ہو۔ اپنے رشتہ داروں کا حق ادا کرتے رہو بیشک

خدا سے مثال تم پر نگہبان ہے۔

کلام پاک کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے لعنت بھیجی ہے شیطان اور کافراور یہود اور جھوٹ بولنے والے پر۔ اور قطع ارحام کرنے والے یعنی حق تلفی کرنے والے پر۔ حق تلفی کا جرم فی زمانہ کثرت سے ہے۔ قریب قریب یادہ تعداد مسلمانوں کے خاندان میں موجود ہے اور یہ جرم نہیں سمجھا جاتا ہے۔

ایک واقعہ حال کا بیان کیا جاتا ہے جو مصنف کا تحقیق شدہ ہے کہ ایک عورت نے عدالت میں حلفاً شہادت دی اور اپنے بیٹے کو بیٹا ہونے سے انکار کیا صرف اپنی جائداد سے حق تلفی کرنے کیلئے۔ یہ ایک عجیب واقعہ مان بیٹے کا ہے۔ بھائی بھائی۔ بھائی بہن۔ اور رشتہ داروں کی حق تلفی کے واقعے تو ایک معمولی بات ہے اسکا تماشہ عدالتوں میں یا رجسٹری آفس میں یا وکلاء کے آفس میں جہاں عرضی دعویٰ تیار کیا جاتا ہے۔ جھوٹے گواہ تعلیم کیے جاتے ہیں۔ جھوٹی گواہی دینے کو کوئی عیب نہیں سمجھتے ہیں۔ جسکے لیے خدا نے منع کیا ہے۔ صلہ رحم توڑنے میں استقدر کو شان رہتے ہیں کہ ایک دوسرے کے بدخواہ یہاں تک کہ جیلخانہ میں بھیجنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عدالت اور وکلاء کی آمدنی بناتے رہتے ہیں اور دن رات اسی میں مصروف رہتے ہیں۔ خدا کے فرمان کی بیشک تصدیق ہوتی ہے۔

وہی لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی ہے وہ بھی بات

اُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَحْتَمِلُ اللَّهُ

فَاَصْحٰهُمُ رُوحًا نَّفِثًا رَّهٰنًا

تھنے اور رام راستے دیکھنے سے اندر سے ہونگے ہیں۔

ہاسے زمین کیوں نہیں پھٹ جاتی۔ آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا۔ دنیا کا طبقہ کیوں نہیں اٹھ جاتا۔ جبکہ یہ حالت اسلام کی ہو گئی ہے۔ مسلمان جس حال کو نہ پہنچیں کوئی تعجب نہیں ہے۔ بلکہ بہت تھوڑا اس وقت ہو رہا ہے۔ ایسی نافرمانی میں کتنی قوموں پر عذاب آیا۔ مسلمان عذاب کے بری ہو رہے ہیں صرف ہم لوگوں کے نائب مالک کی دعا کی بدلت خیانت۔ خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلیم کو قرآن مجید عنایت کیا اور انھوں نے اپنی امت کو امانت دیا اور ہدایت کی کہ اسکو مضبوطی سے پکڑو تو اچھے رہو گے۔ اس امانت میں بالکل خیانت ہو رہی ہے۔ قرآن مجید کا استعمال غیر معمولی طور پر جو کہ خلاف حکم ہے۔ مالی خیانت ایک معمولی بات ہے۔

حسد۔ بغض۔ عیب جوئی۔ سخن چینی۔ ان سبھوں کا نتیجہ نا اتفاقی۔ یہ خاص کر بیماری اہل سنت میں ہے۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَا تَنَازَعُوا فَعَلَا تَفْتَنُوا وَتَذٰهَبَ

آپس میں دھمکو دو رد منتشر ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اگر نقصان پہنچے صبر کرو۔

رُجُوعُكُمْ وَاصْبِرُوا

اس قلب کی بیماری کو اوصاف حمیدہ میں داخل کر لیا ہے۔ نقصانات پہنچ رہے ہیں اور برداشت کر رہے ہیں مگر وجوہات کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اپنے نقصانات اور ناکامیاہوں کا الزام تقدیر پر لگاتے ہیں۔ افسوس لوگوں نے تقدیر کو پوری طور سے نہیں سمجھا ہے۔

خدائے تعالیٰ نے دنیا کو قائم رکھنے کیلئے روزی کو درمیان انسان کے تقسیم کر دیا۔ روزی کو آسمان وزمین میں دیدیا ہے اور انسان حاصل کرتا ہی اور درجہ بدرجہ

انسان کے روزی کو تقسیم کیا ہے۔ پھر خداے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزی کو تلاش کر کے حاصل کرو۔ پھر فرمایا ہے کہ جتنی کوشش کرو گے اتنا ملیگا۔ ان احکام پر خوب غور کیا جائے۔ روزی کی تلاش کیلئے سرمایہ بھی بتا دیا ہے۔ کوئی بات انسان کیلئے بلا ذریعہ و حیلہ یعنی بغیر حیلہ نہیں دیتا۔ روزانہ کے تجربہ سے واقفیت حاصل ہوتی ہے کہ سرمایہ کیلئے سامان بھی ہونا چاہیے۔ وہ سامان کیا ہو؟ اپنی ذاتی کوشش ہو جب قوت دماغ۔ جس طرف دماغ کا رجحان ڈالا جائیگا وہی حاصل ہوگا۔ یعنی جتنا کسب کرو گے اتنا پائو گے مگر پانے کیلئے سرمایہ اچھا ہونا چاہیے۔ اسکے بارے میں خداے تعالیٰ نے اعرابوں کو سورہ ہجرات میں ہدایت کی تھی ”لِتَعَارَفُوا“ یہ ہدایت کا لفظ نہایت بیش قیمت ہے ہر حرف اسکا موتی سے گھٹا ہوا ہے۔ آنکھوں سے دیکھا جائے اور دماغ سے خیال کیا جائے کہ غیر قوم یعنی غیر مذہب کے لوگ اسکے برتنے سے کس قدر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مسلمان اپنے تئیں غور کریں اور مقابلہ کریں تو کیا پاتے ہیں۔ اسکا جواب خود اپنے تئیں دین مصنف کا جواب افسوناک ہے۔

جب مسلمان بُرائیوں سے آلودہ ہو گئے اور سرمایہ اور سامان خراب ہو گیا تب ذاتی کوشش کرنے لگے۔ اس ہوا میں کہ سرمایہ یعنی حسد۔ بغض۔ نکتہ چینی۔ عیب جوئی غیبت۔ ایک دوسرے سے رشک۔ بہر دمی بالکل غائب۔ نا اتفاقی کی ہوا بہت تیز اس تیز ہوا سے گرے ہوئے ہیں۔ تب پھر کیا آپ مالی ترقی کر سکتے ہیں۔ آپ کو خدا نے فرمایا ہے ”لِتَعَارَفُوا“ تب پھر تقدیر کا کیا تصور ہے۔ مالی تقدیر سرمایہ و سامان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اسی لیے خداے تعالیٰ نے ”لِتَعَارَفُوا“ کہا ہے

جتنی کوشش یا کام کرتے ہیں سب خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے إِنَّ الْأَعْمَالَ لِلَّهِ سَبِّحْ سَبِّحْ کام کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے اور خدائے تعالیٰ آپ کے سرمایہ کو دیکھتا ہے دیا انجام دیتا ہے۔ اگر آپ کا سرمایہ و کوشش خراب ہے تو دیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ تقدیر کا مسئلہ جب آویگا پھر اسپر بحث کی جائیگی۔ یہ بہت ضروری چیز ہے اور لوگ بالکل غافل ہیں۔ المختصر تقدیر عمل صالح کے ساتھ ملی ہوئی ہے یہی تقدیر ہے۔

حقوق انسان و قوم و ملک۔ خدائے تعالیٰ نے ان حقوق کو بھی ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ملکی امور میں بھی ہمدردی کرنے کا حکم حقوق انسان کیلئے ہے۔ اوقات۔ اسکے لیے ایک ثلث کرتے کا حکم ہے۔ لوگ ضرور وقت کرتے ہیں اپنی جائیدادوں کو۔ بلکہ اس حد کو پہنچا ہے کہ حق تلفی کر کے کیا جاتا ہے۔ اس سے نافرمانی خدائے تعالیٰ حاصل ہوتی ہے جو کہ قطع ارحام میں لکھ دیا گیا ہے۔ جتنے اوقات ہوتے ہیں صرف ذاتی نمائش و نام و نمودگی (ریا) کیلئے۔ فی سبیل اللہ نہیں کرتے ہیں۔ یعنی خدائے تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش کیلئے۔ خدا تعالیٰ قلب کو دیکھتا ہے۔ ایسے وقت کے حقوق انسان ضرور ادا ہوتا ہے مگر ریا کی وجہ سے خدائے تعالیٰ کی رضامندی نہیں ہوتی ہے۔ اور حق برادران ادا نہیں ہے۔ آنحضرتؐ کا حکم۔ ایک صحابہ نے کہا کہ ہم اپنی جائیداد کو کار خیر میں وقف کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرتؐ صلعم نے منع کیا اور فرمایا کہ صرف جائیداد کی آمدنی اپنی زندگی میں وقف کر سکتے ہو۔ جائیداد کے وقف سے حق تلفی ہوگی۔

## اخلاقی بد نفسی

خدا تعالیٰ کا مسلمانوں کو حکم ہے کہ ظاہری و باطنی اخلاق کو درست کرو۔ اور اخلاق باطنی کی درستگی کے لیے صاحبان تصوف نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور ترکیبیں بتائی ہیں۔ مصنف اس کتاب میں انسانی اخلاق اور جو ظاہری و باطنی مریضوں میں مبتلا ہے انکو دکھلاتا ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ انسان کیلئے اخلاق بہت ضروری ہے جو زیور حسن کو بڑھاتا ہے۔ یعنی حسن اخلاق بہت مشہور زیور ہے۔ حسن اخلاق مثل طلسم یا جادو کے انسان کو مفید ہوتا ہے۔

ظاہری اخلاق۔ ایک دوسرے کی ملاقات و ملت تاکہ آپس میں اتحاد پیدا ہو۔ اور ایک دوسرے کے تبدیل خیالات و تقویت حاصل ہو اور ایک دوسرے کا مددگار ہو اور ذریعہ حصول دنیا کا ہو۔ آج کل کی ملاقات غرض کی ملاقات ہے اور ایسے شخصوں کی ملاقات کہ جب کو دولت و ثروت و عزت حاصل ہے۔ انھیں کی ملاقات کے لوگ زیادہ خواہشمند رہتے ہیں اس خیال سے کہ بوقت ضرورت منتفع ہوں۔ ملاقاتی کیلئے حکم ہے کہ بلا اجازت مکان کے اندر نہ جاؤ۔ پکار کر جاؤ۔ جس درجہ کا شخص ہو اس طور کی تہذیب برتنی چاہیے گفتگو اچھی کرنی چاہیے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے قَوْلُ لَوْلَا لَیْسَ اِیْنِ حَسَنًا (سورہ بقرہ)۔

ملاقات کو جہان تک ہو سکے وسیع رکھنا چاہیے۔ ملاقات میں منکسر رہنا چاہیے جو خدمات اس سے ہو سکے اس میں حاضر رہنا چاہیے۔ خندہ پیشانی ہونا چاہیے۔



بعض مقاموں میں ظاہری اخلاق کسی طور سے تندرست نہیں کہا جاسکتا ہے۔ فی زمانہ اگر بسبب ملاقات آپس میں ربط نہیں ہے تو ملاقات کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اسلامی اخلاق وہ ہے کہ غیر شخص نہ سمجھے کہ غیر جگہ میں ہے۔ ایسا اخلاق انگلستان اور فرانس میں برتنا جاتا ہے۔ ذاتی تجربہ سے اقرار کیا جاتا ہے کہ اسی ظاہری اخلاق سے ان ملکوں میں ترقی ہو رہی ہے۔ اخلاق اسلام کی ایجاد ہے۔ آنحضرت صلعم کے ہجرت کے زمانہ سے شروع ہوا۔ جب آنحضرت صلعم ہمراہ صحابیوں کے مدینہ منورہ پہنچے اور یہ لوگ بے سر و سامان تھے۔ انصار نے ایسا اخلاق پیش کیا کہ کسی قسم کی تکلیف کا احساس نہ ہونے پایا بلکہ اس حد اخلاق کو صحابیوں کے ساتھ کیا کہ مال اور خدمات یہاں تک کیے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر صحابہ کے نکاح میں دینا چاہا۔ یہی اسلامی اخلاق ہے۔ اب صرف شرکت شادی وغنی کا اخلاق باقی رہ گیا ہے۔

اخلاق باطنی۔ یہ وہ اخلاق ہے جو اندرونی خیال یا توجہ سے تعلق ہے اس اخلاق میں تندرست ہونے کیلئے سچائی دل لازمی ہے۔ یعنی جو فعل یا امر سرزد ہو وہ خلوص دل سے ہوئے یعنی کشش دل و فعل ایک ہوئے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو مکاری میں آجائے گا یعنی ظاہر میں کچھ اور دل میں اس کے برخلاف اسی کو خدا سے تعالے نے منع کیا ہے اور اسی کو منافق سے خطاب دیا ہے۔ محبت کشش کی مثال ویسی ہی ہے جیسے والدین کو اولاد کی محبت۔ اگر اولاد کو کوئی تکلیف درپے پہنچتا ہے تو اسکی تکلیف کا اثر والدین کے قلب پر ہوتا ہے۔ اور دوسری مثال حسب مصیبت یا اذیت پہنچتی ہے تو قلب میں احساس ہوتا ہے یہی باطنی اخلاق ہے

یہی اوصاف ان ناموں سے نام زد ہوئے ہیں۔ نیت۔ نفس۔ اعتقاد۔ اتفاق۔ اتحاد۔ محبت۔ صبر۔ شکر۔ اگر باطن میں فتور ہے اور سچائی سے دور ہے تب یہ مکمل اخلاق سچائی سے بہت علحدہ ہیں۔ اسلام نے ان امور کیلئے سچائی کی تاکید کی ہے اگر سچائی نہیں ہے تو مکاری، ریا، نفاق ہے۔ اسکے لیے خدا نے عذاب قائم کیا۔ صریح و سالم عمل کیلئے اخلاق ظاہری و باطنی دونوں ایک ہونا چاہیے اسی کو عمدہ اوصاف کہتے ہیں خدا نے تعالیٰ ہر ایک کے قلب پر آگاہ ہے۔ **وَاللّٰهُ يَسْمَعُ مَا فِيْ كُلِّ قَلْبٍ**۔

خدا کی ہستی کو ہر مذہب قبول کرتا ہے مگر توجہ اور کشش دل کیلئے بت کو سامنے رکھتا ہے اسلئے کہ رجمان کشش دل بذریعہ بت کے پیدا ہو۔ اسی کی وجہ سے بت پرستی کا رواج ہو گیا۔ پرستش کیا ہے۔ عاجزی و انکساری سے بت کے سامنے اپنے کو پیش کرنا۔ چومنا۔ سجدہ کرنا۔ دست بستہ سامنے کھڑے رہنا۔ نذر پیش کرنا۔ دل کو اسکی طرف راغب بنانا۔ خدا نے منع کیا ہے کہ یہی کفر و شرک ہے۔ خدا نے تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بلا وجود کسی شے کے اپنے دل کو غیبی خدا کی طرف حاضر رکھو اور رجوع کرو۔ دل جب ہی حاضر ہوتا ہے جبکہ اسکی بھلائیوں کو اپنے دل میں ضروری اور مقدم سمجھتا ہے اسی کے حاصل کرنے کو صاحبان تصوف تعلیم دیتے تھے تاکہ نکتہ سچائی کا پیدا ہو۔ اسی کو صفائی قلب یا تزکیہ نفس کہتے ہیں۔ اسکو اس حد کو پہنچا یا کہ اتنے بزرگان دین ظہور میں آگئے۔ بنیاد تصوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ڈالی گئی۔ ایک حضرت جو امام زہنی کے نام سے مشہور تھے وہ جنگل میں اونٹ یا بکریاں چرا کر لاتے تھے۔ باور چرنے رہتے تھے۔ وہ خود بیٹھے ہوئے خدا کے سامنے کی طرف اپنے قلب کو رجوع کیے رہتے یعنی غرق رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

خبر ملی اتنی۔ تب ایک صحابہ کو تلاش کیلئے حکم دیا۔ تلاش سے جنگل میں پاگئے اپنی مشغولیت میں  
 مصروف تھے۔ اُس زمانہ میں کوئی عبادت نہیں تھی سولے کلام پاک کے۔ یہی جڑ تصوف  
 کی ترقی کی ہے۔ صوفیوں نے بہتیری دعائیں کتابوں میں لکھی ہیں اور لوگ عمل کرتے ہیں۔  
 مگر بوجہ بد پرہیزی منعمات اسکا فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ چونکہ قلب کا سچا رجحان اسکی  
 طرف نہیں ہے۔ چونکہ سچا رجحان ایک طرف ہی ہوتا ہے جیسے اولاد اور والدین میں۔ اور  
 دوسرا رجحان مصنوعی ہوتا ہے وہ پیدا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس خواہش کے  
 حاصل کرنے کیلئے دو خیال کی ضرورت ہے۔ یا تو خوف سے یا امید سے پیدا ہوتی ہے  
 مثلاً کسی بات کا خوف ہے تب دل کو توجہ اس طرف ہوتی ہے یا امید پانے کی ہے تب  
 دل اسکی طرف راغب ہوتا ہے رَغَبًا وَرَهَبًا یعنی رغبت اور رعب سے یا محبت سے  
 یا یہ اوصاف دماغی تعلیم سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس تعلیم کیلئے ایک بہت بڑی بزرگ  
 کتاب خدا کے تعالے نے عنایت کی ہے وہ کتاب کلام پاک ہے۔ بیشک کلام پاک  
 کی تعلیم سے سچی پیداوار دماغ میں ہوتی ہے۔ خدا نے فرمایا ہے عَذُّوْهُ وَخُفِّوْا  
 طَمَعًا یعنی مانگو خوف اور امید سے۔ یہ زبان کے بولنے سے نہیں حاصل ہوتا ہے  
 بلکہ دل کی توجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ کلام پاک سکھاتا ہے دو باتیں ایک حکامات الہی  
 اور دوسرے ہدایات اخلاقی۔ یعنی تہذیب اسی میں نماے الہی داخل ہوتا ہے۔  
 زمانہ کی خرابی ایسی ہو رہی ہے کہ عورتوں میں آزادی کی ہوا پھیلنی شروع ہو گئی  
 کہ یہ بالکل خلاف حکم الہی ہے یہ مرض مرض الموت اسلام ہے کیونکہ نسلوں کی اخلاقی  
 حالت خراب ہوتی جاتی ہے۔ شرم و حیا اسلام کا بہت بڑا رکن ہے مسلمانوں کے  
 اخلاقی حالات درست رکھنے کے لیے اور برا یوں سے بچنے کیلئے اس رُکاوٹ کو

اٹھانے سے عیب مثل ہنر کے ہے۔

احکام الہی و رسول صلعم متعلقہ مراکم زن شو۔ تمام ککک ایچا ککک رزجہ  
ملکیت تھائے دہنے ہاتھ کی ہے (بی بی یا لونڈی) سورہ نسا رکوع ۱۶ ترجمہ۔ مرد عورتوں  
پر حاکم ہیں۔ اس لیے کہ اللہ نے مردوں کو عورتوں پر بڑائی دی ہے تاکہ اخلاق دینی و  
دنیاوی درست کرے اور نگہبانی کرے۔ کہ نیک عورتیں اپنے شوہر کی فرمانبرداری اور  
انگراں ہوتی ہیں اور اللہ کی مدد سے پیٹھ پیچھے حفاظت کرتی ہیں۔ جس کو اپنی بی بی سے ڈر  
ہو کہ نافرمان ہو جائیگی۔ ان کو سمجھاؤ اسپر بھی نہ مانے تو علیحدہ ہو جاؤ (جداگی) کچھ دنوں  
تک۔ اگر اسپر بھی بد مزاجی کرے تب مارو اگر راضی ہو جائے اور مان جائے تو الزام  
کا حیلہ نہ ڈھونڈو۔ بیشک اللہ غالب ہے اور بڑا ہے۔

اگر زن دشمن بھوٹ پڑے کا خوف ہے تو ایک بیچ مرد کے رشتہ دار سے اور  
ایک بیچ عورت کے رشتہ دار سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان میں  
موافقت کرا دیگا۔ اللہ سب کچھ جانتا اور سب کی خبر رکھتا ہے۔ اللہ ترانے والے  
یا غور کرنے والے (یعنی اللہ کے حکم کو نہ ماننے والے) اور بڑائی کرنے والے کو  
پسند نہیں کرتا ہے۔

سورہ زحرف رکوع ۴ (ترجمہ) جو کوئی غافل ہو جائے یا لاپرواہی کرے سکھ سے  
خدا کے اور اس کے عذاب سے نہ ڈرے اور اس کی رحمت سے امیدوار نہ ہو تو اسپر مقرر کر دیتے  
ہیں شیطان کو جو وہ شیطان اُن لوگوں کے ساتھ رہتا ہے اور بد راہ یا گمراہ کرتا ہے  
اور نافرمانی کراتا رہتا ہے جس میں وہ بندہ دوزخ میں جائے اور اس کا شریک  
رہے۔ (یہ آیت ہے)

مَنْ يَفْعَلْ عَمَلًا شَرًّا يَجْعَلْ لَكَ الشَّيْطَانُ أَهْلًا قَرِيْنًا۔ دوسرے شیطانی سے مرض  
قلب (دین) اور سخت دون کی آزمائش کرتے ہیں کہ ہکتا ہے یا نہیں یعنی گناہ کرتا ہے  
لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْفَاسِيَاۗةَ لَقَوْاْ جَهَنَّمَ۔

حقوق بی بی۔ سورہ بقرہ رکوع ۲۸ (ترجمہ) عورت کا بھی حق ہے جیسا مرد کا ہے عورت کے  
ساتھ انفرادی برتاؤ یعنی اچھا سلوک کرنا موافقت رکھنا۔ نان و نفقہ دینا مرد پر لازم ہے  
اپنی حیثیت کے مطابق۔ مہر کا ادا کرنا اپنی قدرت کے موافق ہونا چاہیے وَالَّذِيْنَ مِثْلُ الَّذِيْنَ  
عَلَيْكُم بِالْمَعْرُوْفِ وَالْاَوْحَالِ عَلَيْكُمْ دَرَجَاتٌ ط

حدیث شریف۔ آنحضرتؐ فرمایا ہے جو بی بی اپنے شوہر کے بلا اجازت رنج ہو کر جاتی ہے  
جب تک وہ گھر واپس نہیں آتی ہے تب تک برابر فرشتہ اُس عورت پر لعنت کرتا رہتا ہے  
حدیث شریف۔ آنحضرتؐ فرمایا ہے اگر کوئی بی بی اپنے شوہر سے لڑ کر اور بخش بنا کر شوہر کے  
گھر کو چھوڑ دیتی ہے اور بخش رکھتی ہے اسکی عبادت اگرچہ حضرت مریم کی ایسی ہو  
قبول نہیں ہوتی ہے جب تک اپنے شوہر سے میل نہ کرے اور راضی نہ بنا لے۔

پارہ ۲۱ سورہ روم رکوع ۳۔ مِّنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ ذٰکِبٍ تُحِبُّوْنَ اِذَا اَنْتُمْ بِشُرُوْ  
تَنۡتٰہِیۡوْنَ مِّنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لَّتَسْكُنُوْا اِلَیْہَا  
وَجَعَلَ بَیۡنَکُم مَّوَدَّۃً وَرَحْمَۃً ۗ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ط  
یہ قدرت خدا کی ہے کہ مٹی سے بنایا انسان کو جو کہ تم لوگ تمام پھیلے ہوئے ہو یہ بھی  
قدرت ہے کہ تمہاری ہی جنس سے جو روین بنالین تاکہ تم کو آرام ملے اُسے اور میان  
بی بی کے درمیان میں خلوص دلی اور محبت ڈال دی۔ یہ قدرت الہی ہے۔ اُن  
لوگ سمجھا کیلئے جو غور و فکر و فرمانبرداری کرتے ہیں یعنی جو گنہگار یا لاپرواہ حکام

اکھی سے ہے اُسکے لیے نہیں ہے۔

واقعات۔ اس حکم خدا سے ظاہر ہے کہ میان بی بی کی محبت خدا کی قدرت میں داخل ہے فی زمانہ دیکھا جاتا ہے کہ بی بی میان کو چھوڑتی ہے ایسی حالت میں خدا کی قدرت نہیں ہے بلکہ شیطان قلب میں بیٹھا ہوتا ہے وہ برا فعل کرتا ہے اسکا علاج یہ ہے کہ اپنے غصہ کو ہٹائے ہو جب حکم خدا کے خدا کا حکم ہے اِذَا مَا عَصَيْتُمْ حَبِيبَ غَضَبِ آسے اُسکو کھا جاؤ اور معاف کر دو قصور کو۔ انکے لیے بخشائش خدا ہے۔

بہتیرے واقعات ظہور میں آئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوف خدا چلا گیا ہے اور دین کمزوری میں آگیا۔

اور احکام الہی وہ ہیں جنکے سبب انہیں لانے سے سزا یا عذاب میں مبتلا ہوگا مثلاً نماز دن کا ادا نہ کرنا۔ حرام کو حلال کر دینا۔ زنا۔ شرک۔ اور احکام الہی میں تغیر کرنا یا قطع ارحام کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ہدایات الہی وہ ہیں کہ انکے عمل سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور راضی ہوتا ہے مگر انکے نہ کرنے سے سزا نہیں ہے۔ مثلاً خیرات کسی سائل کو نہ دینا علیٰ ہذا القیاس۔

خدا تعالیٰ نے قوتین ظاہری و باطنی نعماء کی عطا کی ہیں اور آزادی دیدی ہے مگر اسکے ساتھ ہی ساتھ ایک قانون بھی دیا ہے سمجھانے کیلئے ایک میعاد عمر کی دیدی تاکہ اس عمر تک بلا خوف و خدشہ ان عنایتوں سے منتفع ہوتے رہو۔ مگر ایک دن حساب کا مقرر کر دیا ہے جو قوتین و نعمتیں دیکھی ہیں انہیں امتحان ہوگا۔ جیسے تعلیم کا ہون میں بالکل آزادی رہتی ہے طالب علموں سے کوئی پیش کر نیوالا نہیں ہوتا ہے اگر پڑھو گے تو امتحان کو پاس کر دو گے اگر غافل رہو گے تو فیل ہو گے

ایسے ہی خدا تعالیٰ نے بھی آزادی دی ہے۔ آزادی انسان کی قدرتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے راہ واسطے درستگی کے بتادی ہے اپنے کلام پاک میں۔ اور وہ راہیں کیا ہیں؟ تین اصول ہیں۔ (۱) صَلَوةُ الْغُشُوعُونَ (۲) تَعَوُّذُ لِمَكُوتٍ يَا فَتَقُو اللّٰهَ (۳) عَمَلُوا الصَّالِحَاتِ۔ ان تینوں فرمان پر بہت زور دیا گیا ہے یہاں تک کہ کوئی وقت کلام پاک کا ان احکاموں سے خالی نہیں پایا جاتا ہے۔ بار بار تاکید سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی توجہ اور رضا ان اعمالوں کے بجالانے کی طرف ہے۔ خبردار ہو جانا چاہیے کہ مہربانی یا بخشش اور بخشائش خدا تعالیٰ کی ان اعمالوں کے ٹھیک بجالانے پر منحصر کرتا ہے۔ یہ تین اصولی احکامات صحیح و سالم باطن سے علہ درآمد ہوتا ہے انہر غور کیا جاوے۔ ادائیگی نماز کی بہت سی شہین ہیں چند اقسام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ (۱) نماز تن (۲) نماز دماغ و قلب بحالت یکسوئی (۳) نماز خوف مالک۔

صَلَوةُ الْغُشُوعُونَ کے مطلب یہ ہیں۔ عبادت خدا کی نہایت متوجہ و دھیان و دل کو رجوع بنا کر اور غرق ہو کر غیبی خدا کی طرف کی جاوے۔ بحالت مشغولیت دھیان نہ بھٹکے اور خدا تعالیٰ ہی کی طرف غرقیت میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے دو طبقہ مسلمانوں میں مقرر کیے ہیں۔ ایک مسلمین دوسرے مومنین۔

مسلمین کے لفظی معنی فرمانبردار ہونے کے ہیں یعنی احکام الہی کو صدف دل سے ٹھیک ٹھیک بجالانا اور ہدایات کے بھی موافق کرنا۔ اور نعمتوں کا استعمال بھی جہانتک ہو سکے خدا تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق کرنا۔ یہ تفرقہ کیوں کیا گیا ہے اُنکے لیے جنکے اوقات کا رگزاری دنیا میں زیادہ مشغول رہتے ہیں جسکی وجہ سے خدا تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ وقت صرف نہیں کر سکتے ہیں۔ دنیا کو خدا تعالیٰ نے

ہم لوگوں کیلئے قائم کیا ہے۔ اسلئے دنیا کو چھڑانے کیلئے مانع ہے اگر سمجھوں کا وقت خدا کی اطاعت میں گزے تب دنیا کو کون چلا دے گا۔  
مومنین۔ اسکی تعریف خود خدا نے لٹالے نے درج کر دی ہے اسکو مجبوزہ نقل کیا جاتا ہے۔ سورہ توبہ رکوع ۱۴۔

توبہ کرنے والے۔ عبادت کرنے والے۔ تعریف کرنے والے۔  
اللہ کی راہ پہنچنے والے۔ رکوع کرنے والے۔  
سجدہ کرنے والے۔ نیک باقوں کے مکمل ہونے والے۔  
برائیوں سے بچنے والے اور اللہ کے احکام کی حفاظت کرنے والے۔ یہی مومن کہلاتے ہیں یہ خوشخبری ہو

الْمُتَّقِينَ الْعَمِلُونَ الصَّالِحِينَ  
الْمُتَّقِينَ الَّذِينَ كَانُوا  
الْمُتَّقِينَ بِالْمَعْرُوفِ وَالْمُنْكَرِ  
عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ  
اللَّهِ وَكَثِيرًا مِّنْ الْمُؤْمِنِينَ

اور سورہ انفال رکوع ۱ میں درج ہے۔

مومن توبہ ہی نہیں جنکے دل اللہ کے ذکر سے ڈر  
جاتے ہیں اور اللہ کی آیتیں انکے سامنے پڑھی جاتی  
ہیں تو انکے ایمان بڑھ جاتے ہیں۔ اپنے پروردگار  
پر بھروسہ کرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں اور ہماری  
دی ہوئی روزی کو خرچ کرتے ہیں یہی ہیں لوگ  
سچے مومن ہیں۔ پروردگار کے پاس انکے لیے  
درجے ہیں۔ مغفرت اور عزت کی روزی ہے  
انکے لیے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا  
اللَّهُ وَحِيلَتْ لَهُمُ الْأُمُورُ  
عَلَيْهِمْ أَمْرًا أَوْ لَمْ يَأْمُرْ بِهِ  
وَعَلَىٰ دِينِهِمْ يَتَوَكَّلُونَ  
الَّذِينَ هُمْ  
يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ  
يُنْفِقُونَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ  
حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ  
وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ

خدا چاہتا ہے دونوں کیلئے تصدق الایمان و تصدیق بالقلب کے ساتھ اعلیٰ عہد کے



اطاعت ساتھ یقین کے ہوئے۔

ایمان کس کو کہتے ہیں؟ گزشتہ ورقوں میں بیان کر دیا گیا ہے اُلٹ کر کے دیکھ لیا جائے۔ یقین کا ملکہ کو ایمان کہتے ہیں یعنی دین کا ایمان ویسا ہی ہونا چاہیے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ تب خدا تعالیٰ کی اطاعت ویسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ وہ چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی تعریف کو زیادہ پسند کرتا ہے اور اپنے بندہ سے عاجزی چاہتا ہے۔ بہترے لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔ مگر باطنی بیماری کی وجہ سے عبادات خلوص دل سے نہیں ہوتی ہے ان آیتوں پر ملاحظہ کیا جائے۔

سورہ زمر رکوع ۱۔

(۱) غَيْبُ اللَّهِ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ | خدا تعالیٰ کی عبادت کو خالص بنا کر کے۔

سورہ زمر رکوع ۱۔

(۲) إِلَهَ اللَّهِ الدِّينُ الْخَالِصِ | جان لودین خالص خدا تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔

سورہ اعراف رکوع ۲۔

(۳) آتَمُوا وَحُكْمًا عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ | سیدھا کر دھم اپنا منہ مسجد میں اور بندگی کر دھم کے

تعالیٰ کی خالص بنا کر کے واسطے دین کے۔

سورہ روم رکوع ۴۔

(۴) آتَمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ | نماز پڑھا کر دادر ترک کرنے سے مشرکوں

میں ہو جاؤ گے۔

(۵) فَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ

الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَفَّارُونَ ۝

مشرکوں میں ہو جاؤ زکوٰۃ نہ دیکر ادراغرت میں  
مثل کافر کے ہو گے۔

سورہ بقرہ رکوع آخر۔

لَا يَكْفِيكَ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا

وَسَمْعًا

خداے تعالیٰ کسی کو اسکی برداشت سے زیادہ

تکلیف نہیں دیتا ہے۔

یہ سب احکام فیصلہ کرتے ہیں تفرقہ کار درمیان مسلمین اور مومنین کے۔

اس زمانہ کی عبادت کو دکھلایا جاتا ہے۔ جلدی جلدی نمازون کی ادائیگی خیالات ادھر ادھر بھٹکے ہوئے۔ توجہ بالکل حاضر نہیں۔ جو عبادت ہے وہ ظاہری ہے۔ ایک لابی تسبیح ہاتھ میں۔ لبون کی حرکت۔ اور انگلیوں کی حرکت دانوں پر اور صحبت میں بیٹھے ہوئے آپس کی گفتگو کا لطف اٹھاتے ہوئے ایک دوست نے بیان کیا ہے اور اس میں مبالغہ نہیں ہے بلکہ کثرت سے ایسا واقعہ موجود ہے۔ ایک بن رسیدہ حضرت مغرب کی نماز کے بعد ٹہل ٹہل کر تسبیح پڑھ رہے تھے کہ ایک رنڈی کی گاڑی پہنچی۔ اُسی حالت میں تسبیح پڑھنے میں۔ اشارہ سے ہوں۔ ہاں کی بات کی یعنی دوسری طرف کے مکان میں اُتر جاؤ۔ بعد اختتام تسبیح کے اسکی حضوری میں حاضر ہو گئے۔ یہ عبادت کیا ہے۔ صرف ریاء ہے۔ عبادت خالص صرف خدا کی طرف توجہ ہو وہ تنہائی میں ہوتی ہے۔ اس لئے آنحضرتؐ کا تعمیر مسجد کی طرف سب سے اولیٰ عمل تھا۔ انوس مولوی صاحبان شرک و بدعت و ریاء کے روکنے کی طرف کوئی آواز بلند نہیں کرتے۔ چونکہ بہتیرے اس طبقہ کے اشخاص ایسی ہی حالت میں مبتلا ہیں۔

عبادت غیر مادی زبان۔ ایک بہت بڑا اعتراض ہے کہ احکام الہی کی

کتاب غیر مادری زبان میں ہے۔ خدا نے تعالیٰ نے فرمایا ہے سورہ سجدہ رکوع  
پانچ میں لوگو جو چاہو کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ اعمال کو دیکھتا ہے۔ جن لوگوں  
نے قرآن پاک کو کفر کیا وہ دوزخی ہیں یہ قرآن بڑے پایہ کی کتاب ہے۔  
اگر ہم قرآن مجید کو غیر عربی زبان میں آتارے تو یہ کفار کہتے۔ اس کی  
آیتیں کیوں نہیں مفصل طور پر بیان کی گئیں۔ قرآن کی زبان عجیب ہے اور  
ہماری زبان عربی ہے۔

لوگوں سے کہہ دو کہ مومنوں کے لئے یہ قرآن رہنما ہے اور شفا ہے اور  
جو ایمان نہیں رکھتے ہیں ان کے کانوں میں گرانی ہے اور آنکھوں کی  
نا بینائی ہے۔

اس احکام سے صاف ظاہر ہے کہ کلام مجید عربی زبان میں مصلحتاً نازل  
ہوا۔ چونکہ عربوں کی زبان عربی تھی اس لئے ان کی سمجھ میں آسانی ہوئی مگر  
اسی قرآن میں خدا نے حکم دیا علم سیکھنے کے لئے۔ علم میں عربی  
زبان آتی ہے۔ اسلام غیر عربی زبان کے ملک میں پھیلا تو عربی زبان کا پڑھنا  
لازمی ہوا تاکہ ہدایت کی وجہ سے جو براہین اس وقت موجود ہو گئی ہیں  
اس کے نہ جاننے کی وجہ سے عبادات میں بھی فرق آتا ہے۔ عربی زبان  
مادری نہیں ہے جس وقت کوئی چیز غیر زبان میں پڑھی جاتی ہے اور اس کو  
سمجھتا نہیں ہے تو دماغ غیر حاضر ہو جاتا ہے یہی غلطی ہے جیسے کہ کس بابہ  
ایک انگریزی باجے کا کبس جس وقت کبھی دے دی جاتی ہے تو کل پُڑے  
مشین کے کبس کے اندر چلنے لگتے ہیں۔ تب ایک آواز گونجتی ہوئی نکلتی ہے

اگر مشین کا کوئی پڑزہ خراب ہو گیا تو آواز اچھی نہیں ہوتی۔ اسی طور سے اگر دماغ میں فہم اُس آواز کی جو کہ زبان سے نکلتی ہے اس کی گونج ضرور خراب ہوگی۔ یعنی زبان سے عبادت کی آواز نکلتی ہے تو دماغ سمجھ کا غائب ہے یہ سمجھا جائے کہ سینہ ایک بکس باجے کا ہے اور قلب اُس کے اندر مشین ہے اور خیال دماغ کا فعل ہے اور دماغ سے اور قلب کے مشین اور نرخرہ سے میل ہے جس وقت دماغ کی کبھی گھومتی ہے تو بکس کی مشین چلنے لگتی ہے آواز نرخرہ سے نکلتی ہے۔ اگر دماغ میں قوت فہم نہیں ہے جو کہ زبان سے نکلتا ہے۔ تب عبادت صرف زبانی ہوتی ہے۔

اسی کو خدا نے تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ یہ صرف خلق سے ہے سینہ سے نہیں ہے اس کے لئے ایسی قدرت پیدا کرنی چاہیے کہ اپنے خیالات کو وقت عبادت کے روکے۔ تب ہی اس طرف توجہ ہوگی اور اس کے روکنے کی قوت دماغ میں موجود ہے۔ اسی قوت سے بد باطنی، گمراہی وغیرہ وغیرہ کو روک سکتا ہے۔ خلوص دل کی عبادت جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جبکہ محبت اپنے مالک کی مقدم رکھے۔ ہر مومن کا قلب خدا کا گھر ہونا چاہیے اور زبان گھر کے گونج کی آواز اور ذکر میں اپنے پروردگار کے ہوا سے ملے دل اور زبان دونوں کو ایک سر میں وقت عبادت کے بیٹے رہنا چاہیے۔

سورہ مریم رکوع ۴۔

خدا سے تعالےٰ کی عبادت کیا کرو عبادت میں  
جو تکلیف پہنچے اُسکو برداشت کیا کرو۔

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ  
لِعِبَادَتِهِ

کوئی بات بغیر مشقت و محنت و شفقت کے حاصل نہیں ہوتی ہے۔  
بے تو جی کسی فعل میں مفید نہیں ہوتی ہے اسی کو خداے تعالیٰ نے فرمایا  
ہے سورہ حج رکوع ۲ میں۔

مِنْ الْمَنَاسِكِ لَعَلَّكُمْ تَعْبُدُونَ اللَّهَ  
عَلَىٰ حُرِّيفٍ -  
خداے تعالیٰ کی عبادت کرنے ہیں کناہے  
کناہے یعنی بدلی اور بے تو جی سے۔

ایسی عبادت کو خداے تعالیٰ پسند نہیں کرتا ہے وَتَأْتُوا اللَّهَ وَنَحْنُ  
خیالات انسان کے دماغ میں ضرور دوڑتے رہتے ہیں بُرے یا بھلے اور وہ  
خیالات جن کو خداے تعالیٰ نے منع کیا ہے وہ عبادت کے وقت ضرور  
آتے ہیں اور عبادت کو بالکل باطل کرتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں درج  
ہے (شیطان بھی اپنی کارروائیوں سے غافل نہیں رہتا ہے) سورہ بقرہ  
رکوع ۳۹ یعنی آخر۔

وَلَنْ تَجِدُوا مَنَافِعَ أَنْفُسِكُمْ  
أَوْ تَحْشَوْهُ يَحْشَا سَبْكُم بِهِ اللَّهُ  
فَيَغْفِرَ لِمَن يَشَاءُ وَلْيُعَذِّبْ  
مَن يَشَاءُ -  
اپنے جی کی بات (خیال) کو تم ظاہر کر دیا  
پھپھائے رکھو۔ اللہ تعالیٰ تم سے حساب لے گا  
مالوں میں خداے تعالیٰ چاہے بخشدے چاہے  
عذاب کرے۔

خیالات سے کوئی شخص غالی نہیں رہ سکتا ہے جبکہ عبادت غیر مازی  
زبان میں ہے جس کو سمجھتا نہیں ہے جو زبان سے نکالتا ہے اگر گوشہ نشین  
ہو جائے یا دنیا کے تعلقات کو منقطع کر دے تب ہو سکتا ہے۔ یہ رہبانیت  
ہو جاتی ہے اور اس کو خداے تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ خداے تعالیٰ کو

خوب واقفیت ہوتی ہے انسان کے ارادہ اور نیت سے انسان کی عبادت جس کو وہ سمجھتا نہیں ہے اور فاسد اور بر خلاف شریعت کے دوسوہ نہیں ہے اور اعتقاد سچا ہے تو ضرور معاف کرے گا۔ اس کو آنحضرت صلعم نے ترمیم کرایا ہے سورہ بقرہ اخیر رکوع پڑھا جائے۔

اَتَّقُوا اللَّهَ اس کے معنی بُرائیوں سے پرہیز کرنا۔ خدا کا خوف دل میں رکھنا  
 فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا اُولِیْ اَلْبَیْبِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ | دُرود اللہ سے عقل والو شاید نفع پاؤ۔  
 ایک دن آخرت کا مقرر کیا ہے۔ وہ دن حاضری کا ہے خدائے تعالیٰ کے سامنے واسطے امتحان دینے کے وہ قیامت ہے اس کے ہول یا دہشت ناک حالت کا رعب دل میں ہر وقت طاری رہنا چاہئے۔ وہ دن بڑے گھبراہٹ کا دن ہے۔

دُرود اللہ تعالیٰ سے نافرمانی مت کرو۔  
 (خدائے تعالیٰ لا پرواہ ہے) سب تعریف  
 خدائے تعالیٰ کی ہے۔

اِنَّكَ كَرِهْتَ اَنِ اتَّقُوا اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ  
 كَانَ اللَّهُ غَنِيًّا  
 حَمِيدًا

خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر بین فیصلہ کے دن کو مقرر پہلے سے کیے ہوئے نہ ہوتا تو یہ بُرائیاں جو لوگ کرتے رہتے ہیں ان کا فیصلہ ہو جایا کرتا۔

اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ قیامت کب ہوگی۔ بلا حکم اللہ تعالیٰ کے نہ کسی خوشون میں پھل آتے ہیں اور نہ کوئی مادیں حل قبول کرتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے۔ خدائے تعالیٰ کو سب علم ہے اس کا خوف ہر وقت

دل میں رکھنا چاہیے۔ وہ خوف کیا ہے۔ منہیات سے بچنا اور اُس کے حکم کے مطابق چلنا۔ خدا سے تعالے نے فرمایا کہ وہ پرہیزگاروں کا دوست اور قرآن مجید اُن لوگوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔ بجائے فائدہ اٹھانے کے لوگ عذاب کے مستحق ہو رہے ہیں دن دہاڑے بُرائیوں کے شکار ہو رہے ہیں۔ جتنی بُرائیاں گذشتہ ور قون میں تفصیل کی گئی ہیں۔ اُن سب کو لا پرواہی سے اور بلا خوف ہنس سمجھ کر کرتے رہتے ہیں۔ بیشک سلام کی بدنامی ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ بہت تحمل والا ہے اسلئے اُن بُرائیوں کا نتیجہ فوراً ہی ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ ایسے لوگ کو اتنا ڈھیل دیتا ہے کہ وہ لا پرواہ ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے تحمل کو ظاہر کر دیا ہے وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا اللہ جاننے والا اور تحمل والا ہے۔ اس صفت کے مصداق میں ایک قصہ جو کہ کتاب میں دیکھا گیا ہے وہ لکھا جاتا ہے (اس قصہ کی صداقت اُس مصنف کے گردن پر ہوگی) حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک روز جنگل کی طرف ٹہلنے کو نکلے۔ دیکھا کہ ایک شخص مردہ عورت کے ساتھ زنا کر رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت غصہ آیا اُنھوں نے اُسکو اپنے ڈنڈے سے خوب مارا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ تو اتنی بات پر اتنا غصہ ہو گیا۔ ہم جتنی بُرائیوں کو دیکھتے ہیں روزانہ اگر ہم کو غصہ اسی طور کا آیا کرے تو دنیا ایک گھڑی بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ سبحان اللہ کیا تحمل ہے۔ اس زمانہ میں جو بُرائیوں کی کثرت ہے بیشک دنیا قائم نہیں رہ سکتی تھی۔

خداے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنہوں نے اپنی خواہشات اور لذات دنیا کو معبود بنایا ہے باوجود واقفیت کے اُن کو گمراہی میں پھوڑ دیتا ہے اور انکے دل لوکان پر مہر کر دیتا ہے اور آنکھ پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ سورہ بقرہ کو عا

ان کے دل اور کانوں پر خداے تعالیٰ نے مہر

کر دی ہے اور انکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔

حَقَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قُلُوبَهُمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوًا

بیشک ایسا ہی اس زمانہ میں ہو رہا ہے بڑائیوں کے کرنے والوں کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی ہے یہاں تک حالت پہنچ گئی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بڑائی سے اپنے کو بجاتا ہے تو اُس کو بیوقوف سمجھتے ہیں۔ ہاے افسوس بلکہ بڑائی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ اسی طرف لوگوں کو راعب کرتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ لوگوں کے دل میں اللہ کے خوف کا احساس باقی نہیں رہا ہے اسکے باوجود سورہ حشر کے آخر رکوع کو پڑھا جاوے یہاں پر چند آیتوں کو درج کرتا ہوں۔

اے ایمان والو۔ ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ کیا تیار کیا ہے کھل کیلئے اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ تم لوگ کرتے ہو اور مت ہو جاؤ مثل اُن لوگوں کے جنہوں نے بھلا دیا اللہ تعالیٰ کو پھر اُن سے بھلا دیا اللہ تعالیٰ نے اُنکے فسقوں کو۔ وہی لوگ جیسے اور گمراہ زمین سے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مِّنْ نَّفْسٍ مَّا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۚ وَكَذَلِكَ نَسُودُ كَالَّذِينَ تَسْجُدُونَ لِمَا لَمْ يَخْلُقْ لَهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝



اس فرمان کا مطلب بہت صاف ہے ہر شخص اپنی نبض پر انگلیوں کو رکھ کر معلوم کرے کہ نبض کی حرکت کیسی ہے۔ نبض کی حرکت قلب کے فعل سے چلتی ہے جیسا فعل قلب کا ہوتا ہے ویسی ہی نبض کی حرکت ہوتی ہے۔ جس وقت قلب کمزور رہے اور بیماری میں مبتلا ہے ویسی ہی نبض بھی چلتی ہے۔ قلب کو قوت دینے کی ضرورت ہے قوت کا نسخہ درج کیا جاتا ہے اس کو استعمال کیجیے آپ کی حالت درست ہوگی۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے نجات کا راستہ نکال دیتا ہے۔ اور بے شان دگمان اُس کو روزی دیتا ہے۔ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے کافی ہے اللہ تعالیٰ اپنا کام خود چلانے والا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا

دوسری آیت پر ملاحظہ فرمایا جاوے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے کام کو آسان کرتا ہے اللہ نے مومن کو پیغام دیا ہے کہ یہ حکم اللہ کا ہے جو ڈرتا ہے اُس سے بُرائی کو دور کرتا ہے اور اجر اچھا دیتا ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا

مذراے تعالیٰ بڑا منصف ہے اس فرمان پر ملاحظہ کیا جاوے۔

اور جو کوئی ذرا بھی اپنے رب کے سامنے کھڑا

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ

وَقَدْ أَنفَسَ عَنِ الْقَوْمِ ۖ فَبَاتَ  
الْحَبَّةَ هِيَ الْمَسْأُومَى -

ہو کر ڈرا اور اپنے ہی یا خواہش یا لالچ کو رہا تو  
اُسکے لیے جنت ہے۔

خداے تعالیٰ نے مومنوں کو دنیا میں بھی مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے اس آیت  
کو بھی ملاحظہ کیا جائے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۚ  
لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي  
الْآخِرَةِ وَلَا يَبْدِلُ كَلِمَاتِ اللَّهِ طِثْلًا  
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

وہ جو ایمان دے ہیں اور بُرائیوں سے پرہیز  
کرتے ہیں اُنکے لئے خوشخبری ہے دنیاوی  
زندگی اور آخرت کیلئے۔ اللہ کچھ فرق نہیں کرتا  
اپنے فرمان میں ہی بڑی کامیابی ہے۔

خوفِ خداے تعالیٰ دل میں رکھنے اور اس عمل کرنے کا وہ فائدہ ہے کہ جو  
فرمانِ خداے تعالیٰ کا ہے یہاں پر درج کیا جاتا ہے غور کیا جائے یہ  
کیمین بہتر ہے وقتی بھلائی سے۔

ثُمَّ اتَّقُوا ۚ وَآمِنُوا ثُمَّ اتَّقُوا  
وَأَمْسِنُوا ۚ وَاللَّهُ يُصِيبُ  
الْمُحْسِنِينَ ۝

پھر خوف رکھا اور ایمان رکھا پھر پرہیزگاری کی  
بُرائیوں سے اور اچھا کام کیا۔ خدا دوست رکھتا  
ہے اچھے کام کرنے والے کو۔

ان احکامِ الہی پر خیال کریں کہ کیا فائدہ مُنہ بوسے مسلمان اٹھا رہے ہیں  
اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم لوگوں کا سراسر تصور ہے جس کی وجہ سے  
ہم لوگ مشغع نہیں ہو رہے ہیں درستگی کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ واضح  
رہے یہ سب خاص مومن کیلئے دستاویز کا فرمان دیا ہے۔

عِبَادُ الصَّالِحِينَ - اُسکے مطلبِ خداے تعالیٰ کی راہ میں نیک عمل

کرنا۔ اس کے عمل کے بہت سے طریقے ہیں۔ یہ حکم عام ہے غیر مذہب یا مذہب دار  
دونوں کیلئے برابر ہے۔ نیک عمل کا بدلہ خدا سے تعالے نے اچھا دینے کا وعدہ کیا  
ہے۔ اس حکم کو سورہ نسا رکوع ۶ میں دیکھا جائے وہ درج کیا جاتا ہے۔

بیشک خدا سے تعالے نے انہیں منافع کر لگا کسی کی نیکی  
کو ذرا بھی اور اگر نیکی کرے کوئی تو دینا یاد دیا وہ  
کر دیتا ہے ثواب کو اور دیتا ہے اپنے پاس سے  
زیادہ ثواب یعنی اسکا بدلہ بہت بڑا دیتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ  
وَلَنْ يَجْزِيَكَ حَسَنَةً يَّصْنَعْهَا  
وَيُؤْتِي مِمَّنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا  
عَظِيمًا

فرغ کر لیجئے کہ کافر و مشرک و فاسق کوئی نیک کام بیشہی (خدا اللہ) کرتا  
ہے تو اسکو بدلہ دنیا میں ضرور ملتا ہے مثلاً عام راہ پر کنواں بنا دینا۔ مسافر  
خانہ بنا دینا یا خیرات خانہ بنا دینا مسافروں کو کھانا کھلانا وغیرہ وغیرہ۔  
مسلمانوں کا نیک کام۔ مسلمانوں کے لیے مدرسہ بنانا۔ مسجد بنانا۔ مسجد میں مکتب  
خانہ بنانا۔ یتیم خانہ قائم کرنا۔ ۱۱ القیاس۔ ان کاموں کا بدلہ اچھا دین اور  
دنیا دونوں میں ملتا ہے۔ اگر فاسق یا نافرمان خدا ہے اُس نے حق تلفی کر کے  
مدتہ جاریہ قائم کیا اسکا بدلہ دنیا میں اچھا ضرور ملتا ہے۔ مگر حساب کے دن  
وزن کا پلہ ہکا رہے گا کیونکہ نافرمانی خدا کر کے اُس کام کو کیا ہے جس پر خدا نے  
تعالے نے لعنت بھیجی ہے اور تب مسلمان ہونے سے خارج کر دیا ہے یوم حساب  
میں مفید نہ ہوگا۔ عمل صالح کیلئے باطنی خیال لینے نیت کام خدا سے تعالیٰ کیلئے  
ضروری رکن ہے۔ اس ملک میں ہندو بھی ایسا کام کرتے ہیں نیت کے ساتھ  
دیکھا گیا ہے کہ انکو دنیا میں بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ اُسی طور سے فاسق مسلمان کو

بھی دنیا میں فائدہ پہنچے گا۔ غریبوں کا عمل صالح عبادات ہیں ماسوائے ادائیگی  
فرائض کے۔ اس میں بھی تصدیق بالقلب کی ضرورت ہے۔ یا جو نیک عمل  
ذات سے ہو سکے۔ سورہ اعراف رکوع ۵۔

وہ لوگ جو کہ ایمان رکھتے ہیں صل صالح کے لیے  
اُن کو زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی سب جہان تک  
ان سے ہو سکتا ہے پہنچے ہو سکے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا  
الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا وِجْرَةً  
وَسَعَةً۔

اس زمانہ کا نیک عمل کیا ہے۔ عرس کرنا۔ عرس میں شرکت کرنا۔ حال قابل  
لانا۔ مرید ہونا۔ پیروں اور بنے ہوئے فقیروں کی خدمت کرنا۔ پیروں کو  
روپیہ دیکر دولت مند بنانا۔ پیر جیسے آج کل کے ہیں وہ ظاہر ہے کہ تعویذ اور  
گناہ فروش ہیں اور اپنے پھونک کا پانی پلا کر مریضوں کو اچھا کرتے ہیں۔  
جبکہ خداے تعالیٰ نے فن حکمت عطا کیا ہے علاج مرض کے لیے فرمان  
الہی یہ ہے لَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ۔

مرید ہونا بہت بڑی بات شفاعت کیلئے فی زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ شفاعت کے  
بارہ میں پیر کی سرخی میں فرمان الہی درج ہے۔ اُلٹ کر دیکھا جاوے ایک  
پیر صاحب کے عزیز نے مصنف کو اطلاع دی کہ اس صوبہ بیمار میں آج کل ایک  
نیا طریقہ عمل صالح کا بنایا گیا ہے۔ ہندو اور مسلمان کی لڑائی اسکے ذمہ دار  
ملا ہیں۔ یہ لائق دریافت طلب ہے کہ آیا یہ لڑائیاں خدا تعالیٰ کے لیے  
کی جاتی ہیں یا اپنے نفس کی خوشنودی کیلئے۔ خداے تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے  
ہمسایہ کے ساتھ ہمدردی اور میل رکھو۔ آنحضرت صلعم جس وقت مدینہ میں

تشریف رکھتے تھے انکے ہمسایہ یا پڑوسی بہتر سے یہودی تھے ان لوگوں (یہودی) کے ساتھ برتاؤ و میل و اخلاق بہت اچھے تھے مخالفانہ نہیں تھے۔ یہ اعتراض کہ مساجد کے سامنے باجا شاہراہ پر نہ بجا یا جاوے کیونکہ عبادات میں غلط پہنچاتا ہے۔ عبادات کیلئے خدائے تعالیٰ کا حکم ”صلوۃ الخاشعین“ کا ہے۔ اگر عبادات سچے ہیں تو توجہ باجے کی طرف کبھی نہیں ہوگی کیونکہ عبادات غرقیت کی ہونی چاہیے۔ بلکہ ان ناجائز فعلوں کی وجہ سے خدائے تعالیٰ کے گھر کی توہین کر لے رہے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا حکم ہے کہ جس جگہ دین کی توہین یا مضحکہ ہو تو وہاں پر موجود نہ رہو یا پھیر لو نہیں کہ جس میں مضحکہ زیادہ نہ ہونے پائے۔ اس باجے کی لڑائی سے مساجد کا مضحکہ کرایا جاتا ہے۔ یہ غلط تشیل دی جاتی ہے جو وقت اسلام کی تبلیغ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور کعبہ میں خطبہ و نماز پڑھنے کے وقت کفار باجہ۔ تالیان۔ سیٹیان بجاتے تھے تاکہ خطبہ کو لوگ نہ سُنیں اور اسلام کا طلسم دل میں لوگوں کے پیدا ہونے پائے۔ یہ کفار و ن کی نیتیں تھیں۔ ہندؤں کو کبھی ایسی نیت باجہ بجانے کی نہیں تھی۔ خدائے تعالیٰ کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اس موقع پر صبر کرنے کا یہ فعل منہ بولے مسلمانوں کا غیر اسلامی فعل تھا۔ دوسری وجہ لڑائی کی قربانی گائے کی ہے۔ قربانی نذر خدا سے تعالیٰ ہے۔ اس میں بھی مذہب کی توہین کر لے رہے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا حکم ہے کہ لا تھکوکہ فیہ لایاچین۔ اس میں بھی ہندؤں کو اعتراض نہیں ہے۔ مگر نالش پر اعتراض ہے۔ خدائے تعالیٰ بھی نہیں پسند کرتا ہے نالش کو۔ ہمسایہ کا خیال کرنا خدائے تعالیٰ کا حکم ہے۔ اسلئے دوسرا جاؤر مثلاً بھیڑی

دیکری کیون نہیں کیا جائے ان جانوروں کی قربانی میں کہا جاتا ہے کہ خرچ زیادہ ہوتا ہے۔ کفایت شکاری سے گائے بڑھی۔ کمزور۔ بیکار کی جاتی ہے ایسے جانور کی قربانی بالکل منع ہے۔ افسوس ہے کہ خدا سے تعالے کی راہ کے خرچ میں کفایت شکاری کا خیال کیا جاتا ہے اور وہی خدا کے تعالے سب کچھ دیتا ہے اور اس کے نذر کرنے میں یہ اعتراض ہونا بالکل باطنی کمزوری کی وجہ سے ہے خدا تعالے کا فرمان ہے اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ۔ پس تحقیق کہ عبادات جان و مال و حیات سب رب العالمین کیلئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ تب یہ لڑائیوں صرف نفس کیلئے عقین مذہب کو بدنام کرنے کا کوئی خوف نہیں تھا۔

عمل صالح میں وظائف بہترین عمل ہے جس کے لئے میں خدا تعالے نے فرمایا ہے وہ بیان پر درج ہوتا ہے۔

اے ایمان والو! بکثرت خدا تعالے کو یاد کیا کرو۔ اور صبح اور شام اس کی تسبیح تعریف کی کرتے رہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ فِي كُلِّ أَكْثَرِ مَسْجِدٍ وَنُسُكٍ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتٍ وَكُلِّ صَالِحٍ

بہترین عبادت اس زمانہ میں مسلمانوں کے لیے تصدیق بالقلب کے ساتھ توبہ استغفار کا ہے مگر توبہ کے ساتھ بُرائیوں سے پرہیز کرتا رہے اور نافرمانی خدا سے بچتا رہے والا کوئی فائدہ اس وظیفہ کا حاصل نہوگا۔

المختصر خدا تعالے نے قوتیں ظاہری و باطنی نعمتوں کی عطا کی ہیں یہ سب قوتیں اپنی اپنی جگہوں پر بموجب فرمان و ہدایات الہی و رسول صلعم کے صرف

صرف میں لائے جاوین۔ کوئی قوت بجاوے موقع استعمال میں نہ لائی جاوے۔  
 خداے تعالیٰ نے سب کے حدود استعمال بتادیے ہیں جن کا حساب یوم حساب کے  
 وقت سمجھ گا۔ اور آزادی استعمال کیلئے بغیر کسی حاکم کے دیدی ہے۔ سورہ ہنہ  
 رکوع ۱۲۔ میں فرمایا ہے مَا آتَا عَذْلَکُمْ یَحْفَظْنٰہِمْ ہُمْ تَحَاطُّوۡا اُو پر محافظ  
 ہیں کہ نیک عمل کراتے رہیں۔ خداے تعالیٰ کو جس قدر کثرت سے یاد کرے گا  
 اسی قدر اُسکو بھلائی پہنچتی رہے گی یہ فرمان الہی ہے سورہ یقر رکوع ۱۱۔ میں

پہرتم ہم کو یاد کرو (بندگی کرو) تو میں یاد کروں  
 تم کو۔ اور میری نعمتوں کا احسان مانو اور ناشکرا  
 یا لا پرواہ مت ہو۔

مَاۤ اَعْصٰیۤ اَمْرًا مِّنْ اَمْرِ رَبِّیْ  
 وَاسْتَعْصَمَ وَکَلٰ  
 اَمْرًا مِّنْ اَمْرِ رَبِّیْ

کون سچا ہے خدا سے بڑھ کر اپنی بات میں۔

مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا

ہر مسلمان خواستگار رحمتوں کا ہے۔ مگر یہ امر ثابت ہے کہ فرمان الہی سے  
 بالکل غافل ہو گئے۔ اسی لئے جن رحمتوں کا خداے تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے  
 وہ حاصل نہیں ہو رہی ہیں۔ اب چند آیتیں جو کہ ہر مسلمان کو معلوم ہیں اُسکو  
 واسطے اشتعال جوش کے درج کیا جاتا ہے۔

پس سب وہ لوگوں جو ایمان رکھتے ہو اور نیک عمل  
 کرتے ہو اُنکے لیے بھنائش اور رزق اچھا ملے گا۔

اور جو کہ اچھا عمل کرے اُنکو اللہ تعالیٰ اچھی جزا  
 دیگا اور اپنا فضل زیادہ کرے گا اور وہی اللہ رزق  
 بے حساب جسکو چاہتا ہے دیتا ہے۔

(۱) قَالِیْنَ یٰۤاٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ  
 لَعَلَّہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ

(۲) لَیٰۤاٰیٰتِیْہِمْ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوۡا  
 فَاَنۢبِیۡۡہِمْ مِّنۢ فَضْلِہِمْ ؕ وَاَللّٰہُ یَرْزُقُ  
 مَنْ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ؕ

دہی لوگ مقبول ہیں جو کہ ایمان رکھتے ہیں اور عمل نیک کرتے ہیں اور انھیں پر اپنا فضل زیادہ کرتا ہے۔

وہ لوگ جو اپنی تکلیف پر صبر کرتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں انھیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ بخشیکا اور بہت بڑا بدلہ دیکھا۔

(۱۶) اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ اللّٰهُ لِمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ۔

(۱۷) صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ۔

تمام کلام پاک ان خوشخبروں اور بشارت سے مامور ہے۔ کیا مسلمان اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مگر رک رک کے خیال کو متوجہ کرایا جاتا ہے کہ خداے تعالیٰ نے دو عمل پر۔ اتقوا اللہ۔ و عملوا الصلحت پر بار بار تاکید کی ہے اور انھیں دو عملوں کو مسلمانوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اگلے زمانہ کے لوگ ان ہی دو عملوں پر عامل تھے۔ اسی لئے برکتوں سے فیضیاب بھی رہتے تھے اس زمانہ میں مسلمانوں سے رحمانی برکتیں چھن گئیں اور غائب ہو گئیں۔ اور اسلامی محبت آپس سے چلی گئی۔ اسکے عوض میں نفاق پیدا ہو گیا۔ غیر مذہب والوں کی نظروں میں حقیر ہو گئے۔ جتنی بد بختی کے آثار ہیں موجود ہو گئے۔ ہاے افسوس دین اور دنیا دونوں کے نکلے ہو گئے۔ بعض مسلمان نیک کام واسطے بھلائی بندگان خدا کرتے ہیں مگر انکی نیت دنیاوی وقار ہوتی ہے جو بالکل ریا ہے اسلیے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے خدا انکی توجہ نہیں کرتا نعمائے الہی۔ خداے تعالیٰ نے نعمتیں عطا کی ہیں۔ نعمتوں کی قوت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وجود کا ایک جزو وابستہ ایک دوسرے



سے ہے۔ ظاہرہ یا پوشیدہ۔ جیسے آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے ہم لوگوں کیلئے نعمت ہے۔ ہم لوگ امانت دار ہیں اسکی پیشکش ہوگی۔ سورہ نکاح ثرین خدے تعالیٰ نے فرمایا ہے تَسْتَغْنٰی یٰۤاَیُّہَا مَعْیٰنِ عَسٰی النَّعِیْمِ۔ ساری نعمت کی پیشکش ہوگی کہ کس طرح کام میں لایا ہے۔ سب نعمتوں کے استعمال کی ہدایت دے دی گئی ہے۔ سورہ بقرہ رکوع ۱۱۔ مین۔

وَلَا تَقْرَءُ نِعْمَتِیْ عَلَیْکُمْ مَّوَدَّ  
لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔

تمام کروں نعمتوں کو اور ہر بانیوں کو تم پر کہ راہ  
دین کی شاید تم سیدھی راہ کو پاؤ اور احسان پاؤ

نعمتیں دو قسم کی ہیں ایک نعمت متروکہ اور دوسری نعمت غیر متروکہ۔  
نعمت غیر متروکہ۔ نعمت غیر متروکہ مین داخل ہوتے ہیں زمین۔ پہاڑ۔  
دریا۔ سمندر۔ حیوان۔ انسان۔ ان سمہوں پر بحث کرنے کیلئے بہت بڑی  
وسعت کی ضرورت ہے صرف انسان پر بحث کی جاتی ہے۔ انسان مین خدا  
تعالیٰ نے تفرقہ ڈالا ہے۔ ایک کے اوپر ایک کا درجہ بلند بنا رکھا ہے مثلاً  
بادشاہ۔ دولتمند۔ اعزاز بحیثیت درجہ نوکری وغیرہ۔ پھر عالم۔ علامہ۔ صوفی  
ولی۔ جتنا بڑا درجہ خدے تعالیٰ نے عطا کیا ہے اتنی ہی بڑی ذمہ داری  
بھی دی ہے۔ اوپر کی آیت سے معلوم ہوگا کہ خداے تعالیٰ نے فرمایا  
ہے یٰۤاَیُّہَا مَعْیٰنِ عَسٰی النَّعِیْمِ یعنی تمام کروں نعمتیں تاکہ تم دین کے سیدھے راستے  
پر چلو۔ گذشتہ زمانے مین اس دفعہ کے مطابق لوگ چلتے تھے اسی لیے بارہ  
سو برس تک اپنے وعدہ کو خدے تعالیٰ پورا کرتا رہا اسکے بعد سے خرابی  
شروع ہوتی گئی۔ ہندوستان مین محمد علی شاہ رنیلے کے وقت سے خرابی شروع

ہوئی۔ انکی ناشکری کیوجہ سے خرابی شروع ہوئی۔

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا لِرَبِّكُمُ اللَّهُ | کھاؤ حلال رزق اور شکر کرو خدا کی نعمت کا۔

صوفیوں اور ولیوں کو کشف اور جذبات کی نعمتیں عطا کیں اگر یہ صاحبان اپنے فرض منصبی کو ادا کرتے صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتے تو یہ حالت اسلام کی نہوتی۔ بزرگانِ دین۔ مخدوم۔ صوفی و علامہ اس ملک میں تشریف لائے جن سے تبلیغ اسلام ہوئی اور دعا جمیع مسلمین کرتے تھے اسکے فیض سے اتنے زمانہ تک کفر میں روشنی اسلام روشن رہی۔ اب ایسے لوگ نظر نہیں آتے اسلیے یہ روشنی اب ٹٹھا رہی ہے کہ اب بجھے تب بجھے۔ اسوقت مسلمانوں کی حالت مطابقت کرتی ہوئی اسرائیل کے بعد تباہی فرعون خدا سے تعالے نے وعدہ کیا تھا نبی اسرائیل کو خلیفہ ملک بنانے کا۔ ایسے وعدہ میں شام اور مصر کی سلطنتیں عطا کیں۔ جبکہ ناشکری خدا سے تعالے کرنے لگے بوجہ غیر استعمال نعمتوں کے سلطنتیں چھن گئیں۔

ہندوستان میں غوری پانچویں صدی ہجری میں آیا۔ وہ زمانہ پر تھی راج کا تھا روحانی قوتوں کے زور سے ہندوستان میں سلطنت قائم ہوئی۔ اسلامی بادشاہت بہت زبردست پانچ سو برس تک قائم رہی۔ ہندوستانی مسلمان نعمتوں کو پا کر متکبر ہو گئے۔ ناشکری شروع ہو گئی۔ بادشاہت غائب ہو گئی۔ اسی کو خدا سے تعالے نے فرمایا ہے کہ جس قوم کو نعمتیں عطا کرتا ہے ان سے انہیں چھینتا ہے مگر جس قوم میں اس قدر عیش و عشرت آجاتی ہے کہ اپنے فرض منصبی سے غافل ہو جاتی ہے یہی ناشکری خدا سے تعالے ہی۔ انکے ناشکری کیوجہ سے ہلوگ سزا میں مبتلا ہو گئے خدا سے تعالے کا دروازہ ہدایت کیواسطے کھلا ہوا ہے۔ دستور العمل ہاتھ میں موجود ہے

اور ہندوستان کا بھی دروازہ کھلا ہوا ہے۔ دوسرا غوری پھر پیدا ہو سکتا ہے اگر دستورِ عمل کے مطابق چلا جاوے۔ روحانی قوت بہت بڑی زبردست قوت ہے فرمانِ الہی پر غور کیا جاوے۔

جب خدا تعالیٰ کسی قوم کو نعمت دیتا ہے اس میں تبدل یا تغیر نہیں کرتا ہے۔ جب تک وہ قوم اپنی صلاحیت کو خود نہ بدل دے۔

(۱) ذٰلِكَ يَآئِ اللّٰهَ لَكُمْ نِعْمَةٌ مِّنْكُمْ اَنْ تَعْبُدُوْهُمَا عَلٰى قَوْمٍ مَّحْتَمِلٍ لِّغَيْرِ مَا بَاكَفْسِيْهِمْ۔

اور مت ظہر اللہ خدا کی آیتوں (حکم) کو ہنسی یا مذاق (یہ حکم کہ بجالانے میں سستی نہ کر داور یاد کر تم (مسلمانوں) نعمتوں کو خدا نے دی ہیں اور یاد کرو جو اتنا راہی (قرآن) پھر اور حکم شریعت کی نصیحت کرتا ہو (قرآن) کے حکم پر چلو اور اللہ خدا سے اور اس کے حکم کی نافرمانی سے اور جو فوہ کہ چیز کی ہرگز

(۲) ذٰلَا تَتَّخِذُوْا اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ عَلَیْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ اِيْہَا وَاَتَّقُوا اللّٰهَ وَاَعْلَمُوْا اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِیْمٌ۔

نعمت متروکہ۔ اس نعمت سے ہر نبی آدم منون و مشکور ہو رہا ہے۔ اس نعمت کی قوت ہر شخص میں موجود ہے یعنی کان سماعت کیلئے۔ آنکھ بینائی کیلئے۔ اندرونی اعضا واسطے قائم رکھنے زندگی کے۔ بیرونی اعضا واسطے حرکات و سکنات و خصلات کے سرواسطے قیام مغز یا دماغ کے ان سمیوں کے افعال کے جذبات بہتیرے عطا کیے ہیں زبان گفتگو کے لیے۔

مصنف معانی جانتا ہے ان کے تفصیل بیان سے کیونکہ انکا لکھا جانا اتنی چھوٹی کتاب میں بالکل غیر ممکن ہے۔ صرف آنکھ اور سر پر بحث کی جاتی ہے۔

آنکھ۔ بینائی کی قوت واسطے کتب بینی حصول علم و دیگر ضروریات زندگی صحیح و سالم

طور پر۔ بوقت حساب آنکھ بھی گواہ ہوگی کہ بنیائی کا استعمال بجا نہیں کیا ہے۔ مثلاً کسی عورت کو بڑی نظر سے دیکھنا۔ نظر کے زنا میں داخل ہوتا ہے

سر کے اندر مغز یا دماغ جنکے بارے میں گذشتہ درقون میں بیان کر دیا گیا ہے مزید سمجھانے کیلئے پھر مختصر بیان کیا جاتا ہے کیونکہ یہ بہت بڑی نعمت عطا کی ہوئی ہے۔ جتنا بڑا سر ہوگا اتنا بڑا اُسکے اندر مغز ہوگا اور اُسکے اندر خون کی رگیں بھی ہوئی ہوں۔ جسے مغز کو غذا مہیا ہوتی ہے۔ جیسی غذا ہوگی ویسا فعل ہوگا مغز کے اندر گوشے اور حصے ہیں اور ہر حصہ کا فعل علیحدہ علیحدہ ہے ہر شخص کے مغز کا وزن اور اُسکی مقدار علیحدہ ہوتی ہے انسان کی ذہانت اور تیزی مغز کی حیثیت پر منحصر ہوتی ہے۔ جتنا بڑا مغز ہوگا اتنی ہی بڑی اُس شخص کی ذہانت اور تیزی ہوگی۔ صاف ظاہر ہے کہ جسکا سر بڑا ہوتا ہے اُسکی ذہانت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جتنا براکان ہوگا اتنی ہی بڑی زندگی ہوگی۔ پڑھنے والا خوب اسکو غور کر کے معلوم کر سکتا ہے کہ جتنے بڑے بڑے آدمی علمی اور ملکی لیاقت میں مختلف وقتوں میں گذرے یا موجود ہیں انہیں یہ حالت پائی جاتی ہے دماغ کی بناوٹ میں جس قسم کی سختی ہوتی ہے ویسا خیال پیدا ہوتا ہے اُس سے ویسا فعل ہوتا ہے۔ فعل کیا ہے؟ خیال۔

خیال۔ دھیان۔ عقل۔ فہم۔ دانائی وغیرہ وغیرہ اسی نعمت کو خدا تعالیٰ نے بخشا ہے۔ خیال کی قوت دوسرے بڑے یا پھلے۔ پھلے خیالات جیسی تعلیم دیے ہی خیالات ہوتے ہیں اور یہی رہنمائی کرتی ہے کل امور کے چرچہ کرنے کو اور یہ بوجہ تعلیم کے ہوتی ہے۔ تعلیم انسان کیلئے بہت ضروری کُن ہے

جسوقت حضرت رسالتآب مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے۔ پہلا کام بچوں کی تعلیم کا آغاز کیا گیا۔ تعلیم کو تعلق دماغ سے ہے جیسے جیسے انسان بچپن سے بڑھتا ہے ویسے ویسے مغز کی خشکی ہوتی جاتی ہے اسی طور سے خیالات کو بھی حصہ ملتا جاتا ہے۔ دماغ میں خیالات پیدا ہونے کیلئے دو مرکزوں کی قوتیں موجود ہیں ایک قوت اُبال کی دوسری قوت انقباض کی۔ ان ہی دو قوتوں کے ذریعہ تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے یعنی خیالات رحمانی و خیالات شیطانی دونوں کا مادہ خیال میں موجود ہے۔ خیالات رحمانی کی طرف بذریعہ تعلیم کے مرکز اُبال کو لگا دے تو رحمانی فعل ہونگے۔ اور خیالات شیطانی میں مرکز انقباض ڈھیلہ ہو جاتا ہے تب فعل شیطانی صادر ہوتے ہیں یہ بیماری فی زمانہ بکثرت موجود ہے اسوقت اسی سے جہاد کرنے کی ضرورت ہے یعنی قوت انقباض کو اسکی طرف رجوع کرے اور قوت اُبال کو رحمانی خیالات کی طرف جوش دلاوے اور قوت انقباض سے بڑائیوں کو روکے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہو سورہ شمس میں قَدْ آفَلَحَ مَنْ زَكَّاهُ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهُ اسکو فلاح ہوگی جس نے تزکیہ نفس کیا اور نقصان میں رہیگا جس نے دبا دیا۔ دبا دینے سے کیا مطلب ہے اس کے مطلب یہ ہیں کہ قوت اُبال کو رحمانی خیالات کی طرف سے دبا دیا اور خراب ہوئے یعنی تزکیہ نفس کی کوئی فکر یا پرواہ نہیں کی۔ نفس کی اصلاح کیلئے خدا تعالیٰ کا حکم ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ اِيْمَانِ وَالْوَنِ اپنے نفس کی اصلاح اپنے اوپر ضروری سمجھو۔

خواہشات۔ یہ بھی دماغ کی قوت ہے۔ خواہشات اور شہوات کی نعمت خدا تعالیٰ نے عطا کی ہے تو انکی بھی پرچش ہوگی کہ بموجب ہدایات ربانی کے اعتدال پر رکھا گیا

ان قوتوں کو فی زمانہ بگٹ چھوڑ دیا گیا ہے۔ اپنی خواہشات اور شہوات کے غلام بن گئے ہیں انکو اعتدال میں رکھنے کیلئے ربانی امور کی طرف زور دینے کی ضرورت ہے اور جن اعمال کو خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے اُس سے پرہیز کی اشد ضرورت ہے۔ مثلاً ایصالِ وعدہ۔ امانت۔ دیانت۔ محبتِ اعزاء۔ ایثار۔ مہربانی۔ حیا۔ توکل۔ رضائے الٰہی۔ صبر۔ شکر۔ ان سبھوں میں ہر خلاف احکام الٰہی ہو رہا ہے۔ اور یہ محنت بیماری ہے مصیبت دو ایک کو انہیں سے لیکر بحث کرتا ہے یعنی امانت۔ صبر۔ شکر پر بحث کیجاتی ہے۔ امانت۔ ہم لوگوں کو نعمتیں جنکی انتہا نہیں ہے ہر وقت مشکور رہنا چاہیے انکو اپنے خیال میں امانت خدا سمجھنا چاہیے۔ جتنیں ایک دن حساب سمجھانا ہے ایک بت بڑی نعمت جو خدا تعالیٰ نے عطا کی ہے وہ قرآن مجید ہے جسکی ہدایت پر چلنے سے دین اور دنیا دونوں کی فاریغ بانی حاصل ہوتی ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر امانت میں خیانت پائی جائیگی تو وہ پکڑا جائیگا۔ سورہ انفال رکوع ۳۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا ذُلَّهُ وَلَا تَوَلَّوْا  
تَخُونُوا أَمِينَكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ تَعْتَدُونَ  
اَلْاِيَانُ وَالْوَفَا اور رسول اور اپنے آپس کی امانت میں  
خیانت نہ کرو اگر تم لوگ مجھدار ہو۔

خدا تعالیٰ کی امانت کیا ہے؟ نعمتیں جو عطا کی ہیں۔

رسول کی امانت کیا ہے؟ قرآن مجید۔

ہاے افسوس ساتھ تکلیف درد دل کے قلم اٹھا ہے اقرار میں کہ دونوں امانتوں میں مسلمانوں سے خیانت ہو رہی ہے اسی کو یہ دکھلا رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کی امانت میں کس قدر خیانت نعمتوں کے بجا استعمال سے ہو رہی ہے جسکے نکلنے کیلئے ایک دوسری کتاب تیار ہونے کی ضرورت ہے۔ رسول صلعم کی امانت قرآن مجید جنھوں نے اپنی

امت کو امانت دیا ہے واسطے عمل کے۔ کس قدر خیانت اس میں بھی ہو رہی ہے۔ سو انھیں  
 میں اسکا بیان کیا گیا ہے۔ اس قرآن مجید کو صرف تعظیماً پرستش کیلئے رکھا ہی یا دعا  
 و تعویذ و گنڈا بچکر روپیہ کمانے کیلئے ہے جنگو گزشتہ صفحوں میں بیان کر دیا ہے۔  
 دوسرا مصروف درسی ہے بہ نیت ثواب قرآن مجید کے الفاظ کو تو نہیں بدلا ہے مگر  
 ملا لوگ مطلب تو ضرور بدل دیتے ہیں اپنے مطلب کیلئے یہاں تک کہ نیا طریق مذہب میں  
 ایک نیا مذہب قائم ہو رہا ہے یہ بالکل امانت میں خیانت ہے اور احکام کے مطابق  
 نہیں بلکہ ایک شے پرستش کی بنا رکھی ہے۔ خداے تعالیٰ نے جبکہ نعمتیں عطا کی ہیں  
 اور ہر شے کو اسکی فطرت پر پیدا کیا ہے اور اسکی فطرت کے مطابق حدود مقرر کر دیے  
 ہیں اور نعمتوں کے استعمال کیلئے ہدایت فرمادی ہے۔

جو شخص حدود اللہ سے بڑھ گیا اُس نے اپنے نفس پر ظلم کیا  
 (پس نعمتیں کہ ظلم کیا اور اپنی جان کے معنی اپنے مذاک کے لائق کیا)  
 تو نہیں جانتا شاید اللہ کوئی صورت نکالے۔

وَسَنُيَقِّتُ لَهُمْ وُدَّ اللَّهِ فَمَنْ ظَلَمَ نَفْسَهُ  
 لَا تَكْدِرُ لَعَلَّ اللَّهَ يُخْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ  
 آمْرًا

حدود کو سمجھنا چاہیے جو خداے تعالیٰ نے مقرر کر دیے ہیں مثلاً کسی کو دو لقمہ دی  
 اور اعزاز کی نوکری کی نعمت عطا کی ہے اُس میں حق ربانی کی حد باندھی ہے۔ مثلاً  
 برادر پروری۔ غربا پروری یا اعزاز کی نوکری کی نعمت میں اپنے برادران دین کی مدد  
 جو امور دین ہوں ان میں نعمت کا استعمال کیا جاوے ہی حدود الہی ہیں۔

دوسری مثال شہوات کی۔ مختلف قسم کی شہوات ہوتی ہیں بیان پر ایک مثال  
 دیجاتی ہے۔ انسان کو محبت عورت کی دیکھی ہے اسکے حدود یہ ہیں کہ اپنی بی بی کے  
 پاس جاوے بخیال حصول اولاد کے نہ صرف حظوظ نفسانی کیلئے۔ اور غیر عورتوں کے

تعلق سے منع کیا گیا ہے اگر بی بی رکھنے کے قابل نہیں ہے تو اپنی شہوت کو روکے۔  
خدا سے تعالے کا حکم ہے۔

اور چاہیں باز رہیں زلمے وہ لوگ کہ نہیں پاتے ہیں  
ابا بیکلج کا جب تک کہ اللہ تعالیٰ مالدار نہ کرے اپنے فضل سے

وَلَيْسَ يَخْفَفُ الْاَلَمُ لَمْ يَخْلُصْ مِنْ اَلَمٍ  
يَخْلُصُ مِنْ اَلَمٍ فَخْلُصَ مِنْ اَلَمٍ

خواہشات بھی مختلف ہوتی ہیں اور خدا سے تعالے نے سامان بھی خواہشات کے  
مختلف لوگوں کو مختلف طریقے پر دیے ہیں۔ جو عطیہ خدا سے تعالے نے دیا ہے اُسے  
بڑھکر اپنی خواہشات کو بڑھایا وہ خدا سے تعالے کے حدود سے نکل گیا اسکی بھٹ  
بہت طویل ہو جائیگی اور حجم کتاب زیادہ ہو جانے کا اندیشہ ہے اسلئے معافی  
چاہتا ہوں (تندرستی بھی انسان کیلئے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے لیے بھی خدا  
تعالے نے حدود مقرر کر دیے ہیں یعنی اپنی تندرستی کو دینی اور دنیاوی اعمال میں استعمال  
کرتا رہے۔ یہ بالکل حدود سے باہر ہے کہ کسی مشغلہ میں اپنی تندرستی کو نہ خراب کرے۔  
خدا تعالے کا حکم ہے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں اُنکا شکر بجالاتا رہے۔ رحمانی شکر  
کیا ہے اُسکا بیان ہے۔

شکر۔ یہ ایک اظہار باطنی اخلاق کا ہے یعنی اپنی عاجزی دکھانا ہے وسیع  
دل کے سامنے۔ زبان و دل عاجزی کیلئے ایک ہونا چاہیے اور اسی طور کا فعل بھی  
ہونا چاہیے۔ انگریزی تہذیب کے مطابق ادائیگی شکر نہیں ہے کہ ہر امر میں زبان پر  
لفظی ”تھینک یو“ یعنی مشکور ہوں۔ مگر دل میں کچھ نہیں۔ بیشک خدا تعالے نے  
اپنے بندوں کو جو نعمتیں عطا کی ہیں اُن سے ادائیگی شکر گذاری کا خواستگار ہے۔ یہ حکم  
الہی ہے (اِذْكُرْ نِعْمَةَ اللَّهِ اشْكُرْ نِعْمَةَ اللَّهِ) ”خدا تعالے کی نعمتوں کو یاد کرو۔ اور



خداے تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرو۔ ہر نکتہ الفاظ پر غور کرنا چاہیے۔ یاد کرنا۔ شکر کرنا۔ یاد کرنے سے مطلب ہے کہ جو نعمت خدا تعالیٰ نے عنایت کی ہے اسکو مطابق حکم حاکم مصروف میں لایا جاوے۔ اور شکر یہ ہے کہ اُس نعمت کو اُسی کام میں لایا جائے جسکے لیے وہ عطا کی گئی ہے۔ مثلاً محمد علی شاہ رنگیلے کو سلطنت ملی۔ وہ سلطنت کی قوت کو بُرے استعمال میں لایا۔ یعنی عیش و عشرت میں اُس نعمت کو صرف کیا۔ اپنے فرائض منصبی کی طرف سے غافل رہا۔ یہ سراسر ناشکری ہے۔ اُسکو خاص نعمت ملی تھی۔ اسکو ہدایت کے مطابق صرف میں لانا تھا۔ دوسری مثال دولتمند کی۔ اُسکو موردنی دولت ملی۔ اسی دولت کو بے عا صرف میں لایا۔ ناشکری ہوئی۔ تیسری مثال نعمت نوکری۔ ترقی پیشہ یا روزگار۔ اُنکے لیے بھی ہدایات ہیں کہ اسلامی حکام کو قائم رکھنے کیلئے جو صرفہ ہوا اسکی مدد میں حاضر ہیں۔ یہ خیال نہ کیا جاوے کہ یہ ترقی اُنکے ذاتی صفات اور لیاقت سے حاصل ہوتی ہے بلکہ خداے تعالیٰ نے نعمت دی ہے اُسکی رضامندی کے خواستگار رہنا چاہیے اور اُسکی رضامندی یہ ہے کہ خداے تعالیٰ کے خوف کے ساتھ اُس منصب کو دیا متداری اور راستبازی سے سرانجام دے ہی شکر خداے تعالیٰ کا ہے اِنْ اَشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِتَّيَسَّرَ لَيْسَ لَيْفَئِكَ اِذَا تَرَكْتُمْ اَنْ تَكُونُوا مِمَّنْ يَّشْكُرُونَ۔ اگر نوکر پیشہ ہے تو خداے تعالیٰ کے شکر میں اسکے بندے حاجت کے ساتھ مدد کرے اگر پیشہ ور ہے مثلاً حکیم تو خداے تعالیٰ کے بندوں کا علاج کرے بغیر خیال کسی نفع کے۔ جہاں تک ہو اسکے اپنی نعمت سے مدد کرے اسی سے بھلائی ہوگی مگر احسان نہ جتاوے اگلے زمانہ میں اسی کے مطابق چلتے تھے جسکی وجہ سے برکت حاصل ہوتی تھی۔ اس زمانہ میں یورپین قوم میں یہ سب اوصاف موجود ہیں۔

چوتھی مثال علما۔ دنیا کے علم سے ماہرین۔ قانون الہی یعنی قرآن مجید سے لوگوں کو واقف کرین تاکہ لوگ خدا کے تعالے کے تابعدار بندے بنیں یہی ادا نیکی شکر علماے دین کی ہے۔ فی زمانہ ان ہدایتوں کے خلاف ہو رہا ہے۔ تکبر۔ غرور۔ لاپرواہی خدا واعزاز۔ ورشتہ دار وغیرہ وغیرہ موجود ہے۔ یہ ناشکری خدا بالکل متعدی بیماری ہو رہی ہے۔ خدا نے ناشکروں کی مثالیں دین ہیں انکو درج کرتا ہوں۔ سورہ سجدہ رکوع ۶ میں فرمایا ہے۔

(۱) اگر انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ نہایت ناامید اور مایوس ہو جاتا ہے اور اگر بعد سختی پہنچانے کے اُسکو ہم اپنی رحمت کا مژہ چکھاتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں تو اسکا مستحق تھا یہی ناشکری خدا کے تعالے ہے۔

(۲) ہم جب انسان پر اپنا فضل کرتے ہیں تو وہ ہم سے منہ پھیر لیتا ہے اور کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اور اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے یہ دوسری ناشکری کی مثال ہے۔

گذشتہ نسلوں کی خدا نے آزمائش نعمت غیر متروکہ میں کی ہے کچھ زمانہ تک اچھے رہے بعد اُسکے ناکارہ نکلے۔ اس زمانہ میں خدا کے تعالے کی آزمائش صبر کی مصیبتیں ذاتی و سماواتی سے ہو رہی ہیں۔ ان مصیبتوں کے ذمہ دار گذشتہ نسلوں لوگ ہیں۔ یہ وقت سخت ہے خدا کے تعالے کی رضا کی فکر و تلاش میں ہمہ تن مشغول رہنا چاہیے۔ جیسی غلطی گذشتہ نسلوں نے کی ویسی غلطی نہ کرنا چاہیے خدا کے تعالے کا فرمان ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۔ اگر شکر کرو گے تم کو اور زیادہ دینگے۔ اور اگر ناشکری کرو گے تو میری مار سخت ہے۔ یہ

احکام تصدیق کرتے ہیں گذشتہ نسلوں کے حرکات کی۔ اگر خدائے تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا استعمال خداے تعالیٰ کی ہدایت اور نصیحت کے مطابق آتا تو یہ زمانہ مصیبت کا ہم لوگوں پر نہ آتا خداے تعالیٰ نے فرمایا ہے **لَئِنْ مِثْنُ آحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً** جن لوگوں نے نیک کام کیا انکے لیے دنیا میں بھی بھلائی ہے۔ اب اب لوگ بیشک سمجھتے ہیں اور بھپاتے ہیں مگر اب بھپانا کیا کام آسکتا ہے۔ موجودہ حالت کو درست کرنا چاہیے۔ نبی اسرائیل سے بھی ایسی ہی غلطیاں ہوئیں۔ اُن کی آزمائش بھلائی اور بُرائی سے ہوئیں۔ سورہ اعراف رکوع ۲۱۔

**وَبَلَّوْا هُم بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ** اور ہم نے آزمایا اُنکو (بنی اسرائیل کو) نعمتوں اور تندرستی و توفیق کی بھلائی سے۔ اور ہم نے آزمایا بُرائیوں۔ فقر اور مصیبتوں سے مال و جان کے۔ شاید وہ رجوع ہوں اور بُرائیوں کو چھوڑیں اور نیک بخت بنیں۔ ان احکام سے ظاہر ہوا کہ شکر و صبر دونوں سے آزمائش کی گئی۔

یہ وقت جو موجودہ ہے یہ مصیبت کا وقت ہے اور اسکے لیے جو حکم ہے اس کے مطابق عمل میں لایا جاوے۔ بیشک یہ مصیبت گذشتہ نسلوں کی دی ہوئی ہے اس فرمان پر غور کیا جائے **وَمَا آصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ** جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے کاموں سے پہنچتی ہے اور بہت سی خطائیں تمہاری معاف کر دی جاتی ہیں۔

مصنّف :- خداے تعالیٰ کتنا بڑا مہربان ہے وہ فرماتا ہے **إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ**۔ اللہ تو فضل رکھتا ہے

لوگوں پر۔ لیکن بہت لوگ ناشکرے ہیں۔

ان احکام پر بھی غور کیا جاوے اور ان سے شرمندگی حاصل ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت دیکر گمراہ کرے جب تک اس قوم کو بتانہ دے جس سے انکو بچنا چاہیے۔ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ اس فرمان سے ظاہر ہوا کہ کسی قوم کو ہدایت دیکر گمراہ نہیں کرتا جب تک اُس کو بتانہ دے اسکی برائیوں سے۔ اگلے زمانے کے لوگوں کو خوب نعمتیں دین و کھانا دے گا۔ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اور انھیں نعمتوں کے ذریعہ دین کی ہدایت و راہ پاتے گئے اور بڑھتے چلے گئے۔ اب ہم لوگوں کو نصیحتوں سے ہدایت دی جا رہی ہے جیسے فرعون کو کی گئی تھی۔

فرعون۔ مصر میں فرعون ضرب المثل ہے۔ بنی اسرائیلوں پر ظلم کرتے تھے انواع قسم سے انکو غلام بنارکھا تھا انکی نسل کو مار ڈالتے تھے بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے ان کو بہت ذلیل نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ ان مظالم کی وجہ سے کیسی کیسی آزمائشیں کی گئی ہوش میں لانے کو خدا تعالیٰ نے کیا یعنی آفات آسمانی سے پانی کا برسانا۔ بچہ کو کا برسانا۔ مینڈھک کا برسانا۔ بار بار قحط کا آنا۔ مگر فرعون قوم آگاہ نہ ہوئی یہاں تک کہ حضرت موسیٰ سے دعا بارش کی منگواتے تھے تب پانی برستا تھا پانی خون ہو جاتا تھا۔ بنی اسرائیل منہ میں پانی لیتے تھے اور فرعونوں کے منہ میں کلی کرتے تھے وہ خون ہو جاتا تھا۔ بہتر سے قسم کی آزمائش ہوتی تھی۔ اور ایسی تکلیفات میں زمانہ تک مبتلا رہے ان آزمائشوں کو بھولنا نہ چاہیے بلکہ اس سے زیادہ اس زمانے کے منہ بولے

مسلمانوں کو امید رکھنی چاہئے خدا نے فرمایا ہے یہ احکام انہی پیش نظر ہے خوب غور کیا جاوے۔ سورہ عنکبوت رکوع ۱۔

اور اُسے جو پہلے گزے ہیں لوگ انکی بھی آزمائش ہوئی تھی  
اللہ ضرور جان لیتا ہے کہ کون سچا ہے اور کون بھوٹا ہے  
کوئی مصیبت زمین پر نہیں پہنچتی ہے جبکہ ذکر کتاب  
(روح محفوظ) میں اُسکے پیدا ہونے کے قبل لکھ دیا گیا ہے۔  
تحقیق کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت آسان ہے کہ یہ کچھ  
کرتے ہیں کہ کوئی چیز تم سے غائب ہو جائے تو تم اس پر غور  
یا غم نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کو جو چیزیں اس پر غور نہ کرو اور  
اللہ تعالیٰ غور کرنے والے کو درست نہیں سمجھتا ہے۔

بیشک انسان پیدا ہوا ہے الہی جبلت انسان کو مصیبت  
پہنچتی ہے وہ بیکار ہوتا ہے اور صبر نہیں کرتا یہی جبلت انسان  
کو بھلائی یا نعمت ملتی ہو نا شکر اور غافل اعمال صالحہ سے ہوتا ہے۔

خدا نے تین باتوں کو سکھلایا ہے ایک تو نعمت پر غور نہ کرو جیسے کہ  
قبل کی نسلوں نے کیا۔ جس سے تباہ ہو گئے۔ دوسرے گزشتہ بات پر جو کہ غائب ہو گئی  
ہے اس پر رنج نہ کرو تیسری بات یہ ہے کہ جو مصیبت آئی ہے وہ وہی مصیبت ہے جو  
قبل پیدائش کے لکھی گئی ہے۔ غرض کہ خدا تعالیٰ کو معلوم تھا کہ نعمت اگلی نسلوں  
کو دے گی اُنکے حرکات اور نافرمانی اس حد سے بڑھ جائیگی کہ نصیحت ملے گی۔ اب خدا  
تعالیٰ کا حکم ہے ایسی حالت میں صبر کرو۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ  
الَّذِينَ صَبَرُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الَّذِينَ كَانُوا فِي كَيْدٍ  
مِنْ قَبْلِ أَنْ تَبْرَأَ اللَّهُ مِنْ ذُلِّكَ عَمَلٍ  
اللَّهُ يَبْخُلُ عَلَيْكَ تَأَسَّوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ  
وَالَّذِينَ هُمْ يَأْتِيهِمْ أَتَىٰ كُفْرًا  
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْهَاسِلِينَ  
فَتَحَوُّرٌ

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَافٍ  
مَسَّ الشَّقَاقُ الْوَعَاوَا إِذَا مَسَّ الْغَنِيُّ  
مَتَوَعَّاهُ

(سورہ معارج)

صبر۔ یہ ایک بہت آسان لفظ ہے۔ ہر ایک کی زبان پر ہے۔ مگر اسکا برتنا بہت مشکل ہے۔ اسکے معنی ضبط۔ روکنا۔ تھامنا۔ یعنی اپنے قلب کو یا خیال کو اپنے قابو میں رکھنا۔ اسکی قوت خداے تعالیٰ نے ہر دماغ میں فطری رکھ دی ہے۔ جبکاتذکرہ گذشتہ درقون میں کیا گیا ہے۔ وہ مرکز انقباض ہے۔ مگر خدا سے اپنے رنج و غم کی فریاد کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے حضرت ایوب علیہ السلام فریاد کرتے تھے اور آنحضرت معلوم بھی ہاتھ اٹھا کر گم یہ وزاری کرتے تھے۔ صبر اسقدر مشکل ہے کہ اتنے بڑے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ استاد کے پاس جا کر صبر کا تجربہ حاصل کرو۔ اور اُن سے بھی ضبط ہو سکا۔ خیال کیا جائے کہ کتنا بڑا سخت مشکل اخلاق باطنی ہے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نہیں ہو سکا۔ یہ قابل غور ہے کہ اتنے بڑے نبی کو استاد کے پاس صبر کا تجربہ حاصل کرنے کو بھیجا گیا۔ جبکہ کل امور نبوت کے بذات خود انجام دیتے تھے۔ کیا اس اخلاق کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ یہ اخلاق باطنی اتنا بڑا سخت تھا کہ خداے تعالیٰ نے صرف لفظ ”صبر“ کو لکھ دینے سے کافی نہیں سمجھا بلکہ اس اخلاق کو تجربہ بنا کے بندوں کو سکھایا بذریعہ حضرت موسیٰ کے۔ مثلاً طالب علم کو ڈاکٹری و حکمت کے کسی مرض کے بارے میں سکھانا منظور ہوتا ہے۔ تب مریض کا مشاہدہ کر کے سکھایا جاتا ہے کہ وہ تجربہ سے حاصل کرے۔ اسی طور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام طالب علم بنائے گئے کہ اُنکے تجربہ سے حاصل کریں۔ یہ تکلیف انکو دی گئی ہم لوگ بندوں کے لئے۔ خداے تعالیٰ کو منظور تھا ہم لوگوں کو سکھانا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بھی صبر کے اخلاق باطنی کو سکھاتا ہے وہ نبی تھے اور نبی کے بیٹے تھے۔ اتنی بڑی تکلیف و رازیت دینے کی کیا ضرورت تھی۔ اس میں بھی

نصیحت بندوں کیلئے جو یعنی خدا سے تعالے بہت بڑا حکمت والا اور تدبیر والا ہے اپنے حکمت اور تدبیر سے بندے کو کھانا پہونچاتا ہے اس میں بھی سبق صبر کا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام سے بہت سے مسئلے کے مطلب دریافت کیے ان میں ایک مسئلہ صبر کا دریافت طلب تھا حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ وقت صدمہ کے چپ رہا تو اُسکے کام کا انجام اچھا ہوگا اگر غصہ کیا اور رنج میں شور و غل مچایا تو اُسکے کام کا انجام خراب ہوئیوا لاسے یعنی ناکامیابی میں بالکل چپ رہے اور صبر سے تحمل کرے۔ یہاں پر اگر بیجا نہ سمجھا جاوے تو عام غلط فہمی کو مٹانے کیلئے دو چار سطریں بیرون سرخی لکھی جاتی ہیں۔ عام فہم ہے کہ بہت سی باتیں کلام پاک میں صرف نبیوں کیلئے ہیں یہ خیال اکثر سننے میں آیا ہے۔ کلام پاک کا جتنا کلام پاک ہے بطور قانون بندوں کیلئے ہے۔ نبی تو ذریعہ بنایا گیا ہے قانون ربانی کو پھیلانے کیلئے۔ خدا نے فرمایا ہے کہ قرآن کو سمجھایا ہے مثالین دیگر مگر لوگوں کو اُس پر بھی شک ہے۔ کل احکام یا ہدایات یا قسے سب بندوں کیلئے ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ دعا تو نبیوں ہی کی قبول ہوتی ہے۔ مہربانی کر کے سورہ بقرہ رکوع ۱۲ کو خوب سمجھ کر پڑھ لیا جائے جواب ملجاتا ہے۔ مصیبت میں صبر کا حکم ہے۔ مصیبت دو قسم کی ہوتی ہے۔ غیبی اور ذاتی۔ غیبی وہ ہے جس میں عوام الناس کی بھی شرکت ہے جیسے آفات سماواتی۔ اور بلایات جیسے بیماریاں پلنگ وغیرہ۔ مصیبت ذاتی وہ ہے نقصانات جان و مال و اولاد کا۔ مفلسی یا تنگدستی یا ناکامیابی روزگار یا پیشہ یہ مصیبت میں نہیں داخل ہے یہ تقدیر سے تعلق رکھتا ہے۔

صبر کو کیونکر برتنا چاہیے۔ مرکز انقباض ہر شخص کے دماغ میں موجود ہے۔ یعنی

وقت ضبط۔ وقت مصیبت کے خیال کو وحشیانہ یا لاعاصل طور پر نہ دوڑا دے۔ ایک خلقت ایسی بھی ہے کہ گھبراہٹ کی حالت میں ضبط کے مادہ کو ڈھیل دیتی ہے۔ چند ہدایات اسکے بارے میں آنحضرت صلعم کی ہین انکو پیش نظر کیا جاتا ہے۔

ہدایات حضرت رسالت مآب صلعم

(۱) مسلم بن حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ صبر کا ثواب اول صدمہ کے وقت ہے۔ یعنی ابتدائے رنج میں ہی صبر کرنے کا وقت ہے اور اسی صبر کا ثواب ہے۔ جبکہ مصیبت (رنج) کو بہت مدت گزر جاتی ہے تو انسان اس کو خود بخود بھول جاتا ہے۔

مصنف :- انگریزی مثل مشہور ہے۔ زخم غم کو زمانہ بھرتا ہے۔ اور اسکا کوئی علاج نہیں ہے۔ کافروقت غم کے بہت شور و غل مچاتے ہیں۔ ایمان والوں کو حکم ہے بالکل خاموش رہنے کا۔ کسی قسم کی ظاہرہ نمائش غم کی نہ کی جائے یعنی شور و غل۔ نصائے ضرور اسکو ہر تے ہیں۔ مسلمانوں نے کافروں کی صحبت میں طریقہ اظہار غم کو سیکھ لیا ہے۔

(۲) مسلم و بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ رنج و تکلیف سے مسلمانوں کا گناہ دور ہوتا ہے بشرطیکہ وقت رنج میں صبر کیا یعنی ضبط کیا۔ خدا کے تعالے کا کوئی گلہ و شکوہ و لغو نہ بکا۔ سمجھا کہ یہ رنج خدا کی طرف سے ہے۔

(۳) بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ تم سے آگے وہ لوگ تھے جن کا گوشت و ہڈی لوہے کی کنگیوں سے نوچا جاتا تھا ایسی سختی میں بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھرتے تھے بلکہ بعض اوقات اس سے زیادہ ایذا دہی ہوتی تھی یعنی ان کا بدن



آرے سے چیرا جاتا تھا جب بھی اپنے دین سے نہیں پھرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فحشاء کی ایذا رسانی پر کہ بے صبر نہ ہو دین کا غلبہ آویگا خداے تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق کرے گا۔

(۴) بخاری میں ہے۔ حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر نے انتقال کیا۔ تب ایک عورت آئی اور انکو دلایا۔ اس عورت سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایمان کی برکت سے شیطان اس گھر سے دور ہو گیا مگر روئے اور پیٹنے سے پھر اس گھر میں شیطان داخل ہوا۔

(۵) بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خداے تعالیٰ برکت سے دونوں کی رات میں۔ یہ دعا بولے اور انکی بی بی ام سلمہ کے حق میں کیا۔ قصہ یہ ہے کہ ان کا لڑکا مر گیا اور ابولحہ گھر میں نہیں تھے ان کی بی بی ام سلمہ نے لڑکے کے مرنے کی خبر ان کی واپسی پر نہیں دی۔ دونوں میان بی بی نے حسب معمول کھا کھایا اور دونوں نے رات کو صحبت کی صبح کے وقت بی بی نے اطلاع دی کہ اگر کوئی چیز عاریفہ کسی کے پاس ہو اور وہ اسکو واپس لے لیوے تو کیا رنج۔ ابولحہ نے کہا کہ غیر کی چیز کو دینے میں کیا غدر۔ تب بی بی نے کہا کہ تمہارا بیٹا مر گیا۔ صبر کرو۔ کہا جاتا ہے کہ اُس رات ام سلمہ کو حمل رہا۔ بہت اچھا لڑکا پیدا ہوا۔ ان دونوں میان بی بی کے مضبوطی صبر میں خیال کرنے کی چیز ہے۔

(۶) بخاری و مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن مثل خوشہ کے ہے جس کو ہوا ہلاقی رہتی ہے۔ کبھی وہ خوشہ ہوا کے جھونکے اٹھتا ہے اور کبھی گرتا ہے۔ کافر مثل صنوبر درخت کے کھڑا رہتا ہے۔ جیسے بیان تار کا درخت اسکے مطلب یہ ہیں کہ مومن ہمیشہ بلا و مصیبت میں گرفتار رہتا ہے تاکہ اُسکے گناہوں میں

تخفیف ہوتی ہے۔ کافر کو مصیبت کم ہوتی ہے۔ مومن کو لازم ہے کہ رنج اور مصیبت سے نہ گھبرائے اسکو خدا تعالیٰ کا احسان سمجھے اور شکر کرے۔ یہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ ان ہدایات سے سبق ہے تصدیق القلب دین کیلئے۔ اور ثابت ہوا کہ مومن کے لیے تکلیف اور مشقت ضروری ہے ان سے نہ گھبرائے۔ صبر کرے۔ دین پر مضبوط بنا رہے۔ آخر میں بھلائی ہے اور ضرور بھلائی ہے۔ یہ خوب ظاہر ہو گیا کہ مومن کیلئے مصیبت کا وجود ویسا ہی ہے جیسے اپنی پیدائش کا وجود اور اسکے ساتھ عضو کا ہونا۔ ویسی ہی مصیبت بھی ساتھ ساتھ ملحق ہے۔ ہم لوگوں کو ہدایات آنحضرت صلعم اور فرمان الہی نے سکھا دیا کہ اگر کسی قسم کا نقصان و تکلیف و رنج ہو خواہ چھوٹا یا بڑا اسپر افسوس نہ کرنا چاہیے۔ اگر افسوس کیا یا شکوہ شکایت کی تو ناشکری یا نافرمانی اپنے مالک کی کی۔ فرمان الہی درج کیا جاتا ہے اسکے الفاظ پر غور کیا جائے۔

کوئی مصیبت بغیر حکم باری تعالیٰ نہیں آتی اور جو شخص مصیبت میں اللہ پر یقین رکھتا ہے یعنی صبر کرتا ہے تو اللہ اسکے قلب کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے

فَاَصْحَابُ مِنَ الْمُصِیْبَةِ اِلَّا یَاذُنُ اللّٰهِ  
وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاَنَّ اللّٰهَ فَکَلْبُهُ ط وَاللّٰهُ  
یُکَلِّمُ مَنْ یَّشَاءُ عَلَیْکُمْ

اس فرمان سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ مصیبت خدا تعالیٰ کے حکم سے آتی ہے دوسری بات یہ کہ مصیبت و ملے کو صبر کی ہدایت خدا تعالیٰ کی طرف سے قلب کو پہنچتی ہے۔ عام طور سے مروج ہے کہ کسی نقصان پر لوگ آجکل کے بہت شور و غل اور شکایتیں کرتے ہیں۔ کیا خیال کیا جاسکتا ہے؟ کیا خدا کی طرف سے انکے قلب کو ہدایت نہیں ملتی ہے؟ بیشک نہیں ملتی ہے۔ کیونکہ چونکہ اعتقاد میں فتور ہے کافروں کی صحبت میں قلب میں بیماری پیدا ہو گئی ہے۔ خدا تعالیٰ بھون سکے

قلب کی حالت سے واقف ہو وَاَللّٰهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔ خدائے تعالیٰ اُسی کو ہدایت دیتا ہے جو ہدایت پائیوالات ہے مَنْ يَتَّكِمْ إِلَى اللَّهِ يَتَّقِ الْمُهْتَمِلِينَ۔ قابل غور ہے مالانکہ لوگ پابند صوم و صلوٰۃ ہیں اور ہر وقت خدا خدا کرتے ہیں مگر رنج و غم بہر چلا تے اور شور مچاتے ہیں اور صبر کی حد سے نکل جاتے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟ اس کے نفس میں نجاست بھری ہوئی ہے باطنی بیماری کی وجہ سے۔

صابرون کیلئے حق تعالیٰ نے احکامات جاری کیے ہیں ہر شخص کو معلوم ہے اور زبان پر ہے۔ مگر دل میں نہیں ہے۔ یہ ایک دضعرداری سمجھی گئی ہے کہ جان صحبت میں ہوتے ہیں وہاں اپنے تکلیفات و رنج و غم کا بیان کرتے رہتے ہیں ایسے باطنی اخلاق سے خدائے تعالیٰ کی شکایت ہوتی ہے اور بے صبری ظاہر ہوتی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے سورۃ بقرہ کو ع پانچ میں۔

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّكَ لَكَبِيرٌ كَبِيرٌ ۝ اِنَّكَ لَكَبِيرٌ كَبِيرٌ ۝ اِنَّكَ لَكَبِيرٌ كَبِيرٌ ۝ اِنَّكَ لَكَبِيرٌ كَبِيرٌ ۝ اور مرد چاہو خدائے تعالیٰ سے ساقہ صبر اور عبادت (نماز) کے۔ اور یہ دشوار ہے اُنکے لیے جبکہ باطن خراب ہیں مگر آسان ہو اُنکے لیے جو ڈرتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں غلوں دل سے خدائے تعالیٰ کے سامنے۔

اِنَّكَ لَكَبِيرٌ كَبِيرٌ سے مطلب پر غور کیا جائے۔ خدائے تعالیٰ نے خاص کر کے ظاہر کیا کہ صبر اور نماز سب لوگ کرتے ہیں مگر یہ جبر ہے اُن لوگوں پر جنکے باطن خراب ہیں اور غلوں دل نہیں ہو یعنی خدائے تعالیٰ کی طرف سے لاپرواہ ہیں۔ سبحان اللہ لوگوں کے دلوں کی حالت کو خدائے تعالیٰ نے خود بتا دیا۔ بیشک ایسا ہی پایا جاتا ہے۔ صبر ایک بہت بڑی اطاعت ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حبس وقت

خبر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھیڑیے کے کھا جانے کی ملی۔ انھوں نے بیاختہ یہ جملہ زبان سے ارشاد فرمایا قاصدین۔ قصہ جو عجیب و غریب۔ اسی کو اصلی صبر کہتے ہیں حالانکہ اُنکے قلب اور جسم پر اتنا اثر ہو چکا تھا کہ اندھے ہو گئے تھے اور کمزور ہو گئے تھے لیکن زبان پر اُنکے نہیں لائے۔ یہ خیال پڑھنے والے کے دل میں گذر چکا کہ نبیوں کا کیا مقابلہ۔ یہ خیال غلط ہے۔ جتنی باتیں قرآن میں ہیں وہ تمثیلاً دیکھنی ہیں۔

محبانِ خدا۔ خدا کے دفتر میں چار فرقے خدا پرستوں کے بنائے گئے ہیں (۱) نبی۔ جو کہ خدا کے پیغمبر ہیں۔ پروردگار عالم کو دنیا کا قائم رکھنا منظور ہے خلافت کو نیک طینت اور فرمانبردار بنا کر۔ اس لیے ضرورت ہے کہ انھیں بندہ بن سے جنکو لائق اپنے وزن میں سمجھا اُنکو پیغمبری کا ہدایت نامہ بذریعہ وحی یا فرشتہ عطا کیا تاکہ عوام الناس مطیع و فرمانبردار و مہذب بن کر دنیا میں اپنی ہستی کو قائم رکھیں بندہ بن میں درجہ بحیثیت عمل کے دیا ہے یعنی اُنکے لیے صاحبین و متقین و صادقین و مومنین کا درجہ ہے۔

(۲) ولی۔ یہ محبِ خدا ہیں۔ اُنکو وحی نہیں آتی الہام غیبی ہوتے ہیں۔ کشف و جذبات کی قوت عشقِ خدا کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ لوگ بیدار و جفاکش اور نفس کش مطیع پروردگار عالم ہوتے ہیں۔

(۳) بزرگانِ دین۔ یہ لوگ کشف و جذبات کی قوت کو اپنے ریاض و کوششوں سے حاصل کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ انکی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ نیک بندہ بن میں داخل ہوتے ہیں۔

(۴) مومن و مسلمین۔ یہ عام بندگانِ خدا ہیں۔ جو احکام یا دفعات نازل کیے گئے

ہیں اُنکے پابند ہیں۔ جنہوں نے اطاعت قبول کی وہ مقبول ہیں۔  
 حق تعالیٰ نے نبیوں کی گفتگو کو کلام پاک میں درج کیا ہے اور اُسی قدر گفتگو کو  
 درج کیا کہ جس قدر بندوں کیلئے مفید سمجھا۔ یعنی نبیوں کی دعائیں یا درخواستیں درج ہیں  
 وہ ہم لوگوں کے عمل میں لانے کیلئے ہیں تاکہ بندے اپنے نفس یا خیال کے درخت  
 کو اپنے دماغ میں شاداب و سرسبز بنائیں جو عمدہ پھل لائے۔ اسی کے لیے حضرت  
 ابراہیم خلیل اللہ نے دعا مانگی رَبَّنَا اجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ۔ اے رب بنا ہمارے کو مسلم بردار یا  
 فرمانبردار۔ یہ محض خیال ہی کہ نبیوں کی دعائیں صرف نبیوں ہی کیلئے تھیں۔ قرآن  
 مجید قصے کی کتاب نہیں ہے۔ جو کچھ اس میں ہے فرمان الہی ہے اور بندوں کے سکھانے  
 کیلئے اور اسکے مطابق رہنمائی کرنے کیلئے ہے اس خیال کی تائید میں ایک نظیر باغ  
 و گلے کا قصہ جو کہ سورہ قلم کے پہلے رکوع میں ہے پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے :-  
 ایک شخص نے ”انشاء اللہ تعالیٰ“ نہیں کہا تھا باغ بالکل تباہ و برباد ہو گیا  
 تھا۔ اُنکی گفتگو کو بھی خدا تعالیٰ نے درج کیا ہے۔ یہ ناشکری کی نظیر ہے  
 یہ باغ و گلے تو نبی نہیں تھے۔

## جسمانی کاہلی و لاپرواہی

جسمانی کاہلی کا باطن سے تعلق ہے۔ کاہلی سے اظہار لاپرواہی اس جانب ہوتا ہے  
 بالفعل لوگوں کی حالت ادائیگی نماز و امور دین کے بجا لانے میں کثرت سے لاپرواہی  
 آگئی ہے۔ ادائیگی نماز ہر مسلمان کیلئے لازمی ہے اِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ كَانَتْ عَلَيْكُمْ  
 الْمُنَاسَبَةُ كَيْتَابًا مَّقْشُورًا جبکہ ارادہ کرو نماز کے قائم کرنے کا بیشک نماز ہے

مومنوں پر فرض کی ہوئی وقتوں پر۔  
 اب حالت ایسی ہو گئی ہے کہ اگر کسی صحبت یا جماعت سے ایک شخص نماز کیلئے  
 وقت پر کھڑا ہوتا ہے تو وہ گویا مطعون ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہاں تک نوبت پہنچتی ہے  
 کہ مضحکہ ہوتا ہے۔ افسوس کہ ایسا وقت آگیا ہے۔ یہ بالکل باطنی بیماری کیوجہ سے  
 مجبور ہو گئے ہیں۔ غدرے تنالے کا حکم ہے۔

جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور قیامت  
 پر یقین رکھتے ہیں اور اُسکے لیے فکر کرتے ہیں۔ ایسے  
 ہی لوگ ہدایت پاتے ہیں اپنے رب سے اور یہی نفع  
 نلاح پانے والے ہیں۔

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ  
 الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ  
 أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ  
 هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اس فرمان میں تین حکم ہیں۔ ایک نماز دوسرے زکوٰۃ تیسرے یقین آخرت کا ہونا  
 عام برادران دین سے دریافت کیا جاتا ہے۔ کیا عام طور پر یہ احکام بجالاتے ہیں  
 پروردگار نے ان حکموں کے بجالانے والوں کو بشارت دی ہے ہدایت و نلاح  
 ربانی پانے کی۔ اگر ہندوستان کے مسلمانوں میں اوسط محالی جاسے تو شاید پچھتر  
 فی صدی بجالانے میں ان احکام کے قاصر ملینگے۔ بلکہ بہتیرے ریاکار نمازی نکلیں گے  
 یہ ایک بہت معمولی حکم ہے جسکے ادائیگی سے ظاہر مسلمان ہونے کی شناخت ہوتی ہے  
 اس احکام کا فائدہ حاکم نے محکوم کو بتا دیا ہے۔ بلکہ اس حکم سے بندہ کے واسطے تعلق دینی  
 کا اظہار ہوتا ہے۔ کوئی تعجب نہیں ہے پچھتر فی صدی مسلمان فی زمانہ محروم ہدایت  
 و نلاح ہیں۔ یہ غفلت ہے۔ نشان دل کے غافل ہونے کا (مرض القلوب)  
 یہ تشخیص مصنف کا ذاتی ہے ممکن ہے غلط ہو۔ ایک اطلاع ربانی درج کی جاتی ہے۔

داسطے غور و فکر کے۔ سورہ اعراف رکوع ۲۲۔

ہم نے دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور انسان پیدا کیے ہیں۔ انکے دل تو ہیں لیکن وہ اس سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ انکی آنکھیں ہیں لیکن اس سے دیکھتے نہیں انکے کان ہیں لیکن اس سے سنتے نہیں۔ ایسے لوگ جو پاؤں کے مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دین سے غافل ہیں۔“

یہ ماکم فیصلہ اور محکوم کی حالت دونوں کے مقابلہ کرنے سے درد دالے مسلمان کے دل کو افسردگی حاصل ہونی چاہیے۔

عاجزی کے ساتھ عرض ہے کہ کل علامات امراض باطنی کے ختم ہوئے۔ علامات کے شامل لازمی امر ہے کہ بیماری کی تشخیص بھی لکھی جائے۔ اور حشر یعنی کیا نتیجہ بیماری کا ہو نیوالا ہے۔ بیماری کا علاج بھی ضروری ہے۔ ان تین امور پر بحث کی جاتی ہے

## تشخیص بیماری

اس زمانہ کے مسلمانوں کی عبادت کا معائنہ کیا جائے اور ان آیات قرآنی

کیساتھ مقابلہ کیا جائے۔ سورہ نسا رکوع ۴۱۔

الْبَتَّةَ مَنَافِعَ اللَّهِ سَ فَرِيبَ كَرْتِے ھِن اَدْر اَللّٰہ اَن كُو

اس غریب کا بدلہ دیکھا۔ جب نماز پڑھتے ہیں تپ پر وہی

یا بلا تو جی یسستی سے ادا کرتے ہیں صرف لوگوں کو

دکھانے کیلئے اللہ کو ٹھوڑا یاد کرتے ہیں۔ ایسے لوگ

مذہب مالتین ہیں کفر اور اسلام کے بیچ نہ اسلام کی

اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَ ھُوَ

خٰدِعٌ ھُمْ وَ اِذَا قَامُوْا اِلٰی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا

کَسَالٰی لَا یُرِکُوْنَ النَّاسَ وَ لَا یَذٰکُرُوْنَ

اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ھٰذَا بَیِّنٌ بَیْنِ ذٰلِکَ

اِلٰی ھٰذَا ھُوَ کَاۡفٍ وَ کَاۡلِی ھٰذَا کَاۡفٍ

مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَتَلَحُّ حَبِيدَ كَه  
سَيِّئًا ۝

طرت نہ کفر کی طرت۔ جسکو اللہ گمراہی میں بہوڑت اُسکے  
دریختے کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔

تشخیص ان امراض باطنی کی بالکل سمات ہو جس بات کو خدا نے منع کیا ہو اُسی  
کو کیا جاتا ہے۔ اس فرمان الہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ سورہ حدید

لَا يَكُونُ لَكُمْ دِينٌ مِّنْ دِينِ الْكُفَّارِ  
مِنْ قَبْلُ نَظَّالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَانَةُ فَقَسَتْ  
مَلُوكُهُمْ وَكَسَبَتْ مِنْهُمْ  
فَاسِقُونَ۔

مست ہودین میں مانند ان لوگوں کے جسکو دیکھی تھی  
کتاب پھر مدت دراز گزیر جانیے صامت دین کو گون کا  
دل سخت ہو گیا اور لا پر دہ ہو گئے کتاب کے احکامات  
ایسے بہت دگ نامن ہو گئے۔

اس زمانہ میں مسلمانوں کا حال ایسا ہی ہو گیا ہے۔ قرآن کے احکامات لا پر دہ  
ہو گئے۔ خدا نے فرمایا ہے سورہ مریم رکوع ۴۴ میں۔

مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ  
فَلْيَسُدِّ لَهُ الْقَوْمُ  
الْبَابَ

کمد و لوگوں کو گمراہی کی راہ پکڑے ہوئے ہیں پھر  
اسکی گمراہی کی راہ پکڑے ہوئے ہونے میں غیب  
ابھی طرح مدد کرتا ہے۔

اب ضرورت ہے دریافت کی کہ کیا تعداد گمراہوں کی ہے اور سیدھی راہ پر رہنے  
والوں کی ہے گمراہوں کی کثرت ہو گئی ہے انکی کثرت کی وجہ سے سیدھی راہ والوں کو  
بھی چھینٹا نجات کا پڑتا رہتا ہے۔ یہ عارضہ مثل متعدی بیماری پلیا کے ہو اسکے  
شناخت کیلئے حکیم دوا کثرت کی ضرورت نہیں ہے۔ امراض باطنی میں قوم مبتلا ہے  
باطنی بیماری کی وجہ سے ایمان میں اسلام کے اس قدر تغیر و تبدل آگیا کہ حالت اصلی  
بالکل باقی نہیں رہی ہے اس بیماری کی وجہ سے ایمان کے بھول و مفلوج ہوئیے



ہستی جا رہی ہے۔ تلاش کرنے سے اگر اوسط نکالا جائے آبادی مسلمان میں تو فیصد  
 پانچ صحیح و سالم ایمان کے مسلم نہیں ملیں گے۔ آیا لوگ بدعت میں مبتلا ہیں یا نماز  
 الکی کو ٹھیک طور سے استعمال نہیں کر رہے ہیں یا دنیاوی طمع کی وجہ سے احکام الکی  
 سے غافل ہیں۔ یہ قبول کرنا چاہیے کہ بالکل تندرستی ایمان کی عوام الناس میں  
 مشکل سے پائی جائیگی۔ بالکل تندرستی تو صرف بزرگان و ماہرین دین میں پائی  
 جاسکتی ہے۔ عام مسلم کئے کیلئے اس قدر امید کی جاسکتی ہے کہ احکام الکی کے پابند  
 ہوں اور منہیات سے پرہیز کرتے ہوں۔ اور کچھ نماز الکی کو شکر کے ساتھ استعمال کرتے  
 ہوں۔ عام طور سے تشخیص صاف ہے ”مسلمانان درگور مسلمان در کتاب“ پھر کس  
 درجہ میں گر دینے جاتے ہیں امت محمدی ایجابی ضرور ہیں مگر کثرت سے لوگ پیرو  
 نہیں ہیں۔ اور زبان سے اپنے کو مسلمان ضرور کہتے ہیں۔ چونکہ زبانی رسم کو ادا کرتے  
 ہیں مثلاً شادی۔ مرنے و ترکہ میں ایسے لوگوں کیلئے خدا نے لفظ ”تابعین“ کا دیا ہے  
 مسلمان شے دوسری ہے۔ بیشک زمانہ حال کی رفتار سے اسلام منافقانہ گروہ میں  
 اسہل ہوتا ہے۔ یا کثرت سے لوگ فاسقین میں ہیں یا مدقوق ایمان کے جو کہ سختی میں فوراً  
 گر پڑیں گے۔ اگر مصطفیٰ غلطی پر ہو تو مذللے تعالے کے فرمان کو دیکھا جائے۔ میں  
 الَّذِیْنَ قَالُوا اٰمَنَّا بِاَقْوَاهِهِمْ وَكَانَ قَوْلُهُمْ قَوْلُ الْکٰفِرِیْنَ۔ ”وہ ہی لوگ منافق ہیں  
 جو منہ سے بولتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ اُنکے دل میں ایمان نہیں ہے (سورہ  
 مائدہ رکوع ۶) یہ فرمان الکی ضرور حالت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ منہ سے تو لوگ  
 ضرور بولتے ہیں۔ دل کا ایمان اعمال سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ بالکل غائب ہے۔  
 آنحضرت صلعم کی پیشین گوئی کو پیش نظر کیا جاتا ہے قابل غور ہے۔

## پیشینگوئی حضرت رسالت مآب

۱۔ مسلم بن عمارؓ سے روایت ہے :-

آنحضرت صلیع نے فرمایا۔ مقرر میری امت میں بارہ منافق ہیں یعنی باطن کے کافر اور زبان کے مسلمان۔ وہ بہشت میں نہیں جاویں گے اور بہشت کی بو بھی نہیں سونگھنے پاویں گے۔ جہنم اور اٹل بونی کے ناکے میں نہ گھس جائے۔

۲۔ مسلم بن عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے :-

آنحضرت صلیع نے فرمایا۔ مقرر انسان کا قلب خدا مہربان کے قابو میں ہے۔ جیسے ایک دل اسکو پھیرتا ہے جدھر چاہتا ہے۔ ایسے مسلمان کو نڈر ہونا نہ چاہیے۔ خدائے تعالیٰ سے ڈر کرے اور ایمان ثابت رکھنے کیلئے دعا مانگا کرے۔ مسلمان کو کافر یا مشرک ہونا اور کافر کو مسلمان ہونا کچھ ددر نہیں۔

۳۔ بخاریؓ و مسلمؓ بن عقبہؓ سے روایت ہے :-

آنحضرت صلیع نے فرمایا قریب زمانہ وفات کے۔ لیکن اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا کے لالچ میں نہ پڑوں۔ اور آپس میں حسد نہ کرنے لگوں۔

جیسا آنحضرت صلیع نے خیال کیا ویسا ہی زمانہ موجودہ میں آگیا۔ آپس میں حسد بھی موجود ہے۔ ایک دوسرے سے حسد میں مرے کھپے جاتے ہیں۔ تنزلی کے سوا ترقی دیکھنے میں نہیں آتی۔

۴۔ بخاریؓ و مسلمؓ بن ابو ہریرہؓ سے روایت ہے :-

آنحضرت صلیع نے فرمایا کہ منافق کی تین شناختیں ہیں۔ جب وہ بات بولے

تو بھوٹ بولے۔ اور جب وعدہ کرے تو برخلاف وعدہ کرے۔ جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

ایسی ہی حالت بالکل موجود ہے اس زمانہ میں۔ صورت بدین حالت میں۔  
(۵) بخاری میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقرر ایسا زمانہ آوے گا کہ لوگ کچھ پرواہ نہ کریں گے کہ کہاں سے مال کو لیا۔ حلال سے یا حرام سے۔

اس زمانہ میں حرص روپیہ کی اس قدر بڑھ چکی ہوئی ہے کہ روپیہ ہونا چاہیے یا نیک اس سے کچھ غرض نہیں کہ روپیہ کس طور سے آیا چوری سے خیانت سے حرام سے سود سے، ظلم سے، دغا بازی سے، دین فردشی سے، رشوت سے، جھوٹی گواہی سے، یا عین غیبت القیاس کسی دوسرے حرام طریقے سے، سبحان اللہ! میرا جان و مال آپ پر قربان یا رسول اللہ! شینگوئی کی ہر صورت موجود ہے۔

۶۔ بخاری میں ابو سعیدؓ سے روایت ہے:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ تم چلو گے اگلے لوگوں کی چالوں پر بالشت بالشت بھراؤ رہا تھہ ہاتھ بھر۔ یا نیک کہ اگر وہ سو سارے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی انکی پیروی کرو گے۔ یعنی قدم بقدم ان ہی کی پیروی کرو گے۔ راوی نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا یہود و نصاریٰ کی چال پر چلیں گے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہی تین تو پھر کون۔

دوسری حدیث بھی اسی قسم کی ہے اس میں اس قدر زیادہ ہے کہ میری امانت کا فرون کی طرح زمین ادا کرنے لگے گی۔

(۷) بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے :-  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت سے پہلے ایسے دن آویں گے کہ لوگوں میں جہاں  
 اترے گی۔ یعنی نزول کرے گی (بھیلے گی) اور علم اٹھے گا اور قتل بہت ہوگا۔ اسکے مطلب  
 یہ ہیں کہ حرص دنیا ایسی غالب ہوگی کہ لوگوں کو علم دین پڑھنے کی پرواہ نہیں رہے گی  
 اور اسی کی کثرت ہو جائے گی۔ رات دن سولے طلب دنیا کے اور کچھ نہ ہوگا۔ اگر  
 علم کو پڑھنے کے بھی تو صرف دنیا حاصل کرنے کیلئے (علم سے مطلب علم دین ہو)

(۸) مسلم میں جابر سے روایت ہے :-  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت سے پہلے بہت جھوٹے لوگ ہونگے انہیں بچو  
 (۹) بخاری و مسلم میں انس سے روایت ہے :-  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کی نشانی ہے کہ علم دین کے جاننے والے  
 مرجائیں گے۔ اور جہالت بالکل ظاہر ہو جائے گی اور حرام کاری پھیل جائے گی اور  
 شراب خواری زیادہ ہو جائے گی۔

(۱۰) بخاری و مسلم میں ابوسعید سے روایت ہے :-  
 لوگ ایسے پیدا ہونگے کہ قرآن مجید کو پڑھیں گے مگر انکے گلے سے نیچے نہ اترے گا  
 یعنی دل میں قرآن مجید کا اثر نہ ہوگا۔ زبان سے پڑھیں گے اور اس پر عمل نہ کریں گے  
 ایسے لوگ نکل جائیں گے اسلام سے جیسے تیر نکل جاتا ہے نشانہ سے۔ (مصنف)  
 یہ حدیث بہت بڑی ہے یہاں پر صرف بقدر ضرورت تھی وہ درج کی گئی) بیشک  
 قرآن مجید صرف درسی ہو گیا ہے یا پرستش کی چیز بنا دی گئی ہے۔  
 حقیقت میں جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہوئی ہے موجود ہی صورت

بین حالت مہر جس۔ باطنی بیماری سے اسلام غائب ہو رہا ہے۔ ان پیشینگوئیوں کو تیرہ سو برس ہو گئے انکی تصویر اس زمانہ میں بالکل کھنچی ہوئی ہے۔ سبحان اللہ نہایت ٹھیک ہے کہ کس قدر لوگ قدم بقدم بطابق پورچین قوم کے تہذیب و اخلاق پر چلنے کے خواہشمند ہو رہے ہیں۔ جو اس قوم کے تمدنی اخلاق (باب دوم میں دکھلایا گیا ہے) بطابق فرمان اکہی کے ہیں انکی طرف توجہ نہیں ہے بلکہ اُسکے برے اخلاق کی طرف راغب ہو رہے ہیں اور اسی تنا میں اسلامی اخلاق و تہذیب کو کھو دینے جا رہے ہیں۔ انگریزی تہذیب میں لذات دنیا بھری ہوئی ہے اور یہ نئی تہذیب مسلمان کیلئے اسلامی تہذیب و اخلاق سکھاتی ہے ظاہری سادگی و باطنی کی عمدگی کو۔ ظاہری تہذیب و اخلاق جو دکھلانے کیلئے ہو اُسکے استدر خواہان ہو رہے ہیں کہ دوسرا اسلامی ملکوں میں ارکان مذہب و اعتقاد نصائے کی نقل بنا رہے ہیں۔ اس ملک میں شرک و بدعت ہندوؤں کی صحبت سے رسومات نئے ایجاد کیے گئے ہیں اور اُسکے پیرو ہیں۔ دلائل پیش کیے جاتے ہیں کہ دنیا کو چلانا بطابق نئی تہذیب کے چاہیے۔ پرانی تہذیب اس زمانہ کیلئے موزون نہیں ہے۔ یہ عذر و دلائل واسطے تفتی کرنے اپنی خواہشات کے ہے۔ اسلئے رجحان نیا مذہب قائم کرنے کا پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ اسی کو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے سورہ نسا رکوع ۲ میں۔

جانتے ہیں میں تمہیں کہ نئی فکر میں اسکے درمیان  
راہ (یعنی ایک نیا مذہب میان کفر اور اسلام کے نکالیں)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ يَتَخِفُّوْا عَلَيْكُمْ  
ذٰلِكَ سَبِيْلُكُمْ

(یہی ہو رہا ہے اس زمانہ میں)

بغیر شریعت کے خدا تعالیٰ کی راہ پر تین چل سکتا۔ اور شریعت میں دخل عقل کا نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ احکام حتمی ہیں انکو اسی طور سے بجالانا چاہیے بغیر تبدیل و تغیر کے اگر ایسا کیا تو درمیانی دین قائم کیا۔ مگر رجحان سے لوگوں کے ظاہر ہوتا ہے کہ پرواہ نہیں ہے۔ چونکہ انکو وقتی کامیابی ہوتی جا رہی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے سورہ عمران رکوع ۱۶۔

(۱) لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا  
مُنْعِنُ لَهُمْ حَتَّىٰ لَا فَتَمُوهُمْ فِي آثِمًا  
مُنْعِنُ لَهُمْ حَتَّىٰ لَا تَدُورُوا رِجَالَهُمْ  
عَذَابٌ مُّبِينٌ

ذبحین منکر یا فاضل یا کافر جو ہم نے ڈھیل دی ہے  
انکو اس میں بھلائی ہے انکے واسطے۔ یعنی ڈھیل دی ہے  
انکو تاکہ زیادہ کریں بڑا ایمان انکے واسطے عذاب عذاب  
موجود ہے۔

(۲) إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْكُفْرَ  
بِالْإِيمَانِ لَنَ يُضِلُّوا وَاللَّهُ شَهِيدٌ  
عَذَابٌ أَلِيمٌ

وہ لوگ جنہوں نے خرید کیا کفر کو ایمان کے عوض میں  
ہرگز کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے خدا تعالیٰ کا۔ اور ان  
لوگوں کے واسطے دکھ دینے والا عذاب آگ ہے۔

خیال کرنا چاہیے کہ کافی ثبوت درج کیا گیا ظاہر کرنے میں کہ وہ اسلام اب  
نہیں ہے اس زمانہ میں جبکہ نام خدا تعالیٰ نے رکھا۔ مسلمین۔ جس پر آنحضرت  
صلعم سر دار نے گروہ بنایا سکھا کر تعلیم دیکر اور فہمائش دیکر اور امانت ہاتھ میں  
دیکر رخصت ہوئے۔ یہ اسلام جبکہ خدا تعالیٰ کا نام رکھا ہوا ہے دین اصلیت میں  
نہیں ہے تو پھر کیا ہے صرف رسمیہ مسلمان نام لیوا جو کہ جدا مجد سے نام چلا آ رہا ہے  
وہ اسلام بنکر ہو گیا ہے۔

دین کو مقابلہ سے زمانہ گزشتہ و حال کے معلوم کیا جاسکتا ہے ایک سو برس یا

قبل سے اسلام میں کمزوری آتی شروع ہوئی اور پچاس یا چند برس قبل اور اس زمانہ موجودہ سے مقابلہ کیا جائے تو پایا جاوے گا کہ وہ دین باقی نہیں ہے۔ کس چیز نے فرق ڈالا۔ انگریزی تعلیم۔ عدم دینی تعلیم کے۔ مصنف کے نسل کے لوگوں میں مذہب کی تعلیم کی وقعت اسوقت تک دل میں ضرور ہے۔ وہ جو لوگ زندہ ہیں انہیں خدا ترسی باقی ہے۔ اب دوسری نسل سے مقابلہ کیا جائے تو کمی معلوم ہو جاتی ہے اسی طور سے نسل بعد نسل کم ہوتا چلا آ رہا ہے اور ہوتا چلا جائیگا اسکا نتیجہ یہ ہو گیا کہ لوگ اسلامی جذبات سے ایسے لاپرواہ ہوتے گئے کہ نام اسلام کا بدم ہو رہا ہے اور ہوگا۔ غیر مذہب کی نگاہوں میں ذلت کی نظر سے دیکھے جا رہے ہیں بلکہ وہ لوگ مسلمان کو بُرے نام سے پکار رہے ہیں۔ یہ مُنہ بولے مسلمان اپنے نام مسلم حرکات سے اسلام کا نام بدنام کر رہے اور توہین کر رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان نوکر پیشہ کسی درجہ کے ہوں زیادہ تکلیف دہ اور غیر معتبر ہیں۔ ہندو نوکر پیشہ کہیں بہتر ہوتے ہیں۔ اسکی کیا وجہ ہے۔ یہ مُنہ بولے مسلمان مرض قلب میں مبتلا ہیں اُنکے قلب پر سیاہی بیٹھ گئی ہے۔ خوف خدا جاتا رہا ہے۔ وہ چمک و رونق یا جذبات نور اسلام کا مسلم کے قلب میں عطا کیا جاتا ہے وہ بالکل غائب ہو گیا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں خدا کی بھٹکار۔ پہلے زمانہ میں جہلا بوجہ دینی صحبت کے اُنکے قلب میں نجاست آنے نہیں پاتی تھی بیشک یہ فرقہ مسلمان کا مقلد مشائخین و علما کا تھا اور ہے۔ ان لوگوں کی لاپرواہی سے یہ خرابی بڑھتی جا رہی ہے بیشک اسکے ذمہ دار یہ لوگ ہیں۔ لوگ بہتیرے نمازی ہیں۔ مرید ہیں۔ خدا کے تعالے کا نام زبانی لیتے رہتے ہیں۔ باطن اُنکا خراب ہے۔ قاتل امام حسین علیہ السلام بھی

نمازی اور خدے تعالیٰ کا نام لیتے تھے۔ مگر باطنی بیماری میں مبتلا تھے۔ خدے تعالیٰ نے فرمایا ہے غور کیا جائے :-

خدے تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا ہے جب تک وہ قوم اپنی حالت کو خود نہ بدل ڈالے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا چاہتا ہے تو کوئی بھی اسے ٹال نہیں سکتا ہے اور نہ سولے خدا کے اسکا مددگار ہو سکتا ہو پڑھنے والے کے دل میں خیال گزے گا کہ بالکل مجنبہ ہی حالت اب موجود ہے۔ خدے تعالیٰ کی بھٹکار قوم پر شروع ہو گئی ہے۔ ہاں افسوس۔ اسلام منافقوں کے اسلام کی حالت میں آگیا ہے۔ منافق یا نافرمان بردار کی تعریف خدے تعالیٰ نے سورہ توبہ رکوع ۷۷ میں فرمائی ہے جسے زبان اردو میں درج کیا جاتا ہے۔

”اے پیغمبر۔ تو ان نافرمانوں سے کہہ دے۔ خوشی سے خرچ کر دیا ناخوشی سے خرچ کر دتم سے کچھ قبول نہ کیا جائیگا۔ تم لوگ نافرمان ہو۔ انکی خیرات مقبول نہوئے گی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں۔ نماز بھی پڑھنے آتے ہیں تو کاہلی کے ساتھ آتے ہیں۔ خرچ بھی کرتے ہیں تو ناخوشی سے خرچ کرتے ہیں۔ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) تو انکے مال اور اولاد پر تعجب مت کر۔ اللہ کو یہی منظور ہے کہ وہ حیات دنیاوی انھیں مال اور اولاد کی وجہ سے مبتلا عذاب میں رکھیگا اور کفر کی حالت میں انکی جان نکلیگی۔ یہ نافرمان اللہ کی مشین کھا کر مسلمانوں سے کہتے ہیں ہم بھی مسلمان ہیں۔ مسلمانوں۔ یہ مسلمان نہیں ہیں یہ بزدلے ہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے۔ تو اللہ بھی انکو بھول گیا



اپنے فضل اور رحمت (سَوَّاءُ لِلَّهِ فَتَنِيَهُمْ) "منافق وہی ہے جو نافرمان بردار  
خدا کا ہے اور اطاعت کا باہر نکلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں پر لعنت کی  
ہے (لَعَنَهُمُ اللَّهُ) اور انکے لیے دردناک عذاب مقرر کیا ہے۔ ملے ناسرمان  
لوگو۔ تم مانند ان ہی لوگوں کے ہو گئے ہو جو تم سے قبل کے لوگ قوی تر تھے اور  
مال اور اولاد زیادہ رکھتے تھے۔ وہ اپنے حصہ کے مطابق دنیاوی فائدہ اٹھا گئے۔  
جس طرح تم سے پہلے لوگوں نے بعد اپنے حصوں کے فائدے حاصل کیے تھے  
اسی طرح تم بھی اپنے حصہ کے مطابق فائدہ حاصل کر رہے ہو۔ جس طرح انہوں نے  
باتیں بنائی تھیں اسی طرح تم بھی باتیں بنانے لگے ہو۔"

کیا اس زمانہ میں مُنہ بولے مسلمانوں کی حالت موجودہ نہیں ہے۔ بدعت  
شُرک۔ نافرمانی۔ لاپرواہی۔ ایسی جو کہ خدا غائب کا صرف نام باقی ہے خدائے  
تعالیٰ کی لعنت ہے، جھوٹ بولنے والوں پر۔ خدائے تعالیٰ کی لعنت ہے حق زنی پر  
حق العباد کے۔ نافرمانی خدا سے انتہا ہے پھر کیونکر گردنے جاسکتے ہیں۔ اس  
زمانہ کے مسلمان دائرہ میں هُوَ سَتَكُمُ الْمَسِيحِينَ کے ہیں۔

اس زمانہ کے عام مُنہ بولے مسلمان نہ مومنین میں اور نہ مسلمین کے گردہ میں ہیں  
ایک نیا دین قائم کیے ہوئے ہیں۔ کیا حشر ہوگا؟ اسکی بحث ہے۔  
قبل حشر بیماری پر بحث کر چکے باجائز ناظرین ایک مناظرہ بیان کیا جاتا  
ہے۔ ایک مولانا صاحب سے جو بحث ہوئی وہ درج کی جاتی ہے۔ میری یہ رسلے  
ہے کہ اس زمانہ میں پچھتر فی صدی گردہ منافق میں مُنہ بولے مسلمان ہو گئے ہیں  
یعنی نام کے مسلمان کام کے منافق یا دغا باز۔

مولانا صاحب کی رے ہوں کہ منافق کے گروہ میں نہیں ہیں۔ نقص علم کا ہے۔ اُنکا مطلب یہ ہے کہ گروہ منافق کا یہودی نے قائم کر دیا تھا باب دوم میں بیان ہے دیکھ لیا جاوے (وہی ہیں۔ اُنہیں کے لیے لفظ منافق کا ہے کہ قدر غلط خیال ہے۔ منافق کے معنی مخالفت یعنی جسکے دل میں نفاق ہے۔ بیشک خدا سے کسی کو مخالفت نہیں ہے مگر اُسکے احکام سے مخالفت ہے یعنی اُنکے مطابق نہیں چلتا۔ زبان سے مسلمان مگر دل میں مخالفت احکام سے ہو جسکی وجہ سے تعمیل حکم نہیں کرتا ہے۔ یہی اوصاف یا تعریف خدا نے فرمائی ہے منافق کیلئے بوقت جنگ حدیث ہے کہ زور ایمان کے مسلمان جبکہ قریش کے ساز و سامان و کثرت فوج کفار کو دیکھ کر بہت ڈرے اور گھبرائے اور بہانہ کر کے آنحضرتؐ سے رخصت لیکر گھر واپس آئے اُنکو خدا نے منافق گردانا اس آیت کو باب دوم سوانح عمری میں دیکھا جائے۔ آنحضرتؐ زمانہ میں منافق وہ تھے جو کہ مذہب اسلام کے پھیلنے میں دشمنی کرتے تھے۔ اس زمانہ میں نافرمان احکام الہی کے لوگ ہیں چونکہ باطن خدا کی طرف رجوع نہیں ہے۔ اسلیے دونوں برابر ہیں۔ دونوں کا دل اتفاق کا نہیں ہے نفاق میں ہو۔ اسبقہ فرق ہے۔ پہلا مذہب کا دشمن۔ دوسرا مذہب کے لاپرواہ۔ احکام الہی کوئی شے نہیں ہے۔ چند احکام الہی اسی کے متعلق ہیں جو درج کیے جاتے ہیں۔ اس پر غور کرنا چاہیے۔

نہ ہو جاؤ تم مانند اُن لوگوں کے جو کہ کہتے ہیں کہ  
منا حکم کو مگر ایسا نہیں سنتے ہیں کہ اُس پر  
عمل کریں۔

﴿لَا تَتَّبِعُوا كَاذِبِينَ  
فَتَأْتُوا سِعْتًا وَهُمْ لَا  
يَشْعُرُونَ﴾

یہی لوگ (منافق) ہیں جو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اور ان کے دل میں ایمان نہیں ہے۔ جب منافقوں کو کہا جائے کہ آؤ خدا کے حکم کیطرت اور جو اسے اتارا ہے اور اس کے رسول کے حکم کی طرت اسوقت منافق نافرمان ہو جاتے ہیں اسکا دل نہیں چاہتا ہے مانین حکم کو۔

بینک وہ لوگ جو کہ پھر گئے ہیں اپنی بیٹی پر۔ بعد ظاہر ہوئے سیدھی راہ کے (یعنی سیدھی راہ کر کے پھر گئے ہیں جیسا کہ آج کل کے مسلمان ہیں) انکو شیطان اپنی راہ دکھاتا ہے تلقی اور بھلائی سے کشادگی کے ساتھ۔ لے کیون نہیں غور کرتے قرآن کے مضمون پر اس کے فائدہ کو اور کیون نہیں سمجھتے ہیں اچانک ان کے قلب پر قفل پڑا ہوا ہے یعنی مجھ کا دروازہ بند ہے۔

المختصر قرآن مجید میں مختلف طریقے پر خدا تعالیٰ نے منافقوں کی تعریف فرمائی ہے ان سے مقابلہ کیا جائے اس زمانہ کے مسلمانوں سے۔ معلوم ہو جائیگا سورہ نسا رکوع ۱۲ کو ضرور دیکھا جائے جس سے اسوقت کے مسلمانوں کی پوری کیفیت ظاہر ہو جائیگی۔

ظاہرہ حالات سے ظاہر ہے ایجابی امت محمدی کے وہی حالات ہیں جیسا کہ قبل زمانہ آنحضرت صلعم مروج ہو رہا تھا کہ کعبہ کا حج بھی کرتے تھے خدا کو بھی مانتے تھے

(۲) مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِقَوْلِهِمْ  
وَلَمْ نَكُنْ مِنْ قُلُوبِهِمْ۔ (سورہ مائدہ رکوع ۶)  
(۳) إِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا آلَ إِبْرَاهِيمَ  
أَتْلُوهُ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ نَبِيٍّ  
يُحْمِلُونَ عَذَابَكَ صِدْقًا ۚ (سورہ نسا رکوع ۱۰)

(۴) إِنَّ الَّذِينَ آتَيْنَا آيَاتِنَا ظَاهِرًا  
مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ  
الْشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ  
لَهُمْ ۚ (سورہ محمد)  
(۵) أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ  
أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ  
أَقْفَالٌ ۙ

اور بتوں کی پرستش بھی کرتے تھے اور رسومات کفر میں بھی کیتا تھے کیا نتیجہ ہوا خدا نے اپنے نبی کو بھیج کر انکی ہدایت کی اور نبی کی ہدایت نہ ماننے والوں کو برباد کر دیا اور خالص قوم مسلم قائم کر دی اسی طور سے معلوم ہو رہا ہے کہ امام ہمدی کا ظہور جلد ہو نیوالا ہے اور غیر ایجابی امت موجودہ امت محمدیہ کی جگہ لیگی جیسا کہ توریت میں اولاد ابراہیم کو کہا گیا کہ تم جو ابراہیم کی اولاد ہونے پر ناز کرتے ہو خدا تم کو نیست و نابود کر دیگا اور ابراہیم کیلئے پتھروں سے اولاد پیدا کر دیگا پس صورت اس وقت ایجابی امت محمدیہ کی ہے کہ وہ اپنی بد اعمالیوں سے اس خیال کو وثوق دیتے ہیں کہ خدا نے تعالے کا غضب انکو نیست و نابود کر کے کسی دوسری قوم کو امت محمدیہ ہونے کی نعمت عطا فرمائے۔

## بیماری کا شر

حشر موجودہ امت محمدیہ۔ بعد ظہور آنحضرت صلعم کے دو امتین قائم ہوئیں اس دنیا میں ایک امت ایجابی دوسری امت غیر ایجابی۔ امت ایجابی کی حالتوں میں یہ کتاب ظاہر کر رہی ہے انکی حالتیں ناامیدی کی ہوتی جا رہی ہیں اسلئے اصلاح کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ خدا نے تعالے نے بذریعہ کلام پاک کے اطلاع دی ہے کہ کسی زمانہ میں ہادی نمودار ہوگا جسکا نام لوگوں نے امام ہمدی رکھ دیا ہے۔ نظر میں دکھائی دیتی ہے کہ غیر ایجابی غیر قوموں میں اسلامی جذبات دل میں پیدا ہوتے جلتے ہیں اور وہ مسلمین ہوتے جاتے ہیں جو وقت امام ہمدی کا ظہور ہو جائیگا لوگوں کا رجحان اسلامی جذبات کی طرف زیادہ ہو جائیگا

اس طرح کے جذبات کے لوگ ایجابی امت کے جانشین ہو جائیں گے اور زودہ ایجابی  
امت مثل قریش کے جو قبل زمانہ رسول اللہ کے تھے ویسے ہی ہو جائیں گے  
یہی حشر ہے افسوس۔ آیت قرآنی پیش نظر ہے۔ سورہ محمد رکوع آخر۔

بیشک جو مخالفت کرے حکم سے خدا کے انکو بدل  
دیگے دوسری قوم سے پھر اسکی مثال وہ قوم  
ہوگی الامت میں جیسے قبل میں تھی فرمانبرداری  
میں اپنے آقا کی۔

وَإِنْ تَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ فَوْقَنَا  
عَنْكُمْ مَوْجِهَةً لَّهَا  
يَمُوجُّونَ  
أَمْتًا لِّصَلْبِهِ

ہر عارضہ کی ایک انتہا ہوتی ہے۔ صحت یا موت اسکے دریافت کی حد بیماری  
سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ کہ کس حد تک عضو میں خرابی پہنچی ہے اور اسکے  
اثر کی کیا انتہا ہے۔ یہ بہ آسانی دریافت ہو جائیگا۔ سو برس قبل کے زمانہ سے  
اور حال سے مقابلہ کر لیا جائے اور اسی طور سے آئندہ کے ہونیوالے کی انتہا  
ظاہر ہو جائیگی کہ وہ ایمان نہیں ہے جو کہ سو برس قبل مسلمانوں میں تھا۔ نیچے  
اُترتے ہوئے زمانے کو دیکھا جاتا ہے تو جیسے جیسے زمانہ گزرتا جاتا ہے  
ویسے ویسے ایمان میں کمزوری پیدا ہوتی جاتی ہے۔ یہ مسلمانوں کا باطن بتی  
عارضہ میں مبتلا ہو گیا۔ ایمان میں تغیر و تبدل شدید پیدا ہو گیا۔ اس زمانہ کے  
چلن کو مثلاً بیان کیا جاتا ہے۔ خدا نے شیطان کو ایسی آزادی دیدی ہے کہ  
اُسے اپنے قیام سلطنت کیلئے دنیا کی ہر زینت کو خوب رونق دیدی ہے اور  
لوگ اپنے خالق کو بھولے ہوئے ہیں۔ ذریعہ حصول رزق زیادہ طور سے ملازمت  
پیشہ ہیں یہ دونوں ذریعہ میں خلافت شرع کا رروائی سے حلال رزق پیدا کرنا بالکل

معدوم ہے۔ حرام خوری و جھوٹی باتیں بنا کر رزق حاصل کیا جاتا ہے۔ اسی کو خدا نے فرمایا ہے۔

سَمْعُونَ لِكَلِّبٍ أَكْثَوْنَ لِلْيَحْيٰى | جھوٹی باتیں بنا کر مٹانے والے حرام خور۔

پیشہ وکالت۔ شراب نوشی و سود و رشوت خوری وغیرہ کا بکثرت رواج ہو گیا ہے اور ظاہری فلاح حاصل ہے اور پرہیزگار پریشان حالت میں ہیں یہ کیسا تغیر ہے؟ یہ آزمائش خدا محب خدا کیلئے ہے۔

مستعدی بیماری کو بھگانا آسان کام نہیں ہے۔ اسی طور سے اسلام کو اس قدر صدمہ پہنچ گیا ہے کہ اس کا دغیہ و تدارک مشکل ہے۔ جب تک کوئی بڑی قوت مثل نبی کے پھر ظہور میں نہ آئے غیر ممکن ہے۔ نبی آخر الزمان آگئے اب کسی دوسرے نبی کے ظہور کا پیمانہ نہیں ہے۔ پھر کیا کیا جاسکتا ہے؟ نسخہ کلام پاک کا موجود ہے۔ اپنے نفس پر جہاد کرنے کی ضرورت ہے۔ اسکے احکام پر چلنے سے یہ اپنے نفس کو مجبور کرنے کی ضرورت ہے۔ جب ہی اسلامی ایمان کی درستگی ہو سکتی ہو بغیر اسکے غیر ممکن ہے اگر اس بیماری کا زور بڑھتا گیا تو آئندہ غیر نہیں ہے۔

جس وقت موجودہ بچے پچاس برس کی عمر کو پہنچیں گے تو اسلام کا نہ در بالکل جاتا رہے گا ابھی موجودہ حالت ایسی نہیں ہوئی ہے جیسا عرب میں قبل زمانہ اسلام کے ہو گیا تھا۔ اگر ایسی ہی رفتار رہی تو بچوں کے زمانہ تک ہو جائیگا۔ اس زمانہ عرب میں موجود غیرت پرست تھے۔ اسلام دنیا سے بالکل غائب نہیں ہوا تھا۔ جب کوئی نبی موجود ہوا تو بہت جلد توڑے لوگ نبی کے پیرو ہو جاتے تھے۔ اسی لیے امید کی جاتی ہے کہ یہ اسلام کی بڑا راست محمدی دنیا جی میں امانت ہو رہا ہے۔

وہ بالکل غائب نہیں ہوئی ہے۔ مضبوط دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں تبدل نہیں آیا ہے۔ شاید کہ ترجمہ ہونے سے غیر زبانوں میں آئندہ چکر تبدیل ہو جائے۔ خدا نے تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے قرآن مجید پڑھنے والوں کی برکت سے تا قیامت اسلام باقی رہیگا اور مسلم پائے جاویں گے۔ مگر اسلام کی کثرت۔ قوت۔ قدرت۔ عظمت جاتی رہیگی بلکہ شروع ہو گیا۔ بیشک مومن ہر زمانہ میں ضرور ہونگے مگر اس قدر پروردہ ہونگے کہ انکا معلوم کرنا مشکل ہوگا مگر وہ بھی اُسی حالت میں گردانے ہوئے ہونگے جیسے منہ بولے مسلمان ہونگے۔ یعنی ان منہ بولے مسلمانوں کی خرابی سے مذاہب و مصائب پہ درپے آتے رہیں گے۔ غریب مومن بھی ان ہی کے شامل میں ہوں رہیں گے۔ اگر ہم حساب کے دن خدا نے تعالیٰ فرق کر دیگا۔ فرمان الہی پر غور کیا جائے۔ سورہ انفال رکوع ۴۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُكَ  
الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ  
مُحَاصَّنَةً۔

اور ڈرو اس بلا سے جو مخصوص ہوگی انہیں کہیں  
جو ناقضان ہیں بلکہ عام ہوگی دنگنار اور غیر گنگنار  
سب کے لیے۔

سورہ اعراف رکوع ۱۲۔

أَحَدًا نَّهَضَا  
بِالْبَاسِ  
وَالْهَمَّزِ  
لَعَلَّكُمْ  
يَخْتَرَعُونَ

پکڑا ہم نے اس شہر کے رہنے والوں کو سختی اور  
تکلیف سے شاید وہ رومین اور گنگنار دین رہیں  
اپنے حواس کو درست کریں۔ (اور پھر سختی کی جگہ  
انہیں آسانی دی۔ یہاں تک کہ وہ خوب بڑے  
اور کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا کو بھی سختیاں

فَاَحَدٌ نَّهُمْ

بَفْتَةٍ

سورہ مریم رکوع ۳۰

فَخَلَفَ مِنْ بَنِي إِدْرِيسَ خَلْفًا أَضَاعُوا

الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ

فَسُوفَ نَسْفُوتُ

عَسِيَّاهُ

اور راستین پہنچی تھیں) پس پکڑا ہم نے انکو اچانک  
وہ لوگ بے خبر تھے۔

پھر اُنکے بعد آدگی بدخواہوں کو کہ نماز کو چھوڑ گئی  
اور برائیوں میں پھیل گئی یا اپنے خواہشات کی غلام  
ہو گئی (یعنی دنیا پرستی) اسی گئی شراب خواری تماش  
بنی وغیرہ) پھر ملدیکہ لینگے بدلہ اپنے کام کا یعنی عذاب

حسرت۔ نہایت حسرت کا وقت آگیا کہ یہ وہ اسلام ہے جسکا مرتب  
اخلاق و تہذیب و جاہ و جلال و عظمت ملی دروہانی کی بنیاد ڈالی ہوئی بہت  
بڑے زبردست قوت کی جسکو تمام دنیا کے لوگ مان رہے ہیں جنہوں نے کتنی  
مصیبتیں و مشقتیں و اذیتیں برداشت کر کے قائم کیا اور بڑی چمکتی ہوئی روشنی  
سے روشن کیا (اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ) اب وہ روشنی  
ڈلگنا رہی ہے کہ اب مجھے تب مجھے یعنی جڑ اسلام کی اکھڑ رہی ہے (سبر کما سے را  
نزدائے) بوجہ نافرمانی حاکم کے خاص کر کے نائب خالق المخلوقات کے۔

ہدایت رسول جہان پناہ۔ مسلمہ میں آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ مستر  
خداے تعالیٰ نے تمہارے واسطے تین کام پسند کیے ہیں۔ اول یہ ہے کہ خدا سے  
تعالیٰ کی بندگی کرو اور کسی کو اسکا شریک نہ بناؤ۔ دوم یہ ہے کہ خدا سے  
تعالیٰ کی رسی کو سب ملکر مضبوط پکڑو فرق نہ ڈالو۔ تیسرے خیر خواہی کرو  
اُسکی جسکو خداے تعالیٰ نے تم پر حاکم بنایا (تم میں سے) یعنی حاکم اسلام



رمولانا صاحبان فرماتے ہیں حاکم سے مطلب کسی مذہب کا حاکم ہو۔ یہ علامت بیماری کی ہے یہ اُسکے سمجھ میں نہیں آتا ہے حضور عالی کو کیا خصوصیت غیر مذہب حاکم سے نامزد کیا حاکم شرع سے مطلب ہے ہم لوگوں کی نافرمانی پر غور کیا جائے۔ اول عبادت تصدیق بالقلب نہیں ہوتی ہے اور شرک کا رواج ہو گیا ہے۔ مزاروں پر جاتے ہیں اور مرادوں کی دعا مانگتے ہیں۔ (یہ قوت صرف خدا کے تعالے کو حاصل ہے) اور بہترے قسم کے رسومات بطور شرک داخل ہو گئے ہیں۔ (دوسری ہدایت خدا کے تعالے کی رسی کو مضبوط پکڑ دو) خدا کی رسی قرآن مجید ہے۔ کیا ہم لوگوں نے ملکر مضبوط پکڑا؟ کتنی لا پرواہی ہے کوئی عمل قرآن مجید کے مطابق نہیں ہو رہا ہے۔ ماسوائے اسکے فہم میں اور مطلب میں کتنا فرق ڈال دیا جاتا ہے۔ تیسری ہدایات۔ حاکم اسلام کی اطاعت کرو۔ اس وقت حاکم اسلام ہر جگہ نہیں ہے۔ مگر گزشتہ قوارخ کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ہدایت کی عمل درآمد اس زمانہ میں نہیں کی گئی۔ ایک سب سے بڑے قصور کہ اہلبیت کے ساتھ جان نثاری نہیں کی گئی۔ انکو چھوڑ کر مصنوعی اماموں کا پیچھا کیا اسی قسم کی لا پرواہی سے اسلامی سلطنتیں غائب ہو گئیں۔ قوم کی تباہی نافرمانی و بد عملی سے ہوتی ہے۔ خدا کے تعالے نے فرمایا ہے کہ جو خدا اور رسول کی نافرمانی کرے گا اسکو سزا ملیگی۔ سورۃ انفال رکوع ۱۔

یہ مار لوگوں کو ہے چونکہ اللہ اور رسول کی لعنت کی ہے۔ جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی لعنت کرے گا تو سزا پاوے گا بیشک اللہ تعالیٰ لعنت عذاب

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُوا اللَّهَ  
وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ  
وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

الْبَيْقَابِ ۝ ذَٰلِكُمْ فَتَنُوكُمُوهُ ۝

کرنیوالا ہے۔ ملے منکر۔ دنیا میں بھی مذاہب کا جھگڑا ہوگا۔

اسی نافرمانی کی وجہ سے غیر مذہب کے غلام ہو گئے ہیں یہی سزا ہے۔

اب مسلمانوں کی کیا حالت ہو۔ رسمہ مسلمان کثیر تعداد سے ہیں۔ دل سے مسلمان نہیں ہیں۔ افلاس۔ ذلت۔ بے وقتی۔ بے اعتباری۔ ہر طرح کی کمزوری میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ چال چلن ایسا ہو گیا کہ جب قدر نقصان یا تکلیف مسلمان کو مسلمان سے پہونچتی ہے اُس قدر غیر مسلم سے نہیں پہونچتی ہے۔ یہ کیا نشانی ہے؟ زوال اسلام۔ فرمان الہی پر غور کیا جائے۔ سورہ اعراف رکوع ۵۔

إِنَّ الدِّينَ كَانَ بُحُورًا

يَا بِلْتًا وَاسْتَكْبَرُوا

عَنْهَا لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ

أَجْوَابُ السَّمَاءِ

مضون نے ہمارے احکام کی نافرمانی کی اور لا پرواہی کی اُنکے لیے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جائیگا۔ (یعنی دعا انکی نہیں پہونچے گی اور نہ رحمت ہمارے اُنکے لیے آئے گی اسکے لیے دروازہ بند کر دیا گیا)

اس فرمان سے ظاہر ہو گیا جو کیفیت موجودہ ہے۔ یعنی تعداد کثیر کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور نہ خدا کے تعالے کی رحمت ملتی ہے اگرچہ دعا وقت تکلیف کے ہر وقت زبان پر ہوتی ہے۔ کیا نتیجہ ہے۔ اپنی نافرمانی کی وجہ سے خدا لا پرواہ ہو گیا ہے کہ نالائق کو بخشش نہیں دی جاتی ہے۔ اب مانہ مسلمانوں کا سخت آزمائش کا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کیلئے ہوا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام (اسرائیل) کے بارہ بیٹے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام خدا تعالیٰ کی حکمت و تدبیر سے مصر کے بادشاہ بنائے گئے۔ وہاں اُنکے باپ اور برادران پہونچے۔ وہاں بارہوں برادران نے فرقہ قائم کر دیا اسی کو خدا تعالے نے سورہ اعراف

رکوع ۲۱ میں فرمایا ہے پورا رکوع پڑھ لیا جائے چند سطرین بزبان اردو درج کیجاتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے :-

اُسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یاد کر جب اللہ نے بنی اسرائیل کو خبردار کر دیا تھا کہ قیامت تک وہ (اللہ تعالیٰ) انہیں ایسا حاکم مسلط کر دیگا (آنحضرت کے وقت یہودی منسوب ہوئے تو پھر آج تک بادشاہ نہوئے تجارت پر زندگی بسر کرتے ہیں اور جہان بین محکوم ہیں) جو انکو بری مار دیتا رہیگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرا پروردگار جلد سزا دیتا ہے اور بخشش اور مہربانی کرتا ہے ہم نے بنی اسرائیل کو فرقہ فرقہ بنا کر متفرق کر دیا۔ انہیں بعض نیک تھے اور بعض بد عمل تھے۔ ہم نے انکو نعمتوں سے اور مشقتوں سے دونوں طرح آزمایا کہ وہ رجوع ہوں پھر بعد اُنکے ایسے ناخلف لوگ آکر کتاب (توریت) کے وارث ہوئے کہ اس معمولی زندگی کے اسباب کو وہ اختیار کر لیتے ہیں (یہودی امرا کے خاطر بغرض حصول زر توریت کو بدل ڈالتے ہیں) اور کہتے ہیں کہ ہماری بخشش ہو چکی جائیگی اور اگر ایسے ہی دنیاوی اسباب اُنکے پاس آجائیں تو اُسے بھی لے لیں۔ کیا اُن لوگوں سے وہ عہد نہیں لیا گیا تھا جو کتاب توریت میں لکھا ہوا ہے ؟

کیا موجودہ حالت ایسی نہیں ہے۔ ان نافرمانیوں کی وجہ سے کیا اس زمانہ میں دیکھا جا رہا ہے۔ ہر چار طرف سے تنزل مالی۔ جسمانی و دماغی کے آثار موجود ہو گئے ہیں۔ بلکہ یہ تصویر اس وقت کے مسلمانوں میں دکھائی دیتی ہے عام طور سے ان تکالیف پر بھی خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں بیدار نہیں ہوتے۔ کچھ مسلمان اپنی ناکامی کی وجہ سے مذہب کے شاکی ہوتے جاتے ہیں چند اشخاص نے

مجھ سے شکایت کی ہر ایسے مسلمان تھوڑے تعلق سے مذہب کو بدل دینے میں تیار ہو جائیں گے  
گو یا اپنے اعتقاد میں مذہب حالت میں ہیں۔ اسی کو خدا نے تعالے نے سورہ نسا  
رکوع ۲۱ میں فرمایا درج ہے۔

یہ مذہب حالت میں ہیں (درمیان کفر اور ایمان کے)  
نہ ادھر ہیں اور نہ اُدھر ہیں جسکو اللہ مگر اہی میں پھڑپھڑاتا  
پھر اُسکے لیے کوئی راہ نکالے گی نہیں ہے یعنی دین  
دنیا دو قرن خراب ہیں۔

مَنْ كَانَ يَتَّبِعِ سَبِيلَ اللَّهِ  
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَتَكُنْ تَحْتَهُ  
سَبِيلًا

تاریخ دو صراقی ہے تاریخ کو۔ بنی اسرائیل کی آزمائش بہتیرے طریقوں سے  
کی گئی تھی اب وہی آزمائش بنی اسمعیل کے ساتھ ہو رہی ہے۔ خدا نے تعالے نے  
فرمایا ہے سورہ بقرہ ص ۲۱۳ عَالِمِ الْغُيُوبِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ اسرار میں پر۔  
ذلت اور افلاس و محتاجی۔

ناظرین کیا اس زمانہ میں مسلمانوں کی مذہب حالت نہیں ہو رہی ہے۔  
بیشک مسلمان بغضبِ مَلِكِ اللَّهِ ہو رہے ہیں۔ بیدار ہوں۔

## نتیجہ نافرمانی خدا

تنزل اُمت محمدی مالی جسمانی۔ دماغی

وَتَلَبَّثُوا فِي الْغَيَابِ طَوِيلًا مَّا تُرِيدُوا فِيهِ وَكَانُوا عَجَبِي مَعِينٍ اور نافرمانوں  
نے اُن لذات دنیا کی پیروی کی تھی جو انھیں دولت دی گئی تھی۔ (اور وہی  
خطا کار ہوئے۔ سورہ فاطر رکوع ۴۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي  
الْأَرْضِ ۖ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ  
كَفَرُهُ ۚ طَوْلَا يَنْزِيلُ الْكِتَابَ  
مَنْ كَفَرَ عَنْهُمْ عَصَىٰ آلَ  
مُؤْمِنَةٍ ۚ طَوْلَا يَنْزِيلُ الْكِتَابَ  
مَنْ كَفَرَ عَنْهُمْ (۱)

خسارہ

وہی خدا ہے جس نے تم کو سلطنت دی زمین میں پھر  
جو کوئی نافرمانی کرے اور اسکی نعمت کا شکر نہ کرے  
پھر اسی پر ہے خرابی شکر نہ کرنے کی اور زیادہ زمین  
کرتے شکر نہ کرنے والوں کو انکی ناشکری انکے پروردگار  
پاس سولے غصہ و بیزاری کے انکے لیے۔ اور زمین  
زیادہ کرتا ناشکروں کو انکی ناشکری مگر انکے لیے  
نقصان اور خسارہ۔

ایک نافرمانی سے خدا کا غصہ اور عتاب حاصل کرنے ہیں دوسرے خود  
اپنے لیے نقصان و خسارہ حاصل کرتے ہیں بالکل ایسا ہی دیکھا جا رہا ہے  
مسلمانوں کے لیے۔

دریافت تنزلی کا ایک اہم امر ہے اس چھوٹے رسالے کیلئے۔ خیال کیا جاتا ہے  
کہ اس میں اختلاف رملے بہت ہوگی۔ بہر حال جرات کر کے اور خدا کی مدد کے  
خواستگار ہو کر کوشش کی جاتی ہے یہ ضرور خیال رکھا جائے کہ یہ تنزلی ایمان کی  
سچی آزمائش ہے جو قبل کی بگڑی ہوئی امتوں کے ساتھ کی گئی تھی۔ خدا نے  
فرمایا ہے تَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ آزماتا ہے اُنکو جو کہ نافرمانی کرتے ہیں  
دو صدیوں (صدی بہار و صدیہ متحدہ و اگرہ) کا تجربہ رکھ کر۔ اور قریب قریب  
ہندوستان کے بڑے بڑے مقاموں کے اسلامی حالات کو دریافت کر کے  
ظاہر کیا جاتا ہے کہ تنزل مسلمانوں میں ہر چار طرف یکساں ہے۔ اسے زمانوں  
سے مقابلہ کر کے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ مختصر طور پر زائچہ دیا جاتا ہے۔

تنزل مالی۔ سویریں گزشتہ و درمیانی و موجودہ زمانوں کے صورت حال سے مقابلہ کرنے میں ظاہر ہوتا ہے کہ نمایاں تنزل پیدا ہو گیا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے سورہ عنکبوت رکوع عین۔

کیا لوگ سمجھتے ہیں یہ کہہ کر کہ ہم ایمان رکھتے ہیں جھوٹ جانیگے اور انکی آزمائش نہیں ہوگی۔ خدا کی آزمائش ایمانداروں کے ساتھ ہے۔

اَحْسِبَ النَّاسَ اَنْ يُّشْكُوْا  
اَنْ يَقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا  
يَفْقَهُوْنَ ۝

اسلامی سلطنتیں۔ غائب ہو گئیں یا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مختلف حصوں میں منقسم ہو گئیں انکا عظمت و اقتدار جاتا رہا۔ بعض مقام پر مذہب کی اس قدر بے قدری ہے کہ اُسکے احکام میں اصلاح دی جا رہی ہے اسلامی دنیا کو ختم کیا جا رہا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

جو چیزیں ہم دین وہ صرف دنیا کے مزے اور زینت کی ہیں دنیا کی زندگی کیلئے۔ جو خدا کے پاس ہیں وہ لپھے ہیں عیش کیلئے عقل مندوں کے واسطے۔

وَمَا اَوْثَقْتُم مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَّاعُ الْحَيٰوةِ  
الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا وَقَعِندَ اللّٰهِ خٰزِنُ  
وَاَبْقٰ طٰآفًا تَعْقِلُوْنَ ۝

اسلامی خود سر ممالک۔ ہندوستان میں جو موجود ہیں انکی حالت ظاہر ہے کہ ہندو چنگل کے قبضہ میں ہے۔ جسکی وجہ سے انکی قوت بالکل جھول ہے ایسی اطرز عمل کو اختیار نہیں کر سکتے ہیں اور دنیاوی زینت میں پھنسے ہیں۔

مت مند انکی تعداد رفتہ رفتہ کم ہوتی جا رہی ہے اگر اوسط آبادی شان امین نکالی جائے جو کہ ہندوستان کی چوتھائی آبادی میں ہیں۔ شاید ایک کروڑ کی آبادی میں ایک لاکھ روپیہ سالانہ یا اس سے کچھ زیادہ آمدنی کا ایک شخص

نہیں پایا جاویگا۔ زمانہ گذشتہ میں کثرت سے پائے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ کم ہوئے چلے جائے ہیں بوجہ نافرمانی اس کمی سے متداول لوگوں کے متوسط یا غریب لوگوں کی پرورش غائب ہوتی جا رہی ہے۔ یہ اندازہ اس زمانہ کے مطابق کیا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں نقد روپیہ کی قدر ہو گئی ہے۔ اگلے زمانے میں مال کی قدر بھی اسی سے دوگنی ہو جائے گی۔

عوام الناس۔ اس گروہ میں مختلف درجوں کے لوگ ہیں جنہیں خوشحالی و فارغ البالی کا اوسط نکالا جائے تو بہت کم پایا جاویگا۔ رفتہ رفتہ کم ہوتے چلے جائے ہیں۔ اب زیادہ تعداد عوام الناس کی افلاس و پریشانی و مصائب کے شکار بنے ہوئے ہیں۔ وجوہات بالکل ظاہر ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ مرض قلب کی وجہ سے عقل پر پڑے پڑ گئے ہیں۔ بجائے سیدھی راہ کے گمراہی کی راہ کو پکڑے ہوئے ہیں۔ یہ دنیاوی لذتیں اسلام کی جڑ کو اکھاڑتی ہیں۔

طرح طرح کے سرمایہ عیش اس ملک میں انگریزیveldاری کے زمانہ سے میا ہو گئے ہیں۔ انکیveldاری میں ایک پیشہ نش کر نیوالیو کا قائم ہو گیا ہے جو کہ اسلامیveldاری میں نہ تھا۔ یہ پیشہ عورتوں کی بدکاری کا یورپین ملک میں مسیوب نہ سمجھا گیا۔ مسلمان خلافت شرعی تعلق میں مبتلا ہو گئے اور خرابے تباہ ہوئے جبکہ نتیجہ کیا ملا؟ اسکو خدا نے فرمایا ہے سورہ قصص رکوع ۶ میں۔

بست لوگ شہر دیکھے ہلاک کر دیے چونکہ اتراتے تھے

یا کبریٰ کہتے تھے اپنی امارت یا معیشت پر۔ پھر

مکانات دہران پڑے ہوئے ہیں کوئی پہننے والا انکے بدنوں

کہ اھلکنا من قویۃ بطون

معیشتہا فتلک مساکینہم

لہم تشک من بعدہم۔

اس شہر کے مسلمانوں کی آبادی کا یہی حال ہوا ہے دوسرے مقام پر بھی  
ایسا ہی ہے کہ خدا کے احکامات کی لاپرواہی کا نتیجہ ظاہر ہو یہ خرابی ایمان کی ہے  
ایمان میں گھٹن لگا دیا یا بوجہ کمزوری کے دین کے کیڑے نے ایمان میں بیماری کا گھونٹلا  
بنالیا۔ جو کہ اصلی طاقت کو کھاتا جا رہا ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے؟ کلام پاک سے  
مرد نہیں لی جا رہی ہے۔ شاید جیسا کہ خدا نے تعالے نے یہود و نصاریٰ کے بارے میں  
میں سورہ حدید میں فرمایا ہے وہی تصویر اس زمانہ میں مسلمانوں میں کھینچی ہوئی  
حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

گیا مومنوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا ہے کہ اللہ کے ذکر اور قرآن مجید کے احکام جو برحق اُترے ہیں۔ پڑھنے سے اور معلوم کرنے سے اُنکے دل ڈریں اور اُن لوگوں (یہود و نصاریٰ) کے مثل نہوجاویں جنہر پہلے کتاب بُتری پھرت گذرنے کے بعد اُنکے دل سخت ہو گئے اور اکثر نافرمان ہو گئے۔“

کیا ایسا ہی وقت مسلمانوں کیلئے بھی آگیا؟ قرآن مجید ہاتھ میں ہے اور عمل نادر و صرف گراموفون میں راگ سننے کیلئے ہے۔ فرمان الہی درج کیا جاتا ہے :- سورہ ملائکہ۔

(۱) اِنَّمَا تُنذِرُ وَلَٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ  
يَا لَعَنَ الْجَبَابِرَةِ وَاقْتُلُوا الصَّالِحِينَ وَ  
مَنْ تَرَكُنِي سَاءَ مَا يَنْشُكُّ  
لِنَفْسِهِ وَاِلَى اللّٰهِ  
الْمَصِيرُ

(فہم) تمہا نے آنحضرت صلیم کو فرمایا، آپ تو اس کے  
ایسے لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بغیر دیکھے ہوئے رہ گئے  
ڈرتے ہیں اور نماز کے پابند ہیں۔ اور جو شخص اپنے آپ کو  
اعمال سے نفس کو پاک رکھتا ہے وہ اپنی ذات کیلئے  
حاصل کرتا ہے۔ اللہ ہی کی طریقت لو لکھ جاتا ہے۔



## سورہ بقرہ رکوع ۱۰۔

(۲) لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ  
فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ

## سورہ بقرہ رکوع ۹۔

بَقَالُوا أَفَلَوْا فُلُوكُمْ مِمَّا خَلَقْتَ بِهِ  
بَلَدًا

فَارْمُوا بِكُفْرِهِمْ

دوسرے شیطان سے مریض القلوب کو  
آزمائش کی جاتی ہے۔

(یہودی) کہتے ہیں ہمارے درجہ... کے لیے  
بکھتہ نہیں ہیں احکام دین کو بلکہ لعنت خدا کی آپس  
انکی بڑائیوں کی وجہ سے ہے۔

بہت لوگوں کو کہتے سنا گیا ہے کہ قرآن کو انسان سمجھ نہیں سکتا ہے۔

## سورہ بقرہ رکوع ۲۰۔

(۳) اُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِلْمِ  
اللَّهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

## سورہ بقرہ رکوع ۲۰۔

(۵) يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي  
الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا  
خُلُوعَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ  
شَدِيدُ مُنْبِتٍ

(۶) إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْ  
فَحْشَاءِ ط

وہ لوگ دہی ہیں جو خیر کرنے میں دنیا کے عیش کو  
آسرتہ کے عوض میں۔

اے لوگو کھاؤ وہ چیزیں جو زمین میں پیدا ہوتی  
ہیں حلال اور پاکیزہ اور شیطان کی تابعداری نہ کرو  
یعنی اُسکے ہکالے میں نہ آؤ وہ حلال کو حرام اور حرام  
کو حلال سکھاتا ہے بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے۔  
بیشک شیطان حکم کرتا ہے یا سکھاتا ہے تم کو برے سے  
کام اور بھائی۔

پروردگار نے فرمایا ہے کہ رزق حلال و طیب کھاؤ (کُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا)

زر سے رزق ملتا ہے رزق کو تین شے سے تعلق ہے۔ ذریعہ۔ اسباب۔ طاقت۔ تمام دنیا میں مال حاصل کرنے کی جڑ زمین ہی ہے۔ یہی ذریعہ ہے۔ بصورتِ زراعت و معدنیت یہی اسباب ہے۔ انسان کے قوتِ دماغ سے حاصل کرنا۔ یہی طاقت ہے کل جڑ زر کے حاصل کرنے کی زمین ہی ہے۔ سبحان اللہ حاصل کرنے کا اوزار قوتِ دماغ ہی۔ یہ نعمتِ خدا نے ہر انسان کو عطا کی ہے۔ جتنی قوتِ دماغ میں ہوتی ہے اتنا ہی مال حاصل کرتا ہے جو کہ روزِ ازل سے قسمت میں لکھا ہوا ہے۔ بصورتِ نوکری و تجارت و زراعت طاقت کو لگانے سے مال ملتا ہے۔ یہی حال ذریعہ رزق کا ہے ان ہی ذریعوں سے گزشتہ زمانوں میں رزق حاصل کرتے تھے اور اس میں بہت برکت تھی۔ اسلامی سلطنت کی مدد ملتی تھی اور فلاح حاصل ہوتی تھی۔ غیر مذہب کے علمداری سے ذریعہ برکت کا غائب ہو گیا۔ حرام رزق کا دروازہ کھل گیا لوگ اُسی طرف راغب ہو گئے۔ یعنی سود خوری و رشوت و غیرہ بہتیرے ناجائز طریقوں سے اُسکے ساتھ غفلت اور بیجا عیش و عشرت میں پڑ گئے۔ نتیجہ کیا ہوا؟ برکت بالکل غائب رحمت کا دروازہ بند افلاس کیوں نہ پڑے۔ حصولِ دنیا بیوشی کا عمل ہو رہا ہے یعنی بلا لحاظِ حرام و حلال کے اور اسی کے بندے ہو گئے ہیں خدا نے فرمایا ہے۔ سورہ انفال رکوع ۴۔

تم کو معلوم ہو کہ تمہارا مال و اولاد آزمائش ہے اور دوستی انکی بھائی میں نہ ڈالو۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا آتَاكُم مِّن رَّبِّكُمْ  
أَدْوَارًا مَّكَرَ مِّنْهُ

نتیجہ کیا ہو رہا ہے۔ شیطان کی تابعداری میں ہو گئے جسکو خدا نے منع کیا ہے  
رَبِّكَ تَتَّبِعُونَ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ هُوَ كَرِهُمُ رَغِافًا ۚ

دین کو ایک رسم بنا دیا۔ احکام کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے۔ یہ صریح غیبی پروردگار ہونے کی وجہ سے خوف و ڈر دل سے جاتا رہا اور اس کا کوئی نائب نہیں ہے جو کہ بڑائیوں سے روکے۔ قانون یا دستور العمل پرستے ہو گئے زیادہ دن کے گزر جانے سے جیسے توریت یہودیوں کیلئے ہوا کہ دل میں لا پرواہی لگتی و فعات قانون کو بالکل بھولتے چلے گئے۔ انسان کی طبیعت راغب بہم مثل قانون انسانی کے سینے و متفاوتاً تجدید میں ہوتی ہے تاکہ لوگوں کا دل ملائم بنا رہے اور خوف طاری رہے۔ ویسا نہیں ہے۔ آزاد ہی ہے۔ شیطان اپنا فعل کر رہا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو شیطان نے بہکایا پھر ہم لوگ انسان ہیں ترغیب میں دل حاضر ہو جاتا ہی خدا سے استدعا ہے کہ معاف کرے۔ ہم لوگ تصور دار بندے ہیں۔

مزید برآں ماہرین علم زبان عربی و فعات کو غلط بھی سمجھاتے گئے ہیں۔ مصنف کو اتفاق ہوا بحث کرنے کا ایک شخص سے شان نزول پر انھوں نے کہا کہ دفعات کلام پاک کے وہ وقتی تھا اس حالت کے مطابق تھا جس وقت نازل ہوا تھا تب اس زمانہ کیلئے سوز و غم نہیں ہے۔ کلام پاک کی عبارت ایک معجزہ ہی ہر زمانہ کی حالت میں تشابہ ہوتا ہے۔ یہ بات پر دریافت شان نزول کی صداقت پر سوال ہے۔ جن مصنف نے شان نزول کو لکھا ہے۔ جو جب تواریخی حقائق کے دریافت کریں گے دفعات کو مشابہ کیا ہے یہ نہایت لٹیک ہے۔ وہی دفعات اس زمانہ کے مطابق بھی تشابہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر دفعات خاص وقتی ہوتا تو یہ قانون تاقیامت قائم نہ کیا جاتا۔ کیونکہ خدا نے تعالیٰ زمانہ کو رد و بدل کرتا ہے

اور کسی کے مطابق اخلاق و تہذیب بھی ہوتی ہے تو ویسا ہی قانون بھی ہوتا ہے۔  
قرآن سے ثابت نہیں ہوتا کہ خاص دفعہ خاص وقت کیلئے ہی۔ قانون کی دفعہ  
بموجب وقت ہوتی ہی بعدہ ہمیشگی اور یہی معجزہ آخری قانون کا ہے کہ ہر زمانہ کے  
مطابق ہے۔

وجہ افلاس اور مسلمانان۔ افلاس مسلمانوں میں مثل سیلاب کے بڑھتا جاتا ہے۔  
گذشتہ صفحات میں حکم ربانی دربارہ تقسیم روزی درجہ بدرجہ جو کہ ضرورت ملتی ہی درج ہی  
صرف سوال کی ویشی کا ہے۔ کسی کی وجہ بھی ظاہر ہے خدا کے تعالیٰ کا حکم ہے بندوں  
کیلئے لیعارفوا۔ ایک دوسرے میں تعارف کچھ تاکہ فائدہ اٹھاؤ۔ دوسرا حکم ہے  
وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا اِیہ کیا ہے نور اسلام ہے۔ جنہیں نور اسلام ہے  
کیفیت موجود ہے۔ روشنی اسلام ایک دوسرے کو رہزہ دکھلاتی ہے جس سے اتحاد  
و اتفاق پیدا ہوتا ہے وہ بالکل غائب ہو گئی ہے۔ تیسرا حکم ہے آپس میں مسلمانوں کے  
الفت حاصل ہو یہ الفت خدا کی طرف سے درمیان مسلمانوں کے ہوتی ہے یہ  
ذریعہ معاش پیدا کرنے کے ہیں۔ یہ تمام اوصاف غائب ہو گئے ہیں۔ سورہ انفال کو  
دوسرے اگر اس کے الفت یا محبت آپس میں پیدا ہو گئی  
اگر دنیا کا خزانہ بھی خرچ کرتا تو الفت ان کے  
دل میں نہ پیدا ہوتی لیکن خدا نے الفت اُس کے  
دل میں ڈال دی کہ آپس میں بھائی بھائی ہو جائیں  
پس خدا حکمت والا ہے۔

الْفَتْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ  
مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مَا اَلْفَتْ  
بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ اَلْفَ  
بَيْنَهُمْ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ  
حَكِيْمٌ

روزی حاصل کرنے کے خدا کے تعالیٰ نے حدود و بنادیم ہیں۔ اگر اس حد کے

اندر رہو تو ضرور وافر روزی حاصل ہوگی۔ اس زمانہ میں شاید پچیس فیصدی آبادی  
 مسلمان میں ایسے ہیں جو کہ فارغ بال اپنی روزی سے ہیں۔ مگر وہ بھی اپنی ہوس کے  
 پیچھے پریشان حال ہیں قناعت نہیں ہے۔ بہر حال یہ پچیس فیصدی کچھ تر فیصدی کی  
 حالت کو درست نہیں کر سکتی ہے ماسوے اسکے خدے تعالے قوم فاسق یا گمراہ  
 کو راہ نہیں دکھلاتا ہے اس مقام پر یاد دلایا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل جو کہ حالت  
 افلاس میں ہو گئے تھے چونکہ نہایت گمراہی کے راہ پر تھے خدا نے فرمایا ہو صبیح  
 علیکم الذی لہ والستکنتہ او پر انکے ذلت اور افلاس ڈالا اور بڑا یون کیوجہ سے  
 انہیں حاکم ظالم کو تسلط کیا یعنی قوم فرعون کو۔ بنی اسرائیل پر ایسا ظلم ہوتا تھا کہ  
 انہی اولاد نرینہ مار ڈالی جاتی تھی اور فرعون کے وہ لوگ غلام بنے ہوئے تھے  
 اور پریشان حال تھے۔ خدے تعالے کی سخت آزمائش ہوئی تاکہ خدا تعالیٰ کے  
 سامنے گڑگڑائیں۔ ویسا ہی ہوا تب خدے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو  
 اپنے تدبیر حکمت سے ظہور میں لایا۔ انھوں نے فرعون کے جنگل سے اسرائیلیوں  
 کو چھڑھ لایا۔ بجنسہ ہی مثال ہم لوگ مسلمانوں کے غلام بننے کی ہو رہی ہے اگرچہ  
 ویسا ظلم نہیں ہے مگر افلاس کے دفع کے ذرائع اختیار میں نہیں ہیں کہ طیب  
 طریقہ سے زر حاصل کیا جائے۔ اگر غیر قوم وغیر مذہب کے طریقوں کو کپڑا جاو  
 تو اس کے لیے قوت دماغ کے نعمت کی ضرورت ہے۔ وہ نعمت زائل ہوتی جا رہی  
 ہے۔ افلاس کا ہونا اور بڑھنا لازمی شے ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ سخت  
 آزمائش خدے تعالیٰ کی ہو رہی ہے۔ مثلاً بیان کیا جاتا ہے اس میل میں واسطے  
 مقابلہ کرنے حالت موجودہ مسلمان سے۔ جب سے آنحضرت صلعم کا قیام مدینہ میں

شروع ہوا یہودیوں کی مالی حالت کی تباہی شروع ہو گئی۔ قبل زمانہ قیام حضور عالی کے یہودی نہایت فارغ بانی کی حالت میں تھے۔ رفتہ رفتہ افلاس کی حالت میں مبتلا ہو گئے۔ یہ وقوع میں آیا جو جد دشمنی آنحضرت صلیم اور قرآن مجید کے۔ اسی کی سزا میں حقتعالیٰ نے برکت مال کو چھین لیا اور رزق کو تنگ کر دیا۔ یہودی محتاجی اور افلاس کی حالت میں مبتلا ہو گئے۔ تب یہودیوں نے آنحضرت صلیم سے شکایت کی کہ خدا کے دونوں ہاتھ بند ہو گئے ہیں یعنی خدا نبیل ہو گیا ہے۔ یہ لفظ نہایت یہودہ خدا کے تعالیٰ کی شان میں ہے۔ خدا کے تعالیٰ بخل کو برا فرمایا ہے بلکہ بخل کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔ یہ لفظ خدا کی شان میں کفر کا ہے (نمود باللہ) اب فرمان الہی کو دیکھا جائے۔ سورہ مائدہ رکوع ۹۔

یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کے دونوں ہاتھ بند ہو گئے ہیں یعنی نبیل (خدا نے کہا) یہودیوں کے ہاتھ بند ہو گئے ہیں۔ چونکہ لعنت کیے گئے ہیں رحمت الہی سے (جو) بد علی و بد گوئی کے) بلکہ دونوں ہاتھ اللہ کے کھلے ہوئے ہیں فرج کرنا رہتا ہے صبر چاہتا ہے وہ کیا ہے فردہر۔

قَالَتِ الْيَهُودُ سَاءَ اللَّهُ  
مَعْلُوكَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ  
وَلَعْنُوا بِمَا قَالُوا أَلَا  
يَذَاقُ الْعَذَابُ  
بِئْسَ كَيْفَ  
يَكْتُمُونَ

بیشک اللہ جل شانہ کے دونوں ہاتھ ہر وقت کھلے رہتے ہیں ایک ہاتھ میں قہر ہے دوسرے ہاتھ میں مہربانی۔ قہر کا ہاتھ کھولتا ہے انہی جو کہ نافرمان اور بد کردار ہیں۔ یہودیوں نے حرام کو حلال بنایا اور آنحضرت صلیم کو پیغمبر نہ مانا اسی طور انواع قسم کی ممانعت تو ریت میں درج ہے واسطے عمل کے اُس کے

مطابق نہیں کیا شیطان کے پھندے میں پھنس گئے۔ شیطانی عمل میں ظاہر بہت  
 فروغ ہے مگر آخر میں نتیجہ مصیبت کا ہوتا ہے۔ ویسا ہی یہودیوں کیلئے ظہور میں آیا  
 کہ قرآن کا لفظ خدا کا کھلا اور افلاس میں مبتلا ہو گئے۔ پھر عروج کی حالت میں ہو گئے  
 ہیں یہ بالکل اُنکے خاتمہ کی نشانی ہے۔ ہرگز کا لفظ اُنہر کھلتا ہے۔ جو قوم فرمانبردار خدا  
 ہے اور صلح ہے اپنے اعمال میں جبکہ آزمائش میں خدا کے سچے ایمان والے پائے  
 جاتے ہیں دغا باز نہیں رہتے۔ خدا نے کہا ہے (آیت) فَلَمَّا حَكَمْتَ اللَّهُ الدِّينَ  
 صَدَقُوا وَلَيَحْكُمَنَّ اللَّهُ بَيْنَهُمْ۔ خدا جاننا چاہتا ہے کون سچا اور کون دغا باز ہے  
 جب خدا کو اطمینان ہو جاتا ہے آزمائش سے تب ہر کے لفظ کو کھولتا ہے۔  
 اس زمانہ کے منہ پرے مسلمان کثرت میں بیرون کے اگر پہ زبان سے تو مون  
 ہیں مگر اعمال سے اس حد کو پہنچے ہوئے ہیں کہ بالکل فاسق اور منافق کے شمار  
 میں ہیں اور خدا نے کہا ہے لَعَنَهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهِ سَعْيُهُمْ اور لَعَنَهُ اللَّهُ سَعْيُهُمْ  
 اور ایسی ہی آزمائشیں جنی اسرائیل کی بھی کی گئی تھیں قبل زمانہ یہود کے۔ پہلے  
 ذلت و افلاس کی۔ ظاہر ہے جبکہ خاندانی مسلمان ویسی ہی حالت، تا فرمانی خدا  
 میں مشغول ہیں پھر کہاں خدا سے بھاگ کر جائیں گے۔ اسی آزمائش کی وجہ سے  
 مسلمانوں کی عقل پر بھی پردہ پڑ گیا ہے۔ عَلَيَّ صَلَواتُہُمْ بَیِّنَاتُہُمْ اَلْبَیِّنَاتُ مخالفت  
 صورتوں سے لوگ کر لے رہے ہیں تاکہ مخالفت کے کرانے سے لوگ اپنا نشانہ  
 ٹھیک بنائیں اپنے ذاتی شکار کیلئے۔ پھر کوئی بھلائی کی امید کی جاسکتی ہے  
 دست حسرت کے ملنے کا وقت ہو لَیْسَ لَکُمْ فَاوِیْہُ فَاوِیْہُ فَاوِیْہُ فَاوِیْہُ فَاوِیْہُ فَاوِیْہُ  
 الْمُسْلِمِیْنَ۔ دوڑتے ہیں فساد کی طرف اپنے آپ کی مخالفت۔ خدا فساد کو

نہیں پسند کرتا ہے۔

تنزل جسمانی۔ مصنف کو تعلق بیمار دن سے رہتا ہے۔ اسکے تنزل میں جو احساس ہو رہا ہے اسکو مختصر طور پر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ یہ حقیر اپنے بچپن اور شباب کے زمانہ کو یاد کرتا ہے اور اس زمانہ سے مقابلہ کرتا ہے۔ تو اس زمانہ کے لوگوں کے قوسے اور اس زمانہ کے لوگوں کے قوسے میں بہت فرق ہے۔ یاد نہیں آتا کہ صغریٰ یا سن ہوش میں بھی کبھی بیمار ہوا اسی طور سے اس زمانہ میں لوگوں کی حالت دیکھی جاتی تھی۔ دیہاتوں میں کوئی حکیم نہیں ہوتا تھا اور نہ اسکی ضرورت تھی۔

فی زمانہ لوگوں میں خیالات صغانی جسم و مقام کا بہت زیادہ ہے مگر ہر قسم کی مہلک بیماریوں میں بہت جلد مبتلا ہو جاتے ہیں جو کمزوری قوسے کے مضبوطی قوسے مضبوط تندرستی دیتی ہے۔ کمزوری قوسے میں بھی رفتہ رفتہ چلی آرہی ہے مضبوطی قوسے کی جانچ استعمال دوائے معلوم ہوتی ہے۔ حکما کی دوا خلقی (اصلی) حالت میں دیکھتی ہے۔ بوجہ بوسیدگی کے اسکا اثر اس زمانہ میں کم ہوتا ہے اگلے زمانہ میں یہی دوائیں بہت مفید ہوتی تھیں۔ قوسے بیماری کو دور کرتا ہے اور دوا صرف مدد دیتی ہے۔ انگریزی دوائیں جو کہ بہت قوت دار ہوتی ہیں ان دواؤں کا وزن اور تعداد دوا کی نسبت کم ہوتی تھی اور فائدہ بہت جلد حاصل ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں انکا اثر بالکل برعکس ہے اور یہ عام طور سے احساس ہو رہا ہے۔ کمزوری قوسے خرابی غذا اور پریشانی دماغ سے ہوتی ہے۔ یہ دونوں حالتیں اسوقت موجود ہیں۔ تندرستی اسلیے خراب ہوتی جا رہی ہے اسکا اثر نسل پر پڑ رہا ہے۔ بچہ کمزور ہے تو پیداوار بھی ضرور کمزور ہوگی۔ اسلیے بچوں میں بیماری کثرت سے



ہو گئی ہے اور اموات بھی بہت زیادہ ہیں۔ جبکہ بچپن جو کہ زمانہ نموکا ہی وہ زمانہ جب خراب ہے تو آئندہ زمانہ جوانی یا بڑھاپے کا ضرور کمزور ہوگا

تنزل دماغی قوت۔ قوت دماغ کو گذشتہ درقون میں انسان کے وجودی پرورش میں کیا شے ہے بیان کر دیا گیا ہے۔ الٹ کر دیکھ لیا جائے۔ قوت دماغ کی ظاہر نمائش ذہانت ہے بذریعہ ذہانت ترقی دین دنیا کی حاصل ہوتی ہے اسباب ظاہری سے ترقی کی جانچ کی جائے اس سے درجہ قوت ذہانت کا معلوم ہو جائیگا۔ سو برس قبل درمیانی و حال کے زمانہ سے مقابلہ کیا جائے۔ مسلمانوں کی تعلیم اس ملک میں غیر ملکی زبان میں ہوتی رہی برابر قبل میں زبان عربی و فارسی میں ہوتی تھی اب زبان انگریزی میں ہو رہی ہے۔ کیا ترقی علوم و فنون بمقابلہ اگلے زمانے کے کیا ہے وہ ظاہر ہو رہا ہے رفتہ رفتہ ہر پہلو کی رفتار میں تنزل پیدا ہو رہا ہے اور ہم ترقی کی راہ سے بالکل غلطہ ہوتے جا رہے ہیں اور دنیا کا ہر شفق دین کی طرف سے غافل ہو رہا جا رہا ہے۔ مقابلہ کیا جائے حال اور درمیانی اور گذشتہ زمانہ سے۔

زمانہ حال کے علوم و فنون کی ترقی پر غور کیا جائے۔ بیشک انگریزی تعلیم کی زیادتی ہو گئی ہے مرکزی تعلیم گاہوں سے (یونیورسٹی) سند یافتہ ضرور زیادہ ہو گئے ہیں۔ تعداد ایم۔ اے۔ بی۔ اے کی زیادہ ہو گئی ہے۔ مگر بہت کم لوگ ایسے ہیں کہ جنکے اوصاف دنیاوی جانچ میں نام برآوردہ پائے جاتے ہوں یہ تعلیم طوق غلامی پہناتے کی سچ کہ صرف یہ لوگ گوئے چمڑے آقاؤں کے خدمت گزار ہوں۔ جس سے اسلامی وقار غائب ہو رہے ہیں اور کسی شمار میں داخل نہیں ہیں۔ نہ انہیں دماغی دلچسپی، مادہ کی پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ نہ دنیا حاصل ہو رہی ہے۔

صرف زمانہ بزرگی کے شمار کو ختم کرتے ہیں۔ اس وقت تعلیم کا نتیجہ نوکری ہے۔  
 تعداد لوگوں کی اونچی نوکریوں میں کسی طور سے زیادہ نہیں جو کہ عیس یا جاہلیس  
 برس قبل میں تھا۔ تعداد کمی کو شمار آبادی مسلمان کی وجہ سے دیا جا رہا ہے (مصنف  
 اسکا قائل نہیں ہے۔ جو ہر قابلیت کا ہمیشہ چمک اٹھتا ہے) جو موجود ہیں انکے اسلامی  
 اوصاف سمیٹہ قابل رشک نہیں ہیں بہ نسبت حضرات ماقبل کے۔ اب نیچے  
 درجوں کی نوکری پر غور کیا جائے مثلاً نج و کلکٹر وغیرہ وغیرہ۔ ہر صوبہ میں قبل کے  
 زمانہ سے مقابلہ کیا جائے کم پائے جائینگے۔ بیشک اس زمانہ میں چھوٹی نوکریوں  
 میں تعداد زیادہ ہے مگر انکا کوئی شمار نہیں۔ اب تصنیفات پر غور کیا جاوے کہ  
 کتنے لوگوں کی تصنیفات یا تحقیقات آداب اسلامی و توارخ و فن کی وجہ سے  
 ظہور میں آئی ہیں بالکل لا معلوم تعداد میں پایا جائیگا اگرچہ چند اشخاص تصنیفات سے  
 ظہور میں آئے ہیں مگر اتنی کم ہیں کہ قریب نفی کے ہیں۔ انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ  
 فرقہ قادیانیوں نے اسلامی تصنیفات کی طرف دلچسپی لی ہے۔ مگر انکا فرقہ انہیں  
 میں ہے جیسا کہ مذکور تھا۔ لے فرمایا ہے ”نیا پکڑنے والا“ ابھی انگریزی اخبار  
 میرے ہاتھ میں آیا ہے اس میں دیکھتا ہوں کہ ڈاکٹر زوس جو قبل میں پرنسپل مدرسہ  
 کالج کلکتہ کے تھے انھوں نے نہایت افسوس سے تقریر کی ہے اس تقریر کا ترجمہ  
 ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

آج کل کے نوجوان مسلمان بالکل خواہشمند نہیں ہیں اپنے آبا و اجداد کے  
 قدم بقدم چلنے میں کہ اسلامی آداب و تہذیب و اخلاق کو حاصل کریں جو انکا موروثی  
 ذخیرہ ملکیت کا ہے۔ وجہ کیا ہے اس حصول علم سے روپیہ نہیں ملتا ہے اور انگریزی

تعلیم میں بی لے ہونے کے بعد محرم یا منشی ہونے کا وعدہ رکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں  
فخر و غرور اپنے مذہب اور قومیت کا بہت زیادہ تھا اسکو اب بالکل کھو دیا۔  
مسلمانوں کے آداب مذہب و اخلاق کو مغربی ممالک (لوگوں) بہت زیادہ  
تحقیقات میں دیکھی لے رہے ہیں اور نادرہ اٹھاتے ہیں۔

کتنے افسوس و شرم کا وقت آگیا کہ ایک غیر مذہب انگریز ہم لوگوں کی کمزوری  
و تنزلی کو دکھلاتا ہے۔ بیشک یہ موجودہ تعلیم غلام بننے کی ہو رہی ہے صرف ہوس  
دنیا کیلئے وہ بھی حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ کیا ترقی ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔

صاحبان دنیا کا خیال ہے چونکہ مسلمانوں نے بدیر انگریزی تعلیم کو پکڑا اسلئے  
بچھے پٹے ہوئے ہیں۔ یہ خیال محض غلط ہے (یہ مسئلہ جب تعلیم کی بحث آوے گی  
تو اسوقت بیان کیا جاوے گا) ایک دوست نے نمایاں کیا کہ صاحبان اہل پیشہ قانون  
نے بہت ترقی کی ہے۔ بیشک کچھ ترقی ہے۔ یہ ترقی قابل شمار

نہیں۔ ایک لاندہ کے طریقے کو پکڑا ہے چونکہ انکی صحبت اور انھیں کا دور  
دور ہے اور زر حاصل کرنے کی ہوس ہے بیشک زر حاصل کرتے ہیں جو قسمت  
میں خدے تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ اس ذریعہ رزق کا حصول ہوتا ہے۔ مگر

یہ رزق طیب نہیں ہے۔ خدے تعالیٰ کا حکم ہے رزق طیب کھائے۔ مگر کھاتا  
رَزَقُکُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَ اتَّقُوا لِلّٰہِ اَنْتُمْ وِہِ مَوْحِیْنَ۔ یہ پیشہ جھوٹ

کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنانے کو سکھلاتا ہے اور اُنکے وہ موجد ہوتے ہیں۔ تجربہ  
سے ظاہر ہوا ہے کہ اس پیشہ کی آمدنی میں برکت نہیں ہے۔ ایسا کیون ہے خیال  
کیا جائے، خدے تعالیٰ نے فساد و لواطی و جیگر دن کو ناپسند کیا ہے۔

مسلمانوں کی آپس کی لڑائی کو ناپسند کرتا ہے۔ قطع صلہ رحم پر خدے تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے تاکہ حق العباد کی حق تلفی نہ ہو۔ صاحبان قانون پیشہ اس فعل کے مدد ہوتے ہیں۔ خدے تعالیٰ نے فرمایا ہے جو شخص بُرائی کا معاون ہوتا ہے صاحبِ شور ابھی اُسی کے ساتھ مین گردانا جاتا ہے۔ بیشک اس پیشہ میں ترقی ہے۔ شیطانی عروج میں ظاہرہ نمائش بہت ہے مگر چونکہ رحمانی احکام کے خلاف پیشہ ہے اس لیے اس میں برکت نہیں ہو سکتی ایسا ہی تجربہ سے دیکھا جا رہا ہے دراصل یہ ترقی نہیں افسوس کا مقام ہے کہ نوجوان تعلیم یافتہ انہیں ترقی کو دیکھ کر اپنے اسلامی آداب کے کتب بینی سے معترض ہو گئے ہیں۔

اب علم دینیات کی طرف بحث کی جاتی ہے اس زمانہ میں کس قدر مولانا موجود ہیں نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں بھی کمی ہے حالانکہ مدرسہ تعلیم کیلئے بہت ہیں مگر کیا نتیجہ حاصل ہو رہا ہے ظہور میں نہیں ہے بیشک چند اشخاص قابلِ قدر موجود ہیں۔ مگر طوطی کی آواز نقار خانہ میں سنائی نہیں دیتی۔ بالکل جمہول ہو رہے ہیں۔ فنون و ہنر۔ فنِ حکمت خاص اسلامی فن ہے اس فن کی بنیاد کلامِ پاک سے ثابت ہوتی ہے۔

لَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ | لقمان کو علمِ حکمت دیا تحقیق شکر کرو اور اللہ تعالیٰ کا  
 اللَّهُ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ | اور شکر یہ کی بھلائی تمہارے اپنی ذات کیلئے ہوگی۔

خدے تعالیٰ کی فرمائش ہے کہ شکر کرو خدا کا۔ کیونکہ دکھ و بیماری کا ذریعہ عطا کیا گیا ہے۔ شکر یہ کیا ہے؟ وَإِذَا مَرَضْتُ مَثُورٌ لِّشِفَائِي جبکہ مریض بناتے ہیں اور ہم ہی شفا دیتے ہیں۔ بذریعہ علمِ حکمت کے اس کا شکر یہ ادا کر نیکا حکم ہے

اور جو حضرات اس نعمت کو پائے ہوئے ہیں بندگان خدا کی خدمت کرنے کا حکم ہے۔ یہی شکر یہ خدا کے تعالے کا ہے۔ یہ امر صاف ہے کہ جب سے اسلام قائم ہوا یہ علم اسکے ساتھ ہوا ہے صاحبان ممالک مغرب نے پڑائی کتابوں سے علم حکمت لیکر ترقی و ترقی سے عمل کیا۔ اور یہ ترقی تین چار سو برس سے ہو رہی ہے اس زمانہ کے قبل ہر چار طرف دنیا کے وہی طریقے استعمال میں تھے۔ جو پڑائی کتابوں میں ہیں وہ اس وقت کتب خانوں میں موجود ہیں۔ صرف فرق یہ ہوا کہ مسلمانوں نے سولے تنزیلی کے ترقی کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ مسلمانوں میں عادات عیش و عشرت و نفاست بوجہ ترقیات دنیا کے آتی گئیں اور فن حراستی اور فن دایہ کو بوجہ کثیف کام ہونے کے چھوڑ دیا ان فنون کو جاہلون نے پکڑ لیا۔ سکھانے فن دایہ کو چھوڑا بوجہ نافہمی عوام الناس کے۔ خدا کے تعالے کے حکم کو غلط سمجھا یعنی عورتوں کو حکم پڑے کا ہے۔ کہ اپنے کسی عضو کو غیر مرد کو نہ دکھائیں۔ اس خیال میں عورتوں کو پرہیز ہو گیا یہ بالکل غلط نہیں ہے خدا کے تعالے کا کوئی احکام ایسا نہیں ہے کہ اسکی پیروی میں مجبوری درپیش ہو خدا کے تعالے نے ضرورت کے وقت اجازت دی ہے کہ بوقت ہلاکی جان کے حرام کو حلال کرے۔ اللہ تعالے نے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے وَلَا تَلْبِسُوا بِأَسَدٍ بِلَبِّكَ وَلَا تَلْبَسْكَ مَتَدَا لَوْ اٰنِي جَان کو ہلاکی کی طرف۔ اسی طور سے زچہ کی زندگی مخدوش حالت میں ہوتی ہے اس غلط فہمی کی وجہ سے یہ فن دایہ غائب ہو گیا اور نہ عورتوں کو تعلیم دیکر تیار کیا یہ وجہ خاتمہ کی ہوئی۔ فن حراستی کو حکمائے اپنی بدفہمی کی وجہ سے چھوڑا۔ صرف معالجات کی طرف توجہ کی اور خود روزین کی دوا میں استعمال میں رہیں جسکے اثر

پیدا کرنے کے لیے تازگی کی ضرورت ہے وہ غیر سلطنت کے ہونے کی وجہ سے  
 نظم باقی نہ رہی علم کا کوئی تصور نہیں ہی۔ فن حکمت کی ہر زمانہ کے نسل میں تعلیم ہوتی  
 رہی۔ مگر تغیر زمانہ کے ساتھ ترقی کی کوئی فکر نہیں رہی۔ لامعلومیت کے وجود میں آگیا  
 بیشک مسلمان اس فن کی تنزلی کے تصور وار ہیں۔ بمقابلہ اگلے زمانہ کے ماہرین فن  
 کم دکھلائی دیتے ہیں۔ اب صرف کیا ہے کہ کم لیاقت کے فن ڈاکٹری حاصل کردہ  
 جنکو حاکم غیر نڈرہے غیر مکمل تعلیم دی واسطے اپنی خدمت گزاری کے وہ لوگ  
 صرف اپنا رتق اس ذریعے سے حاصل کرتے ہیں چونکہ طوق غلامی (نوکری میں پہنچنے  
 ہوئے ہیں اس لیے قدر ہے ورنہ کوئی قدر لوگوں کی نظروں میں نہ ہوتی۔ یہ اظہار  
 لوگوں کے قوت دماغ کی حد کا ہے۔ بہر حال تعلیم کسی طور کی ہو صاحب دماغ کی  
 قوت کسی طرح سے پھک کر نکلتی ہے مگر ایسا نہیں پایا جاتا۔ فن دستکاری و ہنر  
 و تجارت میں بالکل تنزلی ہے۔ جو موجود ہے وہ صرف دلال یا گماشتہ یوروپین  
 (مغربی ممالک میں) ہیں۔ کوئی انہیں اپنی ایجاد نہیں ہے۔ اب اگلے زمانہ کی  
 ترقیات پر نظر ڈالی جائے سو برس کے اندر کے زمانہ میں صاحبان قوت دماغ کے  
 کتنے لوگ تھے وہ لوگ صاحبان کمال دین و دنیا دونوں کے تھے اب کیا ہوا  
 جو ایسے دماغ کے لوگ کیون پیدا نہیں ہوتے خدا نے سورہ عمران میں فرمایا ہے  
 هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ وہی خدا تمہاری صورت بناتا ہی  
 مان کے پیٹ میں جیسا چاہتا ہے یعنی نیک بخت یا بد بخت ذہین یا کند ذہین اس  
 زمانے میں کم درجہ کے ذہانت کے لوگ ہیں۔ صاحبان دماغ پیدا ہوتے تھے  
 قبل زمانے میں ایک سے ایک بڑھکر اور ماہرین علم دین کے بہت بڑے بڑے

علماء کثرت سے ہر صوبہ کے شہروں میں ودیہات میں موجود تھے اور وہ صاحب دماغ تھے اب ویسے دماغ کے لوگ کیوں نہیں پیدا ہوتے۔

فقرا و صوفیائے کرام جا بجا مشہور و معروف تھے اب ویسے کیوں نہیں نظر آتے شاعر و صاحب ہنر کثرت سے عام نظر آتے تھے اور سلسلہ نہیں رکھتا تھا اب کیوں نہیں پیدا ہوتے ایسی چھوٹی کتاب میں نظیر دماغ کے قوت والے لوگوں کے نام کی نہیں دیجا سکتی ہے۔ اس زمانہ کے مسلمانوں میں آہستہ آہستہ نسلاً بعد نسل قوت دماغ کا خلقی طور سے بگاڑ ہوتا جا رہا ہے اور جسمانی شکل میں بھی فرق دکھائی دیتا ہے جتنے صاحبان دماغ ہیں اُنکے سر بہت بڑے ہوتے ہیں ویسے سر کے لوگ نہیں دکھائی دیتے۔ اگلے زمانے کے لوگوں میں بہت بڑے سر والے لوگ پائے جاتے تھے۔ جتنے بڑے بڑے قابل غیر مذہب میں موجود ہیں اُنکا سر دیکھا جائے تو بہت بڑا اور سڈول نظر آتا ہے ایسے سر میں قابلیت بھری ہوئی ہوتی ہے اور ویسے ہی سر کے لوگ اسلام میں پائے جاتے خدے تعالیٰ نے فرمایا ہے **يَجْعَلُ لَكُمْ اٰمَةً وَّ سَطَا يَهْدِيكُمْ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ** خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا کی تھی۔ شاید یہ عطیہ خدے تعالیٰ کا جو کہ قبل کے مسلمانوں میں تھا اسکو کم کرتا کر رہا ہے۔ یہ احساس میں آتا ہے کہ یہ تنزلی خلقی طور سے انحطاط دماغی ہے۔ خدے تعالیٰ مصور ہے رحم کے اندر اور خدے تعالیٰ ناخوش ہے اس میں بھی کمی کر رہا ہے **هُوَ الَّذِي اَخْلَقَ السَّابِغِي الْمَصْبُورِ** وہی خدا پیدا کر نیا لا اور بنانے والا صورتوں کا ہے **يَبْنِئُ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صَوْرَكُمْ** صورت بنائی تمہاری پھر اچھی شکل بنائی تمہاری۔ اب ظاہر ہو کہ شکل

یعنے سر کے قدین فرق اور دماغی قوت میں تغیر و تون سے معلوم ہوتا ہے خلقی انحطاط کی علامت ہے۔ صاحبان دنیا پرست کا خیال ہے چونکہ مسلمانوں نے انگریزی تعلیم کو بد پر شروع کیا رہا لیس برس سے تعلیم ہو رہی ہے اس لیے مقابلہ میں غیر مذہب لوگوں کے نہیں ٹھہرتے ہیں شاید ماویہ کے اصول پر درست ہو۔ مگر مسلمان مرتد مسلمین ہیں اور غیر مذہبی تعلیم نے مرض القلوب میں مبتلا کر دیا۔ اور پروردگار کی لا پرواہی و بے توجہی کے اظہار ہوئے ہیں۔ مسلمان بارہ سو برس تک بے دین لوگوں کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے ہر امر معلوم و فنون و ہنر وغیرہ میں جنکو اس زمانہ کے بڑے بڑے دماغ و سلفے لوگ دریافت نہیں کر سکتے ہیں ایسے قوت دماغ کے لوگ مسلمانوں میں تھے اب وہی مسلمان ہیں کہ مقابلہ میں نہیں ٹھہرتے کیا وجہ ہے؟ نا فرمانی خدا کی و جبکہ دماغ میں انحطاط ہے۔ یہ حالت مسلمانوں کی ہو گئی ہے جو کہ خدا کی طرف سے آزمائش ہے۔ مگر اس زمانہ کے مسلمان کہیں؟ ور ہو گئے ہیں۔ یہ کتاب موجودہ اسلامی مذہب کے پردہ تصویر کو دکھاتی ہے اور معائنہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جیسا خدا نے تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔

رگزشہ صفحہ میں فرمان درج ہیں (اُس کے مطابق ہو رہا ہے۔

اللہ تعالےٰ بیشک زبردست ہے اور اُسکی ماری سخت ہے۔ جب کسی قوم پر دوبارہ آتا ہے تو پہلے عقل ماری جاتی ہے یعنی اظہار کمزوری قوت دماغ کی ہونے لگتی ہے وہ موجود ہے اس زمانہ میں۔ اللہ جو نعمت کسی قوم کو دیتا ہے اُس میں رد و بدل نہیں کرتا ہے جب تک وہ قوم خود ہی اپنی صلاحیت کو نہ بدل ڈالے یعنی اللہ تعالےٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا ہے جب تک وہ خود نہ بدل ڈالے



اللہ جب کسی قوم پر مصیبت ڈالنا چاہتا ہے تو کوئی اُسکو مال نہیں سکتا اور نہ خدا کے سوا کوئی اُسکا مددگار ہو سکتا ہے۔

غور کیا جائے کہ ہر چار طرف دنیا کی قومیں غیر مذہب کی ہر طرح کی ترقی کر رہی ہیں۔ والا مسلمان مسلمان کسی جانب دنیا کے ترقی کی راہ پر نہیں ہیں، سولے تنزیلی کے اور خدا کے تعالیٰ منصف ہے۔ دنیا کو انصاف سے قائم رکھے ہوئے ہے فتاویٰ بنی القیظ۔ ظاہر مسلمانوں کی مصیبت زدگی تدارک ہے بوجہ انکی نافرمانی کے۔ تاکہ دماغ کی آنکھ کو کھولیں اور درستگی کی طرف توجہ ڈالیں خدا تعالیٰ نافرمانی کی سزا دنیا میں بھی دیتا ہے۔ سورہ توبہ رکوع ۱۲۔

اور تمہارے اطراف میں گنوار دیہاتی ہیں انہیں  
بہترے منافق (نا فرمان) ہیں اور بہترے دریکے  
رہنے والے پیردین مگر نفاق پر کپے منافق ہیں دریکے  
کلک اور روزہ نمازی تھے) ملے پیغمبر (یا وجود نبی ہو چکے  
نہیں جانتا ہے ہم انکو جانتے ہیں۔ عنقریب میں انکو  
چند بار سزا دیا جائیگا یعنی دنیا میں سزا پنج مصیبت  
وافلاس و ذلت کی سزا پھر عذاب قبر اور قیامت کی سزا)

وَمِمَّنْ حَوْكُكُمْ مِنَ الْآخِرَابِ  
مُتَافِتُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ  
مَوْذُوْنًا عَلَى الْيَفْسَانِ لَا تَعْلَمُهُمْ  
سُنْعِنَبَ ۖ هُمْ  
مَوْتَانِ شَمَرٍ  
يُؤْذُونَ ۖ  
عَلَّا ۖ عَظِيمٍ

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جبفون نے اپنی بدکاری سے توبہ کی اور عمل نیک کیے عجب نہیں کہ اللہ انکی توبہ کو قبول کرے۔ اس فرمان کے متعلق تاریخ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم واسطے تیاری جنگ بتوک فوج تیار کرتے تھے اور آدمی بھرتی کرتے تھے اور اُس زمانہ میں گرمی بہت سخت پڑتی تھی اور قحط بھی تھا بہترے لوگ

فوج میں داخل ہونے سے حیلہ اور بہانہ کرتے تھے اور خرپہ بچنے سے انکار کرتے تھے آنحضرت کو رحم آتا تھا اور چھوڑ دیتے تھے۔ تھوڑے دیرانی عرب کے جنگ بتوک کے کوچ میں پیچھے رہتے تھے۔ اسی زمانہ میں یہ فرمان نازل ہوا۔ انہیں سے تھوڑے لوگ فرمان کو سنکر ایسے خوف زدہ ہوئے کہ توبہ کی اور مسجد قبا کے ستون میں اپنے کو باندھ کر توبہ کرتے تھے اور یہ کہہ دیا تھا کہ جب تک خدا نے تعالےٰ توبہ کو قبول نہ کرے کھوئے نہ جاوین۔ آنحضرت بتوک سے واپس آئے تو اس حالت کو دیکھا اور سسٹنا اور فرمایا کہ ہم نہیں کھولیں گے۔ جب وہ لوگ توبہ میں بہت گڑ گڑائے اور صدمہ دیا تب خدا نے تعالےٰ کا حکم ہوا اور وہ لوگ کھول دیے گئے۔

ان احکام سے چند نصیحتیں حاصل ہوتی ہیں۔

(۱) عبادت ظاہری بالکل بیکار ہے جب تک کہ باطن ٹھیک نہ ہو یہ جانچ سے ظاہر ہوتا ہے۔ فرمانبرداری خدا و رسول کی باطن سے تعلق رکھتی ہے اور نافرمانی کرنے سے نفاق میں داخل ہوتا ہے۔ خدا نے تعالےٰ فرماتا ہے وَالْمُتَافِكُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ۔

(۲) نافرمانی کی تین سزائیں ہیں ایک دنیا میں مثلاً افلاس و مصیبت وغیرہ۔ دوسرے قبر کی سزا۔ تیسرے قیامت کی سزا۔

(۳) توبہ کرے تو پھر اس فعل کو نہ کرے مرض باطنی کو دفع کرے۔

(۴) اس وقت مسلمانوں کی حالت اُن فرمان کے معداق ہے۔ مٹھ بوسے

مسلمان دنیا میں طرح طرح کی سزا پا رہے ہیں۔ موجودہ حالت نافرمانی کی سزا ہے مگر خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اکثر لوگ اپنی اولاد و مال اور

لذت دنیا کے سببے دین کے احکام کو ضروری نہیں جانتے خدا نے کہا ہے۔

اَلَّذِيْنَ مِنْ سَعَاۤءٍ اٰیٰتِنَا مُّحْيٍۭیْنَ اَوْ لَکُمۡ لَکَہُمۡ عَذَابٌ مِّنۡ دُوْنِ الَّذِیۡنَ اَکِیۡمُوۡہِ

پس انتظار کرو اور راہ دیکھو عذاب کی اللہ سیدھا  
راہ نہیں دکھاتا ہے بدکار قوم کو۔

بقول گئے اللہ کو پس اللہ بھول گیا انکو نصیحت کرنا حق  
دہی ہیں جو کہ دائرہ سے باہر نکلے ہوئے ہیں بسبب  
برائیوں (نافرمانی) کے ایسے پر اللہ لعنت  
بھیجتا ہے۔

قلب پر غلاف پڑا ہوا ہے یعنی پردہ انہیں  
کرتے ہیں بلکہ خدا کی لعنت سے انہیں انکی نافرمانی  
کیوجہ سے۔

فَلَا یَصُوۡرُ اَحَدٌ یَّاۤتِیَ اللّٰہَ یَاۡہُرَہٗ  
وَاللّٰہُ لَا یَکْذِبُ ۚ لَیْلَۃُ الْقَاسِمِیۡنَ ۝

سَوَّاءٌ لِّلّٰہِ فَتَنِیۡمُہُمۡ ۚ اِلَیۡہِ  
الْمُتَّفِیۡتِیۡنَ ۚ ہُمُ الْفٰسِقُوۡنَ ۝  
..... کَعَتَمُہُمُ

اللہ۔ (سورہ زہرہ رکوع ۳)

تَلَوۡنَا عَلَیۡکَ مٰکِلَ تَعَتَمُہُمُ  
اللّٰہُ یَکْفُرُہِیۡمَ ۝

(سورہ بقرہ رکوع ۱)

ناظرین سے دریافت ہے کہ کیا حشر ہے اسلام کا جب کہ یہ سب علامات  
موجود ہو گئے ہیں۔ اطلاقِ عذاب دین کیا جاتا ہے کہ کتنی قومیں بوجہ نافرمانی کے  
آسمانی آفت سے ہلاک و برباد ہوئیں جنکا تذکرہ خدا نے تعالیٰ نے واسطے  
آگاہی بندوں کے کر دیا ہے۔ مختصر بیان کیا جاتا ہے کہ سات آفات آسمانی  
سات قومیں ہلاک ہوئیں۔ اب آسمانی آفات سے امت محمدی بطیفیل دعا  
آنحضرت صلعم مستثنیٰ کر دیے گئے ہیں مگر آفات زمین سے ضرور مبتلا ہو رہے ہیں  
ہیں مثلاً لڑائی ان مشرک مشرک میں۔ مشرک مسلمان میں۔ کافر مسلمان میں۔ مسلمان

مسلمان میں علیٰ ہذا القیاس۔ ماسوا اسکے شخصی و ذاتی بلایات و مصائب وغیرہ  
وغیرہ مسلمانوں میں بوجہ نافرمانی خدا کے بکثرت موجود ہو گئے ہیں یہ آفات  
بصورت عذاب ہے عَصَبِ مِّنَ اللّٰهِ۔ جاگو بھائیو۔ سورہ مومنین رکوع ۴۔

ہم نے انکو بتلایا ساتھ عذاب مصائب کے پھر بھی اپنے  
رب کی طرف مائل نہیں ہوئے اور نہ عاجزی اور  
نگریہ و زاری کی ویسے ہی رہے یہاں تک کہ جب  
اُنہر عذاب سخت (قیامت) کا دروازہ کھول دیا جائیگا  
اُسوقت اُس عذاب میں ناامید اور عاجز رہے بس ہو گئے

لَقَدْ آخَذْنَا عَصَبَ اَب  
فَمَا اسْكَنْتُمَا لِیْ تَهْمُوْا مَا یَتَذَكَّرُ لَوْ کُنْتُمْ  
اِذَا فَنَعْنَمْنَا عَلَیْهِمْ بَاۤءَا ذَا عَذَابٍ  
شَدِیْدٍ اِذَا هُمْ فِیْهِ  
مُبْلِیُّوْنَ ۝

موجودہ مصیبت کے زمانہ میں سولے اسکے کوئی علاج نہیں ہے مگر خدا کی عبادت  
ساتھ خلوص دل کے اور ساتھ اصلاح۔ خدا نے فرمایا ہے سورہ لقمان میں۔

کیا نہیں ہو چکی تلو خبر ان لوگوں کی جو کہ ناقران  
ہو گئے تھے تم سے پہلے کے لوگ پھر کھپا اُنھوں  
نے مزہ عذاب کا اپنے حل سے سب سے درجے کام کا

اَلَمْ یَاۤتِیْکُمْ نَبِیُّ الْاٰلِیْنِ کَفَرُوْۤا  
مِنْ قَبْلِ ذٰلِکَ فَقُوْا وَاٰۤیٰتِ اٰمُوْۤا  
وَاَلْہُمْ عَذَابَ

بڑا نتیجہ، اور آخرت میں اُنکے لیے عذاب شدید تیار کیا ہے

اَلِیْمٌ ۝

بھائیو کیون دین و دنیا کو کھوتے ہو اس لا پرواہی سے۔ سمجھو کہ جتنے  
مصائب تم پر ہوئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اسکا کوئی علاج نہیں  
سولے خدا کی رضا حاصل کرنے اور اپنے گناہوں کی مغفرت چاہنے کے  
پھر بیشک اللہ تو بہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

## نظر ثانی

ان مضامین کی نظر ثانی سے معلوم ہو گا کہ سراسر قصور وار مسلمان ہیں اور اس  
 تنزلی کی وجہ سے دریافت کی طرف کچھ کھوج و تلاش نہیں ہے۔ اگر یہ قصور انگریزی  
 تعلیم کے سبب ہے تو یہ وجہ ہندوستان کے لیے ہو سکتی ہے مگر دوسرے غیر مالک کے  
 مسلمانوں کیلئے کیا حیلہ ہے۔ لیکن اُمّتٌ اَجَلٌ یعنی کل امت کی موت کا وقت  
 مقرر ہے۔ مسلمانوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ مسلمان جو کہ کلمہ گو ہیں اُن کے لیے  
 دنیا و دین دونوں وابستہ کر دیے گئے ہیں۔ اس زمانہ میں لوگوں کا رجحان حصول  
 دنیا پر بالکل ہو گیا ہے۔ اور دنیا ہرگز نہیں حاصل ہو سکتی کلمہ گو کو حالت نفاق  
 میں رکھ کر۔ کلام پاک کا علم سکھاتا ہے کہ کفر و شرک میں دنیا کی لذت اور فوق البہرگی  
 حاصل ہو سکتی ہے مگر اسکے لیے دین میں کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ اسکے لیے بھڑکتی  
 ہوئی آگ میں جگہ ہے۔ دنیا کو حاصل کر سکتا ہے دین میں رکھ کر اگر رفتار اسکی  
 ساتھ حدودِ اللہ کے ہو بیٹھے جو حدیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہیں اُن حدود کے  
 مطابق چلنے پر دین و دنیا دونوں ملتا ہے وَالشَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ  
 حُدُودَ اللَّهِ صرف کلمہ گو ہو کر اور زبانی مسلمان بن کر دین اور دنیا دونوں نہیں  
 مل سکتا۔ تواریخ اسلام اسکو بتاتی ہے۔ انگریزی مثل ہے ”تاریخ دودھراتی ہو  
 تاریخ کو“ وہی بالکل ہو رہا ہے۔ نبی اسرائیل کی تاریخ بالکل مشابہ کرتی ہے  
 اس زمانہ کے مسلمانوں کی حالت کو۔ آئندہ تاریخ بیان کی جائیگی۔ خدا سے  
 تعالیٰ نے فرمایا ہے سورہ یونس رکوع ۲۔

فَتَنَّا الدَّيْنَ لَآ يَرْجُونَ  
لِقَاءَنَا فِي طَعْنِهِ هـ  
يَعْتَمِدُونَ هـ

پس چھوڑو ان لوگوں کو جو مرنے کے بعد دیندار کسی کی  
امید نہیں رکھتے دینے غرت قیامت کا نہیں ہے! انکو  
گرا ہی میں بہکن ہوا چھوڑ دو۔

حصول دنیا۔ خدا تعالیٰ نے میات دنیا کے بسر کرنے کی ہدایتیں ہر قسم کی  
دیدہ ہیں اور دنیا کی نعمتیں ہم لوگوں کے لیے بنائی گئی ہیں اور حکم ہے دنیا کے  
حاصل کرنے کا۔ فرمان۔ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعْنِهِ اپنی روزی بنانے کی راہ  
نکالیں۔ خدا کے ہاتھ میں دین و دنیا دونوں ہیں اور دونوں کو حاصل کرنے کا حکم ہے  
مگر اس قدر ممانعت ضرور ہے کہ اسی کے ہو کر بالکل نہ رہ جاؤ۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا  
ہے سورہ بقرہ رکوع ۲۶ میں۔

(۱) زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ  
الدُّنْيَا۔

کافروں کو دنیاوی زندگی اچھی دکھائی دیتی  
ہے۔

(۲) إِنَّ الدَّيْنَ لَآ يَرْجُونَ لِقَاءَنَا  
وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔

جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے ہیں۔  
دنیاوی زندگی میں خوش ہیں۔

(۳) اللَّهُ يَبْطِشُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ  
وَيَعْلَمُ دَوَاقِعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ  
إِلَّا مَتَاعٌ ط

خدا جسکا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا  
چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اور لوگ خوش ہوتے ہیں  
دنیاوی بہبودگی سے مگر دنیاوی زندگی آخرت کی  
بھلائی کے نزدیک کچھ نہیں ہے۔

اے مسلمانوں اس سے بچو تم میں بھی فی زمانہ یہی حال ہو رہا ہے کہ دنیاوی  
ترقی اور اسکی فوق البصر کی اور شان و شوکت کو معجزہ ترقی کا سمجھا جا رہا ہے

اسی کی فکر اور پریشانی میں مبتلا ہو گئے ہو دوسروں کی ترقی کو دیکھ کر شک کرتے ہو یہ بُری علامت بیماری کی ہے۔ خدے تعالیٰ نے فرمایا ہے سورہ اٰل عمران کے تیسرے رکوع میں کہ دنیا صرف دارالامتحان ہے۔ اس آزمائش کے لیے کسی کو اونچا بناتا ہے اور کسی کو نیچا کرتا ہے۔ اور خدا نے سورہ بقرہ رکوع ۲۶ میں فرمایا ہے کہ ”کیا تم گمان کیے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ انکی حالتیں جو تم سے پہلے گزر گئے ہیں ویسی ہی ہے ابھی تک تم کو تجربہ سختی کا نہیں ملا ہے انکو سختیاں اور تکلیف سجد ہو سچی اور ذلیل و خوار بھی بنائے گئے یہاں تک کہ رسول اور انکے پیرو مومنین بیاختہ پکار اُٹھے کہ مدد کب آئیگی تو خدا نے جواب دیا کہ اللہ کی مدد قریب ہے“ معلوم ہو گیا کہ دنیا گھرا امتحان کا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے۔

انوس ہے منکرون کے سخت عذاب پہ یہ وہ ہیں  
جو مقابلہ آخرت کے دنیاوی زندگی کو زیادہ پسند  
کرتے ہیں دینے دنیا کو دین پر مقدم کیے ہوئے ہیں  
اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں اس طرح کہ  
اس میں کبھی ڈھونڈتے ہیں یہی لوگ بالکل گمراہی  
میں ہیں۔

قَوْلُكَ لِكُلِّ فِرْيَانٍ مِّنْ عَدَا دِي  
شَدِيدٍ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الْحَيٰوةَ  
الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ  
عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَ تَمَآعٍ عَاجِلًا  
اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ  
بَعِيْدٍ

امتحان اسی کتاب قرآن میں ہو گا۔ عمل اُسی کے مطابق دنیا میں ہونا چاہیے  
اس زمانہ میں مسلمانوں کا بالکل حوصلہ و تہاد دنیا طلبی ہے۔ مذہب ایک چیز فضول  
سمجھا جا رہا ہے۔ اعتراضوں کی پوچھا رہا ہے۔ مگر ابھی کے خیالات بالکل بھڑے

ہوے ہیں جنکو دنیاوی کامیابی و فارغ البالی ہو رہی ہے غرور و تکبر میں بہرے ہوئے  
ہیں اور دوسروں کو رشک و حسد سے بخش بنائے ہوئے ہیں چونکہ دنیاوی زینت کے  
خواہشمند ہوئے ہیں۔ روحانی توت کی مدد کے بالکل غواہشمند نہیں ہیں ایسے لوگوں  
کیلئے خدا نے فرمایا ہے سورہ انجم رکوع ۲ میں ۔

جو لوگ میری یاد سے منہ پھرتے ہیں اور دنیاوی زندگی  
کے خواہان ہیں تو ایسے لوگوں سے پرہیز کر یہ اس  
سبب ہے کہ انکے علم کی رسائی بین تک ہے  
یعنی دنیا۔

وہ لوگ جنکو آہستہ کافین نہیں ہے انکو دنیا کی  
زینت کو اچھا اچھا بنا کر دکھایا ہے تاکہ اُنکے کام  
میں پھنسے رہیں غفلت میں ہی سب کچھ بھردہ  
لوگ حیران و پریشان و خراب پھرتے ہیں بعض  
کو وہ بھی مائل نہیں ہوتا ہے۔

جو کوئی دنیاوی زندگی اور دنیاوی زینت کی نیت  
رکھتا ہے تو ہم اُنکے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں پورا  
کر دیتے ہیں وہ بیان نقصان میں نہیں رہتا ہے مگر  
یہی لوگ ہیں جنکے لیے آخرت میں جہنم کی آگ کے  
سوا کچھ نہیں ہے جو کوئی پاس ہے ثواب دنیا کا پس  
خدا کے پاس ثواب دنیا اور آخرت دونوں کا ہے ۔

(۱) قَاغِرُضْ عَمَّنْ تَوَلَّی عَنْ ذِکْرِنا  
وَلَمْ یُذِخْ لِاِلَآءِ الْحُسْبُوۃِ اللّٰہِ نَسِیًا  
ذٰلِکَ مَسٰلِکُھُمْ مِّنْ  
الْعٰلِمِیۡہِ۔

(۲) اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤْمِنُوۡنَ  
بِاِلَآءِ حُسْبُوۃٍ رَبِّہِمْ اَلٰھُہُمْ  
اَعْمَاۤءُھُمْ  
فَہُمۡ  
یَکْفُرُوۡنَ

(۳) مَنۡ كَانَ یُرِیدُ الْحُسْبُوۃَ الدُّنْیَا وَآٰتِیَہَا  
تَوَلَّی اِلَیْھِمْ اَعْمَاۤءُھُمْ فَبَآءُ مَاۤ اَفٰیھُمَا یَجْتَنِمُوۡنَ  
اَوْ لَیْسَ الَّذِیۡنَ لَیْسَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ  
وَحَیْطَ مَا مَنَعُوۡا فِیہَا وَاِیۡطَلُّ مَا کَانُوۡا یَعْمَلُوۡنَ  
(۴) مَنۡ كَانَ یُرِیدُ ثَوَابَ اللّٰہِ فَاِنِّیۡ نَبِیُّہُ فَعِنْدَ اللّٰہِ  
ثَوَابُ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ (سورہ ہود رکوع ۲)



(۵) مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ  
يُزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ  
حَرْثَ الدُّنْيَا فَلْيَفْزِمْ مِنْهَا مَسَالَةً فِي  
الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ

جنگلی نیت آخرت کی نیت کی ہوگی تو اسکی کمیٹی میں  
ہم زیادتی کرینگے دینے آخرت کے ساتھ دنیا بھی لینگے  
اور جنگلی نیت دنیا کی کمیٹی کی ہے تو است ہم دنیا کو  
دینگے مگر آخرت میں کچھ حصہ اسکا ہوگا۔

مسلمانوں کیلئے لازمی و کلیہ ہے کہ دین و دنیا دونوں کی ترقی کا حوصلہ رکھیں  
اور انکی کوشش میں رہیں۔ مسلمانوں کے خواہشات یورپین کی دنیاوی ترقی  
کی طرف ہو رہے ہیں انکی روش پر چلنے کو مائل ہو رہے ہیں۔ انکی ترقیات کے علم کو  
ضرور حاصل کریں اس سے خدا کو پہچانتا ہے۔ مگر دین میں انکی روش پر نہ چلیں  
انکے بُرے اخلاق کو نہ سیکھیں۔ حصول دنیا میں انکی تتبع کریں۔

آنحضرت صلعم نے بھی غیر مذہب کی اتباع کی تھی جنک نفاق میں۔ خندق  
کا طریقہ لڑائی ایران کا تھا اور حضور عالی نے بھی اُسکے مطابق کیا۔ ماسوا اسکے  
ایک بار ایک صاحب اپنی پگڑی کا فرکی طرح باندھ کر حاضر ہوئے حضور نے منع کیا  
اور فرمایا کہ کافروں کے شمار میں آجاؤ گے۔ کافروں سے بہت نفرت تھی۔

دوسرے شخص پگڑی مثل مشرک کے باندھ کر آئے اسین کوئی مضائقہ نہیں ہے  
یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے بلکہ خود بھی مثل یہودی کے کہیں پگڑی باندھ لیا کرتے  
تھے۔ (واقعی)

مسلمان یورپین ترقیات کے تتبع ہوں اور اُسکے لیے کوشش کریں۔ مگر صرف  
فرق یہ رکھا جائے کہ یورپین قوت مادیت کا حوالہ دیتے ہیں۔ مسلمان کو لازم ہی  
کہ قوت ربانی کے طفیل سے اور ساتھ اپنی کوشش کے موصول کرے اسکے لیے

ضرورت ہے کہ جو قانون ربانی بتائے اُسکی راہ چلے جب ہی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ جن حضرات میں ترقی ہے وہ باطن سے بھی ویسے ہو گئے ہیں۔ اس کتاب نے تشخیص و حشر کے علامات کو ناظرین کے سامنے پیش کر دیا اور حالت مرض کی معلوم ہو گئی اب کیا نتیجہ ہونے والا ہے ظاہر کیا جاتا ہے۔

حشر کے معنی آئندہ کے حالات کی انتہا۔ اور آئندہ کے ہونے والے کو قبل از وقت بیان کرنا یہ غیبی قوت سے تعلق رکھتا ہے یہ قوت صرف خدا تعالیٰ کو حاصل ہی کسی نبی کو بھی یہ قوت نہیں عطا کی گئی۔ اسلئے کسی شخص کی مجال نہیں ہو سکتی ہے کہ آئینوں کے واسطے کو بیان کرے۔ مگر ظاہر حالت سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے سورہ نسا رکوع ۲ میں فرمایا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا ذَٰلِکَ سَیِّئًا لَّکُمْ یَعْنِیْ جاپتے ہیں پس تحقیق کہ بکڑی کہ اُسکے درمیان میں نئی راہ (یعنی ایک نیا مذہب درمیان کفر اور اسلام کے نکالیں) خدا تعالیٰ نے حالت کو ظاہر کر دیا اس حکم سے۔ پیشہ در۔ جو کہ صحت بیماری کا پیشہ کرتا ہے وہ علامات اور عضو کے حد ماؤفیت کے ساتھ پیشینگوئی انتہا کی کر سکتا ہے۔ ہوس دنیا نے اسلام کو نہایت متدی و کہنہ بیماری میں اُسکے پیروں نے مبتلا کر دیا ہے۔ بیماری کہنہ ہوتی جا رہی ہے بغیر اصلاح کے دفعیہ بیماری مشکل ہی۔ دوسری نسل تک صرف نام اسلام کا رہ جائیگا کارگزاری زیادہ مادیت یعنی دنیا پرستی کی ہو جائیگی مگر ایسا نہوگا کہ جیسا قبل زمانہ اسلام کے یعنی بالکل بت پرستی یا خدا کا بیٹا قائم کر لینا۔ اسکا محافظ قرآن مجید ہے۔ مگر جو تو تین صرف خدا کیلئے خاص کی گئی ہیں اُس میں شریک بنادینگے بوجہ رجحان مادیت کے۔

مذہب یا عبادت بصورت پرستش کے ہو جائیگی یعنی بزرگوں کے ناموں کی پرستش ہوگی۔ مثلاً مادیت بزرگان دین کی قبر پرستی پیر پرستی زیادہ ہو جائیگی اور قرآن مجید بھی کتاب پرستش کی ہو جائیگی (جیسا کہ مذہب سکھ کر رہے ہیں) انواع قسم کی اخلاقی بیہودگیان جنکو اسلام نے منع کیا ہے عام طور پر مروج ہو جائیگا۔ جبکہ دل میں اصلی درد اسلام ہی انکو لازم ہے کہ غافل نہوں اپنے فرض منصبی کو ادا کرتے رہیں یعنی علاج کی طرف کوشش کریں۔

خدا کے تعالے نے دنیا کو بنایا ہم لوگوں کیلئے اور خدا روزی دینے کا ذمہ دار ہے مگر آسمان سے نہیں گرا دیتا ہے۔ اسکا حکم ہے تلاش کر کے حاصل کر دو۔ ہم لوگوں کے سرور از پیغمبر صلعم نے دین و دنیا دونوں کے اعمال کو کر کے دکھلایا اور سکھلایا۔ (دیکھو سوانح عمری باب دوم) حضور عالی نے اپنی زندگی میں ہر قسم کی دنیاوی زندگی گزاری امارت۔ تجارت۔ زراعت۔ سلطنت۔ بلاغت۔ عدالت۔ سپہ سالاری۔ فقر۔ فاقہ عاجزی و انکساری ایسی زندگی کسی کو حاصل نہیں ہوتی کہ ہر قسم کی زندگی کا نمونہ بنے ہوئے تھے ہی بہت بڑا معجزہ خدا کے تعالے نے عنایت کیا تھا آخری حصہ دنیا کیلئے۔ خدا کو معلوم تھا کہ رنگ دنیا کا کیسا کیسا ہو گا اسی کے مطابق پیغمبر کہ دین و دنیا دونوں کو سکھائے اور یہی معجزہ قرآن کا بھی ہے دونوں قسم کی زندگی کو سکھاتا ہے۔ ہم مسلمانوں کو لازم ہے اور ضروری ہے کہ انہیں دو تعلیم کے مطابق اپنا عملدرآمد رکھیں۔

خدا نے ہر کوئی مشکل دین نہیں دیا ہے بلکہ بہت آسان ہے صرف خیال سے پابند ہونے کی ضرورت ہے اسلئے استقلال اور ضبط کارکن ضروری ہے اسی سے

خدا راضی ہوتا ہے اور یہی ذریعہ بھلائی دین و دنیا کا ہے اللہ الفاعل علی کل نفس یمتا  
 کسبک اللہ دنیا و دین کو قائم کیے ہوئے ہے کل لوگوں کے اپنے اپنے اعمال و افعال سے  
 جیسا اعمال ہو ویسا پاتے ہیں۔ اس زمانہ میں امت محمدی حصول زینت دنیا کی فکر میں  
 یا مشغولیت میں محو ہوئے ہیں اور شیطان کے مطیع ہو گئے ہیں۔ سورہ انفال رکوع ۲۔  
 شیطان نے خدا سے کہا جیسا تو نے ذلیل کیا ہے میں بھی تیرے بندوں کی تاک میں  
 بیٹھوں گا یہی راہ (اسلام) سے ہکانے کو اور انکے آگے پیچھے دابھنے بائیں ہونگا انھیں  
 اکثر کو شکر گزار نہ پائیگا۔ مطلب: آگے ہونگا یعنی قیامت و بہشت و دوزخ کو  
 بھلا دنگا پیچھے سے یعنی دنیا کو انکی آنکھوں میں آراستہ دکھاؤنگا۔ دابھنے۔ یعنی جو  
 بندے تیری نعمت پائے ہوئے ہوں گے انکو مغرور بناؤنگا۔ بائیں۔ یعنی برے کاموں  
 کو انکے دل میں شیریں بناؤنگا۔ ان اعمال سے تیرے بندوں کو نکما بناؤنگا یعنی  
 فاسق ہونگے۔

ناظرین کے دماغ میں غالباً خیال پیدا ہو گا یہ صدی کا زمانہ دیا ہی ہے جیسا کہ قبل  
 نبوت آنحضرت صلعم کے عرب میں ظہور میں آیا تھا۔

## علاج امراض باطنی

انتہائے عارفہ کو دیکھ کر مایوسی کا مایابی میں ضرور ہے۔ مگر رحمت باری تعالیٰ سے  
 ناامید نہ ہونا چاہیے کا فرنا امید ہوتے ہیں۔ ابھی مسلمان اس حد کو نہیں پہنچے ہیں  
 علاج کی طرف کوشش کی جائے۔ علاج کو خدا سے تعالیٰ نے بتا دیا ہے۔ سورہ  
 یونس رکوع ۶ میں ہے۔

لے لوگو تمہارے پاس رب کی طرف سے نصیحت آئی  
ہے (قرآن) جو کہ تمہارے مرض باطنی کیلئے علاج و  
شفاء ہے۔ اور مومنوں کیلئے باعث ہدایت و رحمت ہے  
(کدو سے ٹھنڈا) یہ قرآن مجید اللہ کا فضل اور اسکی  
رحمت مومنوں کیلئے ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ شَوْءٌ  
مِّنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا  
فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ  
لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ قُلْ يَفْعَلُ اللَّهُ  
بِرَحْمَتِهِ ۝

اس فرمان الہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے امراض باطنی کے لیے  
نسخہ دیدیا ہے۔ اسکے استعمال سے شفا حاصل ہوتی ہے علاج کی کامیابی کے لیے  
شرط کی ضرورت ہے۔ ایک توجہ مریض کی دوسرے علاج کی ہدایت کے مطابق پروا  
کرنا۔ معالج چند ہدایتیں دیتا ہے۔ ایک دفعیہ کسافت (یعنی توجہ واستغفار) دوسرے  
پہلیز منیات سے۔ تیسرے استعمال نسخہ یعنی دوا کا اپنے وقت پر۔ چوتھے تدریجی  
انگریزی مین جسے زنگ کہتے ہیں یا تیمارداری۔

خدا نے تمہارے لیے جو نسخہ اعراب کو دیا سورہ حجرات رکوع ۲ میں ہے رگدشتہ  
ورقونین یہ نسخہ لکھا گیا ہے (اس زمانہ کی بیماری کیلئے بہترین نسخہ ہے۔ یہ خوب  
ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جب تک بیماری کی کسافت کو دور نہ کریں اور پہلیز  
نہ کیجیے کوئی علاج مفید نہ ہوگا۔ حکیم کسافت کو دفع کرنے کیلئے جلاب دیتے ہیں۔

دفعیہ کسافت (توجہ واستغفار) یہ کیا ہے خدا کے سامنے اپنے گزشتہ برے  
اعمال کی معافی مانگنا اور توجہ کرنا آئندہ کیلئے۔ اسکے لیے خدا نے دروازہ  
کھول رکھا ہے۔ یہ دروازہ بند ہو جاتا ہے اسکے لیے جو شخص وقت مرگ درخواست  
کرتا ہے۔ کتابون مین دیکھا گیا ہے کہ ایک سو بیس برس قبل وقوعہ قیامت کے یہ دروازہ

بند ہو جائیگا اور اللہ اعلم (اس بیان کے مصنف ذمہ دار ہیں) قیامت (چانک جائیگی)  
 مہر حال توبہ زبان سے بولنا اور اعمال مختلف۔ یہ بالکل مفید تین زبان اور اعمال  
 دونوں ایک ہونے چاہئیں۔ یعنی اپنی اصلاح کرے اسی کو خدا تعالیٰ نے  
 فرمایا ہے۔ تَابُوا وَاصْلَحُوا وَلَبَّيْنَاكَ اَوْ لَدَيْكَ اَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ  
 الَّذِي يُمْرُ توبہ کر لین اور اصلاح کر لین اور حق کو ظاہر کر دین۔ پس ایسے لوگوں پر  
 ہم متوجہ ہو جاتے ہیں۔ ہم بہت مہربان توبہ قبول کر نیوالے ہیں۔ توبہ ایسی ہوئے  
 کہ جس فعل کو وہ کرتا ہے اُس فعل سے اُسکو نفرت ہو جائے۔ اسی کو توبہ خالص کہتے  
 ہیں۔ بعد اُسکے اپنے وقتی ضرر کا خیال نہ کرے۔ خدا کے خوف کو اور حکم کو اُسپر مقدم  
 سمجھے۔ مثلاً سود خوار ہے۔ سود کے نہ لینے سے اُسکا ظاہر نقصان ہے مگر خدا کے خوف  
 اور حکم کے سبب نقصان کو گوارا کرتا ہے اسی کو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى  
 اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا  
 عوام الناس میں غلط فہمی بہت زیادہ ہو رہی ہے بابت قبول دعا و استغفار کے  
 یہ کتاب مسئلہ کو حل نہیں کرتی ہے یہ فرائض علماء دین کا ہے۔ خدا تعالیٰ  
 نے فرمایا ہے۔

تحقیق جس کسی نے گناہ یا بُرائی کی جہالت سے یا  
 نادانیت سے پھر توبہ کی بعد اس کے اصلاح کی یعنی  
 اُن بُرائیوں کو چھوڑ دیا تب خدا تعالیٰ مہربان  
 بخشش کر نیوالا ہے۔

مِنْكُمْ سَوْعَرَةٌ يُجَاهِلُونَ  
 تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ سَائِرُ  
 عَمَلُوهُ  
 الرَّحِيمُ

بیان پر مسلک عمل کرنے کا ہے کہ جو بُرائی جہالت اور نادانیت سے ہوتی ہے پھر اسکو نہیں کرتا ہے تب اسکو خدا سے تعاف ملے گا۔ اس زمانہ میں جتنی بُرائیاں ہو رہی ہیں وہ واقفیت سے ہوتی ہیں۔ یعنی خدا سے ڈھیٹ بنکر بُرائی کرتا ہے تو یہ بھی کرتا ہے اور استغفار بھی مگر افعال بد کو چھوڑتا نہیں کرتا چلا جاتا ہے ایسی تو بہ اور استغفار بیکار ہے۔ زمانہ کے عام خیال کے مطابق اکثر یہی خیال دل میں پیدا ہوتا ہے کہ جب ضعیفی آدگی تب تو بہ کر لینگے۔ ابھی اپنے خواہشات کے غلام بنے ہیں یہاں تک کہ اپنا تکلیف موت آجاتی ہے اور مرتے وقت تو بہ نصیب نہیں ہوتی۔ سورہ نسا رکوع ۳ میں ہے۔

پس تحقیق کہ خدا نہیں قبول کرتا تو بہ جو جان کر بُرائی کرے مگر جو شخص بُرائی کرتا ہے نادانیت سے پھر تو بہ کر لیتا ہے اور اسکے قریب نہیں جاتا ہے (ایسی حرکت مرد نہیں ہوگی) پھر تو بہ کو قبول کر لیتا اور اسکی۔

(۱) اِنَّ التَّوْبَةَ عِنْدَ اللّٰهِ لَیْلٰی  
یَعْمَلُونَ السُّوْءَ بِحَسْبِ الْاَلِیْمُوْنَ  
مِنْ قَبْلِیْ فَاَوْکُمْ  
یَتُوْبُ اللّٰهُ  
عَلِیْہِمْ

دوسری آیت اسی سورہ کی۔

اور ایسے کسی کو تو بہ قبول نہیں ہوتی جو کہ بُرائی کو یہ جانتے ہیں کہ موت ملنے آگئی (یعنی مرتے دم تک بُست کام کو نہ چھوڑا) مرتے کے وقت تو بہ قبول نہیں ہوتی ایسے ہی لوگ کافر مرتے ہیں۔

(۲) وَلَیْسَتْ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْ  
یَعْمَلُونَ السَّیِّئَاتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ  
اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالِ (۱) رَبِّیْ  
اَنْزِلْ عَلٰی سُلٰطٰنٍ  
وَّہُمْ کٰفِرٌ

سورہ توبہ رکوع ۱- میں ہے۔

(۳) قُلْ اِنْ تَحِبُّوْا صَلاٰتَکُمْ فَاٰتُوْا حَتٰی تَخْرُجُوْا مِنْ الْمَسٰجِدِ وَ  
اِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاَعْلَمُوْا اِنَّکُمْ  
عِنْدَ الْمُحْضِی  
اللہ

پس تحقیق کہ اگر توبہ کی تم نے بُرائیوں سے۔ پس بہتر  
ہے تمہارے لیے اور اگر لاپرواہی کی تم نے توبہ سے  
اور بُرائیوں کو نہ چھوڑا پس تحقیق کہ تم عاجز نہ کر دے  
خدا کو۔

سورہ فرقان رکوع ۵ قرآن میں دیکھا جائے توبہ و استغفار کا فائدہ بہت زیادہ  
ہے خدا نے فائدہ کو بتا دیا ہے سورہ ہود میں۔

اپنے رب بخشش مانگو کہ تمہارے گناہ گزرے  
ہوے بخشدے پھر توبہ کرو طرہ اسکے گناہ  
نہ ہوئے) تو اللہ تم کو بہت اچھی طرح رکھیکا اور  
اپنا فضل زیادہ تمہارے اوپر بڑھا دینگا یعنی دین  
دنیا دونوں اچھا ہوگا۔

اَسْتَغْفِرُكَ وَارْتَبِکُمْ شَرُّ تَوْبَةٍ  
اَلَيْکَ مَتَّعْتُکُمْ مَّتًّٰی حَسَنًا  
اِنِّیْ اَجَلٌ مُّسَدَّدٌ وَّ یُوْتِی کُلَّ  
ذِی فَضْلٍ  
فَضْلَکَ

اس زمانہ کے ہندوستانی مسلمانوں میں ہر قسم کی بُرائیاں آگئی ہیں اور انکو ہنر بھکر  
کرتے ہیں۔ یہ کافت قلب میں ایسی بھد ہو گئی ہے کہ اُسکے دور کرنے کیلئے بہت  
زمانہ چاہیے۔ مگر صبر، استقلال و ثابت قدمی کے ساتھ عمل کیے جاویں تو ضرور  
کامیابی ہوگی۔ مگر بغیر دور کیے ہوئے گندگی کے عمل مفید نہوگا۔ یہ بالکل دیا ہی  
ہے کہ اگر مریض کا پیٹ خراب ہے اور انجین مادہ جمع ہے جب تک مادہ کو دفع  
نہ کر لیا جائے تب تک دوا مفید نہیں ہوتی۔ اس زمانہ کے مسلمانوں کی عبادتوں  
کو ویسی ہی سمجھا جائے جیسا کہ خدا نے تعالیٰ نے مثال میں دیا ہے۔



مثال خدا۔ باران رحمت کے ذریعہ سے خشک و درمردہ زمین میں تازہ درخت  
 اگاتا ہے۔ مگر باران رحمت کا اثر تمام زمین پر یکساں نہیں ہوتا ہے۔ یعنی زمین  
 اچھی ہے تو اچھین پیداوار اچھی ہوتی ہے۔ اگر زمین خراب یعنی کنکریں بھری ہوئی  
 ہے تو اچھین پیداوار نہیں ہوتی ہے۔ بہتر سے لوگوں کی عبادتوں کو اسی طرح پر  
 خیال کیا جائے۔ قرآن مجید سے مومن و مشرک و فاسق کو یکساں فائدہ نہیں پہنچتا  
 جو شخص باطنی بیماری سے پاک ہے (گندگی نہیں ہے) اُسکے لیے یہ نسخہ قرآن مجید  
 کا تیر بہدت ہوتا ہے۔ باوجود گندگی کے بھی اگر نسخہ کی دوا ہوشیاری سے  
 استعمال کی جائے تب بھی گندگی کی جڑ کو اُکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ یعنی اُس سر  
 زمین سے کنکڑ اُکھاڑ کر پھینک دینے سے اُس زمین میں پیداوار اچھی کر دیتا ہی  
 کنکریں زمین کے میدان صوبہ متحدہ میں کثرت سے پائے جاتے ہیں جو اکثر ہر نوعی  
 چراگاہ ہوتے ہیں اور شکاریوں کیلئے بہترین شکار گاہ ہیں۔ اُسی طور سے زنگ  
 (کنکر) بیٹھا ہوا قلب (کھیت) پر انسان کے شیطان کی کھیتی بنی ہوئی ہے اور بُرا  
 عمل کا شکار گاہ ہے۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کے کوئی صفحہ اور کوئی ورق  
 کو خالی نہیں رکھا ہے دوا احکام سے جو کہ گزشتہ ورقوں میں بیان کیا گیا ہے یعنی  
 تَقْوَىٰ لِقَائِ الْكَوْبِ وَ عَمَلُوا الصَّالِحَاتِ یہ احکام لایہدی و ضروری ہیں اسی لیے تاکید  
 ہر صفحہ میں درج کیا گیا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے سورہ اعلیٰ میں جسکو  
 مسلمان کہیں سے پڑھتے ہیں اور نماز میں بھی برابر پڑھا کرتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں  
 کرتے ہیں فَذَٰلِكَ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَ ذَٰلِكَ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ۔ بیشک فلاح ہی  
 اُسکو جس نے گندگی کو دور کیا اپنے قلب سے اور عبادت کی اپنے پروردگار کی صدق

دل سے۔ یہ صاف ظاہر حکم ہی مگر عمل نہیں ہو سکی کیا وجہ ہے کہ دنیا کے لالچ کی قوت اس قدر زبردست ہے کہ غیبی ہندو کی پرواہ نہیں ہے۔ خدا نے فرمایا ہے سورہ شوریٰ رکوع ۴ میں۔

الَّذِينَ يَخْتَرِبُونَ كِبَارًا كَلَامًا ثُمَّ  
وَلَا نُفَوِّحُ بِهِمْ  
وہ لوگ جو پرہیز کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں گناہ کبیرہ سے اور بُرے اعمال سے۔

اس زمانہ میں بُرائیوں سے پرہیز نہیں ہوتا ہے چونکہ شیطانی تعلق کا سامنا بہت زیادہ ہے۔

چونکہ ہمیز پرہیز واسطے دفعیہ بیماری کے لازم و ملزوم چیز ہے بغیر اسکے کوئی دوا فائدہ مند نہیں ہو سکتی ہے۔ خدا نے بہت آسان پرہیز بتایا ہے۔ وَاقْفُوا الْمَقْوَبَاتِ  
مِنْ عَمَلِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْكُمْ  
اچھا۔ اس ملک میں تین قسم کا علاج ہے اور ہر علاج میں پرہیز علیحدہ علیحدہ ہے اس کے اصول کا بیان اور سفارش کی جاتی ہے۔

(۱) ویدک علاج کا پرہیز ہے کہ قطعی ممانعت ہر غذا سے کی جاتی ہے قریباً فاقہ ہے۔ ایسے پرہیز سے فاقہ ہوتا ہے۔ اس پرہیز کو جوگی کہتے ہیں یا راہب کہتے ہیں یعنی سب نعمتوں سے علیحدہ رہنا۔ رہبانیت کو خدا نے منع کیا ہے۔ مسلمانوں کیلئے بالکل بیکار ہے۔

(۲) حکما کے علاج میں پرہیز ہے کہ بتنی غذا لذت کی ہوتی ہے اس کو موقوف کر دیتے ہیں۔ صرف ایسی غذا دیتے ہیں کہ جس سے زندگی قائم ہے۔ اس پرہیز کو اہل تصوف کہتے ہیں یعنی دنیا سے علیحدہ اس قدر نہیں کہ رہبانیت کے درجہ میں آجائے۔

صرف اللہ قدر و نیات سے تعان رکھتے ہیں کہ خدا کی ممانعت سے بچے رہیں۔ یہی اولیاء اللہ  
ہیں جنکے بارے میں خدا نے تعالےٰ نے فرمایا ہے سورہ یونس رکوع ۷ میں۔

اَلَا اِنَّ اَكْبَرُ سَاءِ اَللّٰهِ لَا تَخَوُّنَ

آگاہ ہوا اولیاء اللہ کو کچھ خوف و غم نہ ہوگا قیامت

کے دن۔

عَلَيْهِمْ سَوَاءٌ مَا تُخَوِّفُونَ

یہ اہل بیت و درجہ بہ خدا تعالےٰ اپنے ہر بندہ سے ایسی امید نہیں کرتا۔ خدا  
تعالےٰ نے انہیں و عیالین دی ہیں اور انکے لیے حکم حاصل کرنے کا ہے مگر ساتھ پرہیز  
کے ساتھ۔ اگر اس کام ضروری چیز ہے (یعنی شریعت) اس کے لیے طریقہ انگریزی علاج  
کیجئے۔ اگر نہیں ہے حاصل ہوتا ہے اس پرہیز میں قوت کو قائم رکھنے کا خیال رہتا ہے۔  
(۳) انگریزی علاج میں پرہیز اس قدر ہے کہ جو اشیاء بیماری کیلئے مضر ہیں اُن سے  
پرہیز کرے۔ اس علاج میں قوت کا خیال زیادہ رکھا جاتا ہے۔ اسی لیے سخت پرہیز  
کی نامائش نہیں کی جاتی۔ غذائیں وہ کہ جو نقصان دہ ہیں اُن سے پرہیز رکھ کر کل غذاؤں کا  
استعمال ہے۔ یعنی تنہا شریعت میں جو کہ نہایت مختصر ہوئے ہیں اُن سے پرہیز کیا  
جاتا ہے۔ دین میں توازن رہیگا اور اس پرہیز سے دین و دنیا دونوں ماحصل ہوتے ہیں۔  
مصنف ڈاکٹر ہے اور انگریزی دواؤں سے علاج کرتا ہے اسی لیے اسی پرہیز کی فہم  
کرتا ہے۔ اسی پرہیز کو اگلے زمانے کے لوگ یعنی ابتدائے زمانہ اسلام سے لیکر ایک  
ہزار برس پھر تک کرتے رہے وہی لوگ فائدہ مند ہوتے رہے اور خدا تعالیٰ انکی  
طرف متوجہ رہا۔ انکے مشکلات کو آسان کرتا رہا۔ اور ہر قسم کی امداد کرتا رہا۔ اُن لوگوں کی  
نعمت و تقدیر کو عام طور پر حسب خواہش بناتا رہا۔ یہی ترقی کے وجوہات ہیں۔ یہاں تک  
ہو کہ ہر پہلو طرف دنیا کے روشنی اسلام چمکتی رہی۔ سوال ہے کہ اب کیوں فرق آگیا

بادجو دیکھ علم و تصانیف واسطے حصول علم دین کے کثرت سے موجود ہیں باعتبار اسکے  
زمانوں کے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ اگلے زمانوں کے لوگوں کا قلب بالکل صاف تھا  
انہیں گنگی نہیں تھی یہ انکے سچائی قلب کی ثمرات تھیں۔ کئی علم و تصانیف و صحبت  
غیر مسلم موجود تھی مگر اپنے انتقاد میں نہایت بختہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں  
ہر قسم کے مذہب کے لوگ موجود تھے اور انکی صحبت نہ ہوتی تھی۔ مگر اسلام نے ہر قسم کے  
قوت لوگوں کے دلوں میں ایسی مضبوط تھی کہ غیر یہ سب کے صحبت کا اثر پیدا نہ ہو سکا۔  
پاک تھا اور اسی کو خدائے تعالیٰ نے پسند کیا یہی تقویٰ لفظ عرب میں ہے۔  
خدائے تعالیٰ ان لوگوں پر مہربان تھا۔ نہ انکے قسامے سے نہ فرمایا مسلمان اور کافر کا فرق۔  
رکوع ۵۰

لے دو جو ایمان دے ہو اگر پھر میرا نہ ہو تو میرے دربار سے  
اٹھ کے بیٹھ متفرق کر دیا میں اور بالکل بین اعتبار  
بنادیا دین اور دنیا میں اور میرے کچھ بڑائی کو تو کچھ  
فرض سے اور بھٹکا تم کو۔ اثر بڑے فضل والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا  
مَنْ يَبْتَغِي كُمُ فَوَسَاوَا يَسْتَفْزِعُكُمْ  
بَيْنَ يَدَيْكُمْ وَيَعْقِدُ كُمُ وَاللَّهُ وَذُو  
الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

یہ فرمان الہی حتمی ہے اس سے غافل ہوا کہ ایسے ہی دل اگلے زمانہ کے لوگ  
رکھتے تھے۔ یہ برکت قرآن مجید کے عمل سے حاصل تھی۔ اس زمانے کے مسلمانوں  
میں عمل قرآن بالکل غائب ہے۔ خدا کی طرف سے بالکل لا پرواہی ہے۔ خدا بھی لا پرواہ  
ہو گیا۔ نتیجہ عام بد بختی۔ رنج و غم و مشکلات میں مبتلا تاکہ بیدار ہو۔ گھبرانے کا وقت نہیں  
ہے بلکہ شکر بخدا بجا لائے کا وقت ہے۔ خدائے تعالیٰ نے بہت سی نعمتیں عطا کی  
ہیں۔ اگر بھلائی منظور ہے مسلمان ان کو تپ نہ رو رہا ہو جانا چاہیے۔ بد بختی کی

دور کرنا چاہتے ہیں۔ تاریخ بنی اسرائیل کی امت محمدی کے ساتھ دوہرا رہی ہے۔  
مختصر تواریخ بنی اسرائیل کی درج کی جاتی ہے اسلئے تاکہ پڑھنے والوں کو  
واقفیت ہو اور ثابت کرے گا دلائل تنزیل کو۔

## تواریخ بنی اسرائیل

امید کی جاتی ہے کہ بنی اسرائیل کی مہتی سے پڑھنے والے واقف ہونگے۔  
ناواقفیت کیلئے مختصر کیفیت درج کی جاتی ہے۔ اس قوم کی موجودگی حضرت یعقوب  
علیہ السلام جبکا دوسرا نام اسرائیل تھا یہ پوتے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ہیں۔ حضرت  
یعقوب کے بارہ بیٹے تھے ایک بیٹے کا نام حضرت یوسف علیہ السلام تھا۔ مصر کی  
بادشاہت ملی حضرت یوسف اور کل خاندان کے لوگوں نے مصر میں قیام کیا۔  
بارہ سو بیٹے کے مصری لوگ پیرو ہو گئے جسکی وجہ سے بارہ فرسے بنی اسرائیل کے  
بن گئے۔ فرقہ بندیوں کی وجہ سے کمزوری ایمان میں آتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مذہب کی  
قوم یعنی فرعونین کو عروج ہو گیا یہاں تک کہ خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور بنی اسرائیل  
مقتل حالت میں ہو گئے۔ یہ حالت تشابہ کرتی جاتی ہے اسوقت کے مسلمانوں کے  
فرقہ بندیوں سے ایسوجبکہ اسلام میں بھی کمزوری آگئی۔ غیر مذہب کی قوم کا تسلط ہو گیا  
یہ بنی اسرائیل فرعونی قوم کے غلام ہو گئے تھے ویسے ہی ہم لوگ بھی غلام بن گئے  
اور فرعون کے نائب میں مبتلا ہو گئے۔ صرف فرقہ یہ ہو کہ اولاد زینہ بنی اسرائیل کی  
بویہ بنی اسرائیل اور بنی اسرائیل کے۔ بنی اسرائیل لاچار و بیکس تھے  
اسی طرح ہم لوگوں کی۔ بنی اسرائیل کے۔ بنی اسرائیل کے۔ بنی اسرائیل کے۔

اور جس سے جسمانی قوت زندگانی غائب ہوتی جا رہی ہے جو کہ دماغی اذیت ہو  
یہی آزمائشِ خدا ہے۔ فرعون کو خدا نے خوب ڈھیل دی کہ فرعون زیادہ ظلم کرے  
تاکہ بنی اسرائیل خدا کے سامنے زیادہ عاجزی کریں۔ خدا نے تعالےٰ بڑا حکمت  
والا ہے۔ انھیں بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا اور قوم فرعون  
غرق اور تباہ ہو گئی اور بنی اسرائیل کو بادشاہت مصر و شام کی ملی۔ خدا نے وعدہ  
کیا تھا دو سلطنت دینے کو اس وعدہ کو ایفا کیا۔ قبل یا قننی بادشاہت کے بنی اسرائیل  
کی بڑی بڑی سخت آزمائشیں کی گئیں یہ چھوٹی کتاب ہے تاریخ لکھنے کیلئے کافی نہیں ہے  
بعد وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدت تک بنی اسرائیل اچھے رہے  
وقت بادشاہت کے انکی نیت گھڑی مرض القلوب میں مبتلا ہوئے ہر قسم کی  
برائیوں اور نافرمانیوں کے مرتکب ہونے لگے۔ پھر خدا نے تعالےٰ نے انہر ایک  
ظالم کافر بادشاہ جسکا نام جالوت تھا بادشاہ بنادیا۔ اُسے بنی اسرائیل کو لوٹا  
مارا نکال دیا۔ وہاں سے بھاگ کر بیت المقدس میں پناہ لی اس زمانہ میں حضرت  
اشموئیل علیہ السلام بھی پرتھے۔ بنی اسرائیل نے اُن سے درخواست کی۔ بنی اسرائیل  
میں سے ایک سردار (بادشاہ) بنادیا جائے۔ تاکہ سب ملکر کافر بادشاہ جالوت سے  
خدا کی راہ میں لڑائی کریں۔ حضرت اشموئیل نے کہا کہ تم لوگ نہیں لڑو گے  
دین کیلئے۔ بنی اسرائیل نے یقین دلایا اپنی آمادگی پر۔ حضرت اشموئیل نے  
خدا سے تعالےٰ سے التجا کی۔ تب خدا نے تعالےٰ نے ایک برتن میں تیل اور  
ایک لانا عصا بھیجی ساتھ اطلاع کے۔ اگر اجنبی گھر میں آئے اور تیل اُسے  
لگے اور عصا کے برابر ہوئے تو وہی سرداری کے لائق ہے۔ ایک بھشتی بہت

لانا گھر کے اندر آیا اور تیل میں جوش اگیا اور پیائش میں اُس عصا کے برابر ہوا۔  
 حضرت اشموئیل نے اسی کو سردار بنا دیا۔ بنی اسرائیل بہت خفا اور ناخوش ہوئے  
 کہ ان لوگوں میں سے کسی کو سرداری نہیں دی گئی حالانکہ انہیں لوگ مالدار اور عزت  
 والے تھے۔ وہ بھشتی ایک بہت معمولی آدمی تھا۔ اس بھشتی کا نام طالوت تھا۔  
 بنی اسرائیل اسکی سرداری کو قبول نہیں کرتے تھے۔ حضرت اشموئیل نے فرمایا  
 کہ وہ سرداری کے لائق ہے چونکہ خدا کا حکم ہے بنی اسرائیل نے کہا کہ اگر اور کوئی  
 نشانی دکھلائی جاوے تب ہم قبول کریں گے۔ حضرت اشموئیل نے خدا سے پھر  
 التجا کی تب خدا نے تعالے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تبرکات کا صندوق  
 جسکو فرشتے اٹھائے گئے تھے عطا کیا۔ تب بنی اسرائیل راضی ہوئے۔ طالوت نے  
 فوج تیار کی۔ فوج کو لیکر جالوت سے لڑنے کو روانہ ہوئے۔ زمانہ گرمی کا تھا  
 طیش بہت پڑ رہی تھی پیاس کی شدت سے بہت پریشان ہوئے تھے اتفاقاً  
 ایک ندی راستہ میں ملی طالوت نے حکم دیا کہ ایک چلو پانی سے زیادہ نہ پیا جائے  
 ایسا ہی کیا گیا پھر آگے کوچ میں بڑھے پھر پیاس کی شدت سے پریشان ہوئے  
 طالوت نے کہا یہ خدا کی آزمائش ہے۔ پھر ایک ندی راستہ میں ملی وہی حکم کیا جو  
 پہلے حکم کیا تھا یعنی ایک چلو پانی سے زیادہ نہ پیا جائے۔ تھوڑے لوگ صرف  
 ایک چلو پانی پیکر رہ گئے مگر زیادہ لوگوں نے فوج کے خوب پانی کو پی لیا۔ نافرمانی  
 کی۔ جنھوں نے ایک چلو پانی پیا تھا وہ ندی کے پار ہو گئے اور جنھوں نے زیادہ  
 پانی پیا تھا وہ ندی کے پار نہ ہو سکے۔ ایک چلو کے پانی پینے والے بہت کم تھے  
 اسلئے طالوت کی فوج کم ہو گئی۔ اور جالوت کی فوج بہت بڑی تھی۔ اس چھوٹی

فوج طاہریت کی بڑی فوج جاہوت کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی۔ طاہریت نے اسی چھوٹی فوج جاہوت کی بڑی فوج کا مقابلہ کیا اور شکست دی۔ جاہوت مارا گیا بادشاہت حاصل ہوئی نصیحت۔ بنی اسرائیل اس آزمائش میں نکلے ٹھہرے۔ آزمائش کو صبر اور تحمل سے ادا نہیں کیا۔

دوسری آزمائش بخت نصر بابل میں بیت المقدس کو لوٹا اور خراب کیا۔ اور توریت کو جلادیا۔ جنگ توریت یا دھمی انکو قتل کر دیا اور بقیہ کو قید کیا۔ اس میں حضرت عزیر بھی قید تھے۔ بخت نصر اس قدر ظلم کرتا تھا کہ شاہ فارس نے حملہ کیا اور بخت نصر کو ہلاک کیا۔ تب حضرت عزیر نے قید سے رہائی پائی۔ راستہ میں ایک سو برس کے لیے خدے تعالے نے حضرت عزیر کو موت دی۔ حضرت عزیر کی موت کی کیفیت لوگوں کو معلوم ہے حاجت لکھنے کی نہیں۔ جب حضرت عزیر زندہ ہوئے اور قوم کے پاس آئے تو قوم نے انکو آزما یا کہ توریت کو جانتے ہیں یا نہیں۔ انھوں نے تمام توریت کو لکھ دیا۔ ایک نسخہ توریت کا چھپا ہوا تھا وہ ملا اس سے ملا یا گیا تو بالکل ٹھیک پایا گیا۔ قوم نے بہت تعجب کیا اور حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا مانا۔

سورہ بقرہ کوع ۳ میں خدے تعالے نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل سے ”پوچھو کہ ہم نے کتنی ظاہر نشانیاں اُنکے پاس بھیجیں۔ جو کوئی اللہ کی نعمت پا کر اُسے بدل ڈالے گا تو اللہ کی مار بہت سخت ہے۔“

سورہ نور کوع ۵۔ یہودی حضرت عزیر کو اور نصائے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ خدا کو بھوڑ کر اپنے علما اور مشائخین کے فرمانبردار ہونے لگے اور انکی پرستش کرنے لگے اور اُنکے کہنے پر چلنے لگے۔ وہ لوگ حلال کو حرام اور حرام کو



حلال مثلاً سود خوری و بدعت وغیرہ کو جائز بنایا اور انکو سجدہ و رکوع کرنے  
 لگے حالانکہ سولے معبود واحد کے دوسرے کی عبادت ساتھ سجدہ وغیرہ کے کرنا  
 حکم نہیں تھا۔ اسی کو خدا نے تعالے نے فرمایا ہے سورہ توبہ رکوع ۱۰ میں اِنَّكَ تَدْعُو  
 اَصْحَابَ هَيْكَلٍ هُمْ لَمْ يَلْمِزُواكَ بِاَنْ يَدْعُوا بِلٰهِيهِمْ قُلْ اَللّٰهُ يَهْدِيْ اَمْرًا ۝۱۱ اور مشائخین دہر  
 کو اپنا مربی خدا کو چھوڑ کر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے حضرت اسمعیل  
 اور حضرت اسحاق علیہما السلام تھے حضرت اسحاق کے بیٹے حضرت یعقوب عزت  
 اسرائیل تھے۔ بنی اسرائیل (یہود) حضرت اسرائیل علیہ السلام کی امت میں ہیں  
 اور ہم لوگ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی امت میں ہیں۔ تو تاریخ بنی اسرائیل  
 و بنی اسماعیل پر غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ تاریخ بنی اسرائیل دوسرا  
 رہی ہے تاریخ بنی اسماعیل کے ساتھ۔ دونوں چچا بھتیجے تھے ترکہ برابر ہونا چاہتا  
 اگرچہ امت محمدی اس حد کو نہیں پہنچی ہے مگر قریب قریب پہنچتی جا رہی ہے  
 آئندہ زمانہ میں دونوں تاریخین برابر ہو جائیں گی۔ یہ حکم الہی جو ہم پر درج ہے  
 اس زمانہ میں مسلمانوں کے قریب قریب مسداق ہے یعنی پیر پرستی۔ قبر پرستی  
 و فرمانبرداری ہو رہی ہے اور کلام پاک کے مطالب میں بھی تفرقہ ڈالا جا رہا ہے۔  
 مگر ابھی کچھ فرق ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کے پاس کلام پاک کی عبارتیں  
 محفوظ ہیں۔ اور تصدیق القلب و سلے لوگوں کیلئے تعلیم ہے۔ شاید آئندہ کسی  
 نسلوں میں اسکا ترجمہ ہوتا جاوے گا اس میں دو بدل ہو جائے تو تعجب نہیں ہے  
 جسکو آنحضرت صلعم نے اپنی پیشینگوئی میں فرمایا ہے قرآن نہیں رہے گا۔ اسکی  
 مطلب کیا ہیں۔ مثل توریت و انجیل کے ہو جاوے گا۔ یعنی مختلف زبانوں میں

ترجمہ ہوگا اور اسکا فہم اس زبان کے فہم کے مطابق ہوگا۔ جیسا کہ انجیل و تورات میں ہو گیا۔ اور اسی کو لوگ پڑھینگے اور مطابقت کریں گے۔ اس حضرت کی جتنی پیشین گوئیاں تھیں وہ اس زمانہ کی موافقت کر رہی ہیں۔ اس حضرت صلعم نے پیشین گوئیاں کی ہیں اسی بنی اسرائیل کی تواریخ کو دیکھ کر۔ تاریخ دہراتی ہے تاریخ کو۔ دینی بھائیو۔ اس وقت جو کچھ ہو مومل ہو مشرک نہیں ہو مگر مرض میں مبتلا ہو۔ اپنے درستگی کی فکر کرو۔ اس سخت آزمائش میں اپنے کو ثابت قدم رکھو۔ دنیاوی لغویات و طمع کو چھوڑو جب اس طمع کو نہ یہ نہیں کرو گے **مُؤْمِنَاتُ السَّالِطِينَ** نہیں ہو سکتے ہو۔ ان فرمان الہی پر غور کرو جو کہ درج کیا جاتا ہے۔

ایمان والے کو خدا آزماتا ہے ساتھ کسی شے کے اپنے کسی طور سے مثلاً تکالیف و معائب (اس وقت یہ آزمائش موجود ہے)

خدا کے لئے معلوم کرنا چاہتا ہے کہ غیبی خدا سے کون بندہ ڈرتا ہے جو کوئی آزمائش پر بھی زیادتی کرے تو اسکو عذاب سخت ملے گا۔

پس نلاح پائی جس نے اپنے کو پاک رکھا (اپنے نفس کو بُرائیوں سے یا نافرمانیوں سے پاک رکھا) مقرر خراب اور بد نصیب ہوا جس نے خاک میں ملایا (انکام الہی کو)

(یعنی اپنے نفس کو بُرائیوں کے کرنے سے نہ روکا۔ یعنی خلق کا رجحان ایسی زبردستی ہے کہ احکام الہی کا خوف دل میں نہ رہا۔)

(۱) اٰمَنُوۡا لِيَسْبُوۡا بِكُمُ

اَللّٰهُ

بِسَبۡحِ

(۲) لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنۡ يَّتَّقٰهُ يٰۤاَلۡغٰیۡبِ

فَمَنۡ اَعْتَدۡ لِّیۡ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَذٰلِکَ

عَذَابٌ اَلِیۡمٌ

(۳) فَذٰۤلِکَ اَنۡتَ لِمَنۡ ذِکَّرَۤا لَّاۤ اَفۡ

فَذٰۤخَابَ مَنۡ

دَسَّهَا

بیشک بُرائی شروع میں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر اسکا نتیجہ خراب ہے۔ اس بُرائی کی ترغیب بچنے کی ضرورت ہے۔ شیطانی عمل بہت مرغوب ہوتا ہے۔ ان فرمانوں سے ظاہر ہے کہ پرہیز کرو تو اچھے رہو گے۔ بد پرہیزی کرو گے بُرے رہو گے۔ اسکا نمونہ اس زمانہ میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کی حالت روز بروز زردی ہوتی جا رہی ہے۔ اور خدا لا پرواہ ہو گیا۔ اور آزمائش کے مصائب میں مبتلا کر رہا ہے اور اس سے مسلمان غافل ہو رہے ہیں۔

ذہنی بھائیو۔ اپنے کو بیدار کرو۔ خدا کے تعالے نے اپنے کلام پاک کے ذریعے کثرت سے وعدہ بھلائی کا مسلمانوں کو کیا ہے۔ خدا کے تعالے اپنے وعدہ کے برخلاف نہیں کرتا۔ مگر اپنے وعدہ کے ایفا کرنے کیلئے شرط لگا دیں۔ اب فرمان الہی پر غور کیا جائے جنہیں خدا کا وعدہ ہے۔ مگر ہم لوگ محروم ہیں۔

سورہ انبیاء رکوع ۲۔

اور جو کوئی ذرا بھی اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہو کر ڈرا۔ اور اپنے جی کو یا خواہش کو یا لالچ کو روکا اُسکے لیے جنت ہے۔

پھر خوف رکھا پھر ایمان رکھا۔ پھر پرہیزگاری کی بُرائیوں سے اور اچھا کام کیا۔ خدا دوست رکھتا ہے اچھے کام کرنے والوں کو۔

(۱) وَآمَّا مَن خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ

وَنَهَى النَّفْسَ

عَنِ الْهَوَىٰ ۖ

(۲) ثُمَّ أَتَمَّوْا وَآمَنُوا ثُمَّ أَتَقَوْا

وَآخَسَمُوا ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي

الْمُحْسِنِينَ

سورہ یونس رکوع ۷۔

وہ جو ایمان والے ہیں اور بُرائیوں سے پرہیز کرتے

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۖ

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
وَفِي الْآخِرَةِ لَا يَبْكَرُ مِثْلُ  
لَا يَكِلِيكَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ  
هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ

ہیں اُنکے لیے خوشخبری ہے کہ دنیاوی زندگی اور آخرت میں بھلائی ہے، اللہ کچھ فرق نہیں کرتا ہے اپنے کلام میں اور یہ بہت بڑی مراد یا کامیابی ہے  
بندہ کسکے۔

خدا نے تعالیٰ نے کتنے نبی اور کتابیں نازل کیں اس واسطے نہیں کہ ہر امت کو جدا جدا راہ بتا دے بلکہ سب پیغمبروں کی امت کو ایک ہی راہ بتائی گئی تھی جب وہ امت اس راہ سے ہٹ گئی تو اور پیغمبر کو خدا تعالیٰ نے بھیجا اور جب اس کتاب سے ہٹے تو اور کتاب بھیجی۔ خدا تعالیٰ ایسا ہی کرتا رہا۔ صرف ایک ہی دین کو قائم رکھنے کیلئے۔ مثال اسی ہی ہے کہ جیسے انسان کی تندرستی ایک شے ہے اور بیماریاں تندرستی کو خراب کرنے کیلئے بیمار ہیں۔ جب ایک مرض میں مریض گرفتار ہوا اسکے مطابق دوا پر بہتر طیب بتاتا ہے۔ جب پھر دوسرے مرض میں گرفتار ہوا تو دوسری شہم کی دوا اور پرہیز اسکے موافق بتایا جاتا ہے۔ اسی طور سے مختلف نبی اور کتاب آئی گئیں۔ یہ آخری کتاب کہ اسکے بعد دوسری کتاب نہیں آئی وہی ہے اسلئے سب مضمون سے بچنے کیلئے اور ہمیشہ کیلئے حد تک دنیا قائم ہے نسخہ جات دیئے گئے ہیں۔ یہ آخری کتاب کیا ہے (قرآن شریف) اس میں نسخہ جات مجرب درج ہیں پرہیز کے ساتھ عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔ عمل کے بارے میں خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ سورہ بقرہ رکوع ۲۸۔

اور میت ٹھہراؤ خدا کی آیتوں (قرآن) کو منہس یا مذاق  
نہ کرنا۔ نہ کلمہ نہ بیزار نہ فریاد نہ مستی نہ کبر و ادب یا دگر قسم

وَلَا تَسْخَرُوا دِيَارَ الْيَهُودِ هُنَّ دَارُ  
الْأَيْمَانِ وَلَا تَسْخَرُوا دِيَارَ الْمَسِيحِيِّينَ هُنَّ دَارُ

وَمَا آتَاكُم مِّنَ الذِّكْرِ فَتَقَبَّلُوهُ  
وَإِذَا حُكِمَ بِكُمْ فَانصِبُوا  
وَأَعِظُوا إِنَّ اللَّهَ يُصَلِّیْ  
شَیْءٌ عَلَیْكُمْ

(مسلمانوں) نعمتوں کو جو خدا نے دی ہیں۔ اور یاد کرو  
جو آتا رہے (قرآن) تم پر۔ اور حکم شریعت کا نصیحت  
کرتا ہے کہ حکم پر قرآن کے چلو۔ اور دُرود خدا کی نافرمانی  
کرنے سے حکم کے اور جانو وہ خدا سب چیز کی خبر رکھتا

یاد دلایا جاتا ہے مسلمانوں کو آنحضرت صلعم کی وصیت کو "تم لوگوں میں ایک  
چیز چھوٹے جاتا ہوں اگر تم نے اسکو مضبوط پکڑ لیا گمراہ نہو گے" وہ چیز کیا ہے  
قرآن مجید۔ کتاب اللہ۔

نسخہ۔ مخزن ادویہ و معالجہ و علم تمدن کی کتاب ہم لوگوں کے ہاتھ میں ہے  
(قرآن) مگر اس کے نسخہ کا استعمال نہیں ہے۔ خدا نے تعالیٰ نے سورہ فاطر میں فرمایا  
ہے "اس کتاب قرآن مجید کا وارث ہند گان صالح کو ٹھہرایا ہے اور ان میں سے  
بعض تو عمل نہ کر کے اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں اور بعض میا نہ روی میں ہیں اور  
بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے حکم سے نیکوں میں دوسروں پر سبقت لیجا نیو لے  
ہیں۔ یہی بڑا فضل ہے خدا نے تعالیٰ کا "ہم لوگوں کو اس نسخہ کی کتاب کا وارث  
بنایا ہے۔ اس کتاب کی تعریف میں قلب میں قوت نہیں ہے کہ بیان کو لکھ سکے  
یہ کتاب زبردست کیمیا کی عطا ہوئی ہے جس سے دین دنیا دونوں حاصل ہوتے  
ہیں جسکا کمال اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے۔

أَلَيْسَ الْكَلَمَةُ لَكُمْ فِي ذَنبِكُمْ وَأَتُفْسِدُ عَلَيْكُمْ  
نِعْمَتِي وَتَضِلُّونَ لَهَا سُبُلًا كَذِبًا  
هَذَا الذِّكْرُ أَفَلَا تَنصَرُونَ

آج ہم نے تمہارے دین کو نکل کر دیا اور اپنی نعمت  
کو تادم کر دیا اور تمہارے لیے مذہبِ ہلام کو ہند کیا۔  
یہ کتاب دی ہے بڑی مبارک یا برکت والی ہے

فَاتَّبِعُونَهُ وَاتَّقُوا عَذَابَهُ  
وَمُحَمَّدٌ ۝

تب اُسکے مطابق پیرو ہو اور دل میں خوف رکھو  
شاید تم پر رحم کیا جاوے۔

یہ فرمان آخری حج کے راستہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ صحابہ موجود تھے مسکرا کر آبدیدہ ہوئے۔ دریافت کیا گیا کیوں ایسے غمگین ہوئے۔ نہر مایا ہر کمال کو زوال ہے۔ یعنی اسلام کو زوال کا سامنا آئیگا۔ یہ خیال نہایت ٹھیک ثابت ہو رہا ہے اب یہ دین اسلام زوال کے راستہ پر ہے۔ زیادہ دور کا مقام ہے کہ اس صدی کی نسل خطا وار ہو رہی ہے اور آئندہ کی نسلیں ملک الموت کا کام کریں گی۔ اسلام کی بقا اور دین کی حفاظت کیلئے ایک کتاب تافون کی تکمیل کر کے بطور نعمت بدست اپنے پیارے نبی کے وارثوں کو امانت دیا ہے اسید کہ اس میں خیانت نہ کی جاوے تِلْكَ آيَاتُ الْفُرْقَانِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ لَاهُدِي وَيُنْشِرُ لِيَاسْمِ الْجَنَّةِ ۝ یہ آیتیں قرآن کی کھلی ہوئی کتاب کی ہیں۔ ہدایت ہے اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لیے۔

**قرآن مجید**۔ قرآن مجید کی امانت اسیلے ہم لوگوں کو دی گئی ہے کہ جو اس میں احکام ہیں امانت دار اس کتاب کے ذریعہ درستگی کی راہ پر رہیں اور اسی کے ہمیشہ پیرو رہیں۔

فرض کیا ہم نے ادھر پڑھا ہے حکم (آیت) کو۔ جو کہ نیچے ہماری ہے احکامات روشن شاید نصیحت پکڑو ان احکامات پر عمل کرنے کو۔

فَوَضَعْنَاهَا وَأَنْزَلْنَاهَا فِيهَا آيَاتٍ  
بَيِّنَاتٍ لِّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

امانت نہیں دی گئی اس واسطے کہ پرستش یا گراموفون کے راگ میں مٹنے کیلئے

یا صرف نمازون۔ دعا۔ تعویذ۔ علیات یا مریے کی تقریبات استعمال میں صرف  
لانے کو یہ کتاب ایسی ہے کہ جسکی تعریف میں خدا نے کہا ہے اگر یہ کتاب کسی پہاڑ  
پر اتاری جاتی تو پہاڑ وہ جاتا اور پھٹ جاتا۔ اسی قانون کی تابعداری کرنے  
کا حکم ہے۔ سورہ حشر

اگر یہ قرآن اتارتے ہم ایک پہاڑ پر تو دیکھتا تو وہ  
جاتا اور پھٹ جاتا اور ٹکڑے ٹکڑے۔

لَوْ اَنَّا نُنَزِّلُ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ جَبَلٍ  
لَّفَازَتْهُ نُفَارًا مِّنْهُ مَلَكًا مِّنْ حَشِيَّةٍ اَللّٰهُ

تابعداری کرو اچھی طور سے جو کہ تعالیٰ رب سے  
اُمڑی ہے قبل اسکے اہل تک عذاب نہ آجائے۔

وَالَّذِي اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ  
مِنْ تَبْلٰتٍ لَا تَنِيْكُمْ الْعَذَابُ بَعَثَ (سورہ زمر)

اس اظہار سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنی بڑی زبردست قانون کی کتاب مسلمانوں  
کو علم دین و اخلاق و تمدن سکھلانے کیلئے عطا کی گئی اور اُسکے لیے خدا کی فرمائش ہے

خُذُوْا مَا اَتٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا  
مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ  
تَتَّقُوْنَ

یکڑو جو کہ دیا ہم نے مضبوط کر کے اور یاد رکھو جو  
انہیں لکھا ہوا ہے اور اس پر عمل کرو شاید تم ڈرو  
خدا سے تاکہ بچو برست کا سون سے۔

مَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ  
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

جو کوئی حکم نہ لائے اُس چیز کا جو کہ اُری گئی  
(قرآن) پھر وہی گنہگار ہوئے۔

یہ کتاب بطور دستور العمل کے ہے۔ اور بالکل دار و مدار اسی قانون پر ہی اسکے  
دفعات پوری واقفیت رکھنے کی ضرورت ہے اسکے واسطے خدا نے کہا ہے  
اُسکے مطابق کیا جائے۔

وَكَذٰلِكَ اُنْزِلَتْ اِلَيْنَا الْكِتٰبُ فَاتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ

قرآن پڑھا جائے ٹھہر ٹھہر کر سمجھ کر بیشک

عَلَيْكَ ابْتِیَانَهُ (سورہ قیامت) مطلب تم پر ظاہر ہو جائیگا۔

بخیر اسکے علی کاروائی نہیں ہو سکتی ہے۔ خدا نے فرمایا ہے۔

اَوْ كَذٰلِكَ يَتَّبِعُونَ الْقُرْاٰنَ ۔ کیا قرآن پر غور نہیں کرتے ہو۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ صرف پڑھو نہیں بلکہ مطابق ہدایتوں کے عمل کرو۔ اور مثل یہودیوں کے نہ ہو جاؤ وہ پڑھتے تھے مگر عمل نہیں کرتے تھے۔ توریت میں آنحضرت صلیم کی تشریف آوری اور قرآن مجید کی اطلاع دی گئی تھی۔ مگر جانکر کے ایجاب نہیں کیا۔ سود خواری کی ممانعت توریت میں موجود تھی مگر یہودیوں نے نافرمانی کی اسلئے راندہ باری تعالیٰ ہوئے۔ اسی طور سے بہتیری بُرائیاں اس زمانہ کے مسلمان کر رہے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ قانون ربانی میں ممانعت لکھی ہے۔ کیا مثل یہودیوں کے راندہ درگاہ ہونا چاہتے ہیں؟ اب ضرورت ہے کہ معلوم کیا جاوے کتنے لوگ اس قانون کے دفعات سے اچھی طرح سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اور اس پر عمل کرتے ہیں اسکی دریافت تحقیقات سے معلوم ہو جائے گی۔ گذشتہ زمانوں میں اس قدر علم نہیں تھا۔ علماء واقفیت بہت کم رکھتے تھے۔ مگر سچے ماہرین اس کثرت سے تھے اور لوگوں کا قلب اس قدر صاف تھا کہ ان ماہرین کی صحبت اور نمائش کافی ہوتی تھی رہنمائی کیلئے۔ اس زمانہ میں انکی کمی ہو گئی اور لوگوں کا قلب رنگ آلودہ ہو گیا اور قانون ربانی بالکل مساوات میں آگیا۔ اس زمانے میں علم زیادہ ہے مگر توجہ نہیں۔ اس ملک ہندوستان میں سات کروڑ مسلمانوں کی آبادی ہے انہیں اوسط نکالا جاوے تو کتنے لوگ اس آبادی میں قانون سے واقف ہیں۔ بیشک ٹھیک ٹھنہ کرنا مشکل امر ہے۔ صحیح طور پر نہیں ہو سکتا ہے



مگر ظاہر حالات و اسباب کو دیکھ کر ایک معمولی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مختلف سرخیوں میں علیحدہ کیا جائے ماہرین قانون ربانی کے۔ جو کہ اسپر پیرو ہیں۔

(۱) صرف تلاوت قرآن بلا سمجھے ہوئے روزانہ کرتا ہے شاید اسکی تعداد بیس فیصدی انتخاب میں آدگی۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو خدا کے تعالے کے حکم کو بجالاتے ہیں۔ خدا نے فرمایا ہے۔ تَتْلُوا الْقُرْآنَ بِحُكْمٍ اس کے لیے ہر جسکی زبان مادری عربی ہے وہ قرآن مجید کی عبارت کو سمجھتا ہے یا اس کے لیے ہے جو زبان سے ماہر ہے۔ اس ملک ہندوستان میں غیر مادری زبان ہے اس سے واقف کم ہیں۔ اس حکم کا مطلب پڑھو اور سیکھو اور سکھلاؤ۔ تاکہ لوگ پابند ہوں اور فعل اس کے مطابق کریں۔ خدا کے تعالے نے فرمایا ہے سورہ بقرہ کوع ۱۲۱ اَلَّذِينَ يَتْلُوا الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ۔ جنکو کتاب دی گئی ہے پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے یعنی سمجھتے ہیں اور اسپر عمل کرتے ہیں۔

بلا سمجھے تلاوت صرف خیالی جذبات کو حاصل کرتا ہے۔ مگر اصلی فائدہ جسکو خدا چاہتا ہے وہ نہیں حاصل ہوتا ہے۔ یعنی دل پر اثر نہیں ہوتا ہے اور بُرائی کو کرنے سے روکتا نہیں ہے۔ اور خیال میں یا دماغ میں پیداوار رحمانی نہیں ہوتی ہے مثلاً کنکر کو دور کرنے کیلئے یا زنگ کو برتن سے دور کرنے کے لیے اسے کی ضرورت ہے، مثلاً زمین سے کنکر نکال کر پھینک دینے کے لیے دھار دار آلہ کی ضرورت ہے۔ زنگ دور کرنے کیلئے تیزاب کی ضرورت ہے۔ روزانہ قرآن کی تلاوت سمجھ کر ہی تیزاب ہے زنگ کے دور کرنے کیلئے۔ بغیر سمجھے ہوئے تلاوت کرنا زنگ کو دور نہیں کرتا ہے اور نہ صیقل کرتا ہے۔ اس کے لیے کلام پاک کے

مطلب کو سمجھنا ضروری امر ہے اسی کو خدا نے تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ سورہ اعراف رکوع ۲۰ میں۔

بعضوں نے حل کیا موجب ایمان کے اور ناکام  
رکھنا زکوٰۃ بیشک نیکی کا بدلہ ضائع نہیں ہوگا  
یعنی صاحبین کیلئے بھلائی ہے۔

وَالَّذِينَ يُسَيِّئُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا  
الصَّلَاةَ وَالْأَكْلَا تَصْنِيعُكُمْ أَجَبَتْ  
الْمُصْطَلِحِينَ ۝

کلام پاک کی تلاوت کی برکت ہے کہ اخلاق ظاہری و باطنی کو درست کر دیتا  
ہے یہ تفرقہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے جو تلاوت کرتا ہے سمجھ کر کے اور جو بلا سمجھے  
پڑھتا ہے۔ اسی سے صراط مستقیم حاصل ہوتی ہے اس فرمان الہی پر غور کیا جاوے  
فَتَحْتِ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَطَرَا اللَّهُ  
لَهُمُ الْآلِ الْبَرِّ الْمُنْقِذِ الْإِلَهِ  
صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ ۝

قرآن کے علم سے دل نرم ہوتا ہے بیشک  
خدا راہ دکھاتا ہے مومن کو سیدھی راہ کی طرف  
اسکے ذریعہ۔

(۲) قرآن کی تلاوت سمجھ کر ترجمہ کے ذریعہ کرتا ہو ایسے لوگ شاید دس  
فیصدی پائے جائینگے۔ جو ترجمہ قرآن میں موجود ہے جہاں تک مصنف نے دیکھا ہو  
شکل ہوتا ہے عام لوگوں کی سمجھ میں آنے کے لیے یعنی حصول مطلب ہوے  
یہ زبان دور کرنے والی تعلیم نہیں ہے مگر کچھ مفید ضرور ہے۔

(۳) اُن لوگوں کی تلاوت قرآن جو کہ عبارت کو مثل مادری زبان کے  
سمجھتے ہیں وہ شاید ہزار میں ایک شہروں کی آبادی میں ملیں گے اگر دیہاتوں کی  
آبادی میں ملا یا جاوے تو شاید لاکھ میں ایک ہوں ان حضرات میں کہتے ہیں کہ  
مسلمانوں کو اپنے علم سے فیض پہنچاتے ہیں یعنی تبلیغ قرآن کرتے ہیں۔ اس

زمانے میں ایسے لوگ بہت کم پائے جاتے ہیں اور اسی کی اشد ضرورت ہے۔  
 دوسرا درجہ استعمال قرآن کا کہ کتنے عمل کرنے والے ہیں۔ انکی تعداد غریبہ  
 اور متوسطین میں پائی جائے گی۔ امراء اور قاضی البال میں غائب ہے۔ غریب کو  
 دائرہ تعلقات دنیا کا بہت کم ہے ایسے ہیں کہ بمطابق ہدایت قرآن چلتے ہیں  
 مگر انہیں علم قرآن کی کمی ہے۔ اب تلاش کیا جائے جو کہ پابند ہیں ہدایت  
 قرآن کو بالکل مطابق یعنی تقوی القلوب۔ علو الصالحات۔ اخلاق ظاہری و باطنی  
 و استعمال نعمات الہی۔ و صلوة الناجحین کے پیرو ہیں۔ ایسے لوگوں کی ہستی  
 کا مصنف کو علم نہیں ہے۔ شاید پوشیدگی میں ہوں مگر ہونگے ضرور۔ اس زمانہ  
 میں۔ اگر یہ فرضی تھمینہ صحیح ہے یا اگر صحیح نہیں ہے تو ہر پڑھنے والا اس کتاب کا خود  
 کر لیوے مگر تھمینہ ظاہر کرتا ہے کہ قرآن صرف درسی کتاب ہو گئی ہے کسی طرح سے  
 عملی نہیں ہے و راسخونہ لغفیلین لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن ایسی کتاب ہے  
 کہ جسکا سمجھنا غیر ممکن اور سمجھانے کیلئے نبی کی ضرورت ہے۔ یہ کس قدر غلط خیال ہے  
 چونکہ انکی ذہانت ایسی نہیں ہے اسلئے انکا دماغ قاصر ہے۔ بیشک کلام پاک کی عبارت  
 عمیق ہے اس میں بہت زیادہ استعارہ و تشبیہ و حوالہ ہیں جو کہ عام ذہانت کیلئے  
 مشکل عبارت ہے۔ مگر خدا کا دوسرے ہی مجھ کر پڑھنے والوں کیلئے۔

لَقَدْ يَكُونُ الْقُرْآنُ لِلَّذِينَ هُمْ  
 مِنْ مَدْرَكٍ۔

بیشک آسان کر دیتا ہے سمجھ کر پڑھنے والوں  
 کو۔ نہایت مشکیم۔

مگر جو دفعت ضروریات و ہدایات کے ہیں کہ جس سے عمل کیا جائے وہ بہت  
 صاف ہیں کل قانون کی عبارت عمیق ہوتی ہے۔

قرآن کی آیتیں دو قسم کی ہیں ایک محکمات کی ہیں دوسری متشابہات کی ہیں۔  
محکمات کی عبارت آسان ہے جنکے سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں پیش آتی ہے۔  
بیشک متشابہات جو کہ قانونی الفاظ میں عبارت ہیں جنکے مطلب بہت وسیع ہیں  
انکے بارہ میں خدا کا حکم ہے کہ البتہ انکے سمجھنے میں اختلاف واقع ہونگے (خدا  
اسکو جانتا ہے) اس اختلاف کو خدا کے تصفیہ کے لیے تاوقت قیامت چھوڑ دیا  
جائے یعنی کوئی جھگڑا نہ کیا جائے۔ بالکل شان الہی سے باہر ہے کہ ایسی مشکل  
کتاب دیکر جو کہ انسان کی سمجھ سے باہر ہوئے اور ایمان امتحان لیوے۔ لوگوں کا  
خیال غلط ہے صرف حیلہ ہے نہیں سمجھ کر پڑھنے کا۔ خدا نے تعالے نے فرمایا ہی  
سورہ انعام رکوع ۹ میں قرآن تمام جہان کے لیے نصیحت یا ہدایت ہے اِنْ هُوَ اِلَّا  
خُذُوهُ لِلْعَالَمِیْنَ۔ ہدایت کو کیونکر جانینگے جب تک کہ ہدایت نامہ کو نہ سمجھیں گے  
ہر ملک کی زبان میں سمجھنے کیلئے حکم ہے۔ کہ پڑھیے اور سمجھیے اور سمجھائیے اور اپہر  
عمل کیجیے یعنی ایسے عمل سے برکت غیبی حاصل کیجیے۔ سورہ اعراف رکوع ۲۰۔

اور تابعداری یا پیروی کی اس دور کی (دوہ  
قرآن ہے) وہی لوگ فلاح پانوالے ہیں  
خوشخبری ہے ہدایت کی ایسے مومن کے لیے  
بیشک ہدایت اور رحمت ہے قوم مومن کیلئے  
(مومن کی تعریف گذشتہ درقون میں بیان  
کر دی گئی ہے)

وَاتَّبِعُوا النَّوْذَالَذِیْ اُنْزِلَ  
مَعَهُ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ  
هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِیْنَ  
هُدًى وَرَحْمَةً

لِقَوْمٍ  
يُؤْمِنُونَ

اس فرمان سے ظاہر ہے کہ پڑھو سمجھو عمل کرو۔

خدا نے تعالے نے نافرمانوں کے لیے فرمایا ہے جو کہ قرآن کو پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے ہیں اور اپنے فرائض کو ادا نہیں کرتے ہیں جیسا کہ چاہئے احکام الہی درج کیا جاتا ہے۔

بھولتے ہو اپنے آپ کو اور تم پڑھتے ہو کتاب کو یعنی احکامات کے واقف ہو اور پھر اس پر عمل نہیں کرتے ہو۔

تَشْنُونَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ  
تَلْوُونَ  
الْكِتَابَ

سورہ انفال رکوع ۴۔

اور نہ جو باؤ تم مانند ان لوگوں کے کہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور حالانکہ ہمیں سنا کیونکہ انکا عمل نہیں ہے اُسکے مطابق۔

(۱) وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا  
سَمِعْنَا وَهُمْ  
لَا يَسْمَعُونَ

تحقیق کہ اللہ کے نزدیک بدترین حیوانات وہ ہیں جو کہ ہرے اور گونگے اور کچھ نہیں سمجھتے ہیں۔

(۲) إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ  
اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ  
لَا يَعْقِلُونَ ۝

سورہ جمعہ رکوع ۱۔

اُن لوگوں کے مثل جنہوں نے اُٹھایا ہے توراہ کو۔ یعنی توراہ کے مطابق عمل کرو پھر انہوں نے نہیں اُٹھایا اس بوجھ کو یعنی جو ہدایت لکھی ہوئی تھی توراہ میں اس کے مطابق عمل نہیں کیا صرف پڑھتے تھے پھر انکی مثال گدھے کی ایسی ہے

(۳) مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا  
التَّوْرَةَ لَمَّا قَالُوا  
لَا يُحْمِلُونَهَا  
مِثْلَ خِمَارٍ  
يَحْمِلُ

## آسفا راہ

انکی پیٹھ پر کتابین لادی گئی ہیں۔

بیشک قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے مگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ان سخت احکام کے ذمہ دار وہ ہو سکتے ہیں جو کہ زبان کو جانتے ہیں وہ شخص جو زبان کو نہیں جانتا ہے اس سے کیونکر خدا لے تعالیٰ امید کرے گا جبکہ کوئی شخص سنانے والا اور سمجھنے والا نہیں ہے۔

قانون انکی غیر مادری زبان میں ہے اور اس زبان کی تعلیم پوری نہیں ہے زبان شکل ہے مکمل طور پر حاصل نہیں ہوتی ہے عام طور پر نتیجہ یہ ہے کہ رسم کو بجالانے کیلئے زبانی جو کہ مثل طوطے کے رہتا ہوا ہے اسی طور سے نمازین دعائیں ادا ہو رہی ہیں جو زبان سے بولا جاتا ہے اُسکو سمجھتا نہیں ہے اسکے قصور وار اگلے زمانے کے علماء و صوفیاء کلام ہیں کہ عربی زبان کی تعلیم کی طرف ضروری امر نہیں سمجھایا گیا لوگوں کو تعلیم بھی دی ہے اور کتابین بھی لکھ دی ہیں اور ہدایت کی کہ بلا سمجھے عبادت کیا کرو مدعا حاصل ہو جائے گا۔ خدا لے تعالیٰ نے فرمایا ہے التائبون۔ عابدون۔ حادون۔ خدا لے تعالیٰ نے تمام کلام پاک میں فرمایا ہو کہ ہم دل کو دیکھتے ہیں زبان سے بولنے کی پرواہ نہیں کرتے ہیں یٰٰعِزُّوْی الدِّیْنَ اٰلِہٖمُ ذُرِّیَّہٗ عابدِ خُدَّیْ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے غیر مادری زبان میں جسکو نہیں سمجھتا ہے وقت عبادت کے اُسکا خیال بٹا ہوا ہے۔ کیا اسکا فائدہ ہو۔ خدا لے تعالیٰ نے تمام جہان کے انسان کو پیدا کیا مختلف رنگ اور مختلف زبان کا۔ اور قانون اپنا عربی زبان میں دیا ہے اسلئے جہالت کی وجہ سے بُرائی ہوتی ہے۔ بیشک خدا لے تعالیٰ نیت اور ارادہ کو دیکھتا ہے اگرچہ

زبان سے ادا کرتا ہے مگر اسکو نہیں سمجھتا ہے۔ جب وہ بولتا ہو وہ اسکی نیت  
خدا بڑا قدر دان ہے وہ قدر ضرور کرے گا۔ اِنَّكَ عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ۔ اس کی نیت  
خدا کی اطاعت ہے بلا شرکت۔ اگرچہ اسکا خیال بھٹکا ہوا ہے۔ لاعلمی زبان کی  
وجہ سے بہتر سے بھلائیوں سے محروم ہیں خیال کیا جائے کہ اس سے بڑھ کر کے  
خوشخبری جو نیچے درج ہوگی۔ ہم لوگوں کو کیا ہو سکتی ہے۔ یہ بہت بڑی بہت  
دلانے والی اور اطمینان قلب دلانے والی قوت قلب بخش دوا ہے جو کہ مجرب  
پانی لگنی ہے۔ سورہ حجر رکوع ۵۔

اور بیشک ہم نے دیا جو کہ سائے بھی بڑھا ہوا لوگوں  
نے اسکا ترجمہ سورہ فاتحہ کا کیا ہے، قرآن جو کہ بہت  
بڑا اور بزرگ اسکی بڑائی بہت بڑی ہے امت پھر  
تو اپنی دونوں آنکھوں کو فائدہ اور فیض کی طرف جو  
بچنے دی ہے اور طرح طرح کی خوبیاں لوگوں کو دی  
ہیں (کا فرد مشرک و فاسق) اور غم نہ کر غریب مفلس  
مسلمانوں کی طرف جو وہ تکلیف میں ہیں اور اپنے بازو  
کو نیچا کر لینے مہربانی کر مسلمانوں کے ساتھ۔

وَلَقَدْ اَنْتَبٰتُنَا مَعْنٰتٍ  
الْمُتَّخِذِيْنَ وَالْقَوْمِ اِنَّ الْعَظِيْمَ  
لَا تَقْدِرُ اَنْ عَتِيْنٰكَ اِلَّا مَا  
مَنْتَ عَلَيْهِ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ  
وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ  
وَاصْفُضْ  
جَنَاحَكَ  
لِلْمُؤْمِنِيْنَ

تاریخ اس فرمان کی یہ ہے کہ سات قافلے اونٹ کے دولت و مال لیے ہوئے  
کافروں کے لیے مکہ میں پہنچے اسپر صحابہؓ نے کہا کہ اگر اسقدر مال و دولت  
غریب مسلمانوں کیلئے ہوتا تو کقدر بھلا ہوتا (اس رکوع کے اندر کافروں کو  
خبر داری اور ڈر دیا جا رہا تھا کہ بچ میں یہ آیت نازل ہوئی) خدا نے فرمایا ہے

سَبْعًا مِثْلَ الْمُنْتَفِیِّ جِسْمِ سوره فاتحہ کیا ہے لوگوں نے۔ سورہ فاتحہ ترجمہ کیا گیا ہے چونکہ اس میں سات آیتیں ہیں سَبْعًا مِثْلَ الْمُنْتَفِیِّ بہت زور سے قرآن کی صفت کو بیان کرتا ہے تاکہ قرآن مجید کے اوصاف ہر قسم کے ظاہر ہو جاویں۔ قرآن مجید کی برکت دنیا بھی حاصل ہوتی ہے۔ یہ فرمان ظاہر کرتا ہے بعد نزول اس آیت کے آنحضرت صلعم کو فوراً ہی بہت سی سلطنتیں حاصل ہو گئی تھیں اور اسکے بعد برابر حصول سلطنت کا سلسلہ قائم رہا۔ خدائے تعالیٰ نے جو وعدہ کیا یعنی (سَبْعًا مِثْلَ الْمُنْتَفِیِّ) سچا بنا کر دکھلا دیا۔ اور یہ سلسلہ دولتمندی کا عام طریقہ سے مسلمانوں میں قائم رہا تیرہویں صدی ہجری تک۔ چودھویں صدی میں دولتمندی کم ہونی شروع ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اسلام غربت سے شروع ہوا ہے اور غربت میں ختم ہوگا۔ اس غربت کا احساس عام طریقہ پر عوام الناس کی تنگی رزق سے ظاہر ہو رہا ہے۔ المختصر قرآن مجید دنیاوی زندگی کی سیدھی راہ کو سکھاتا ہے اور بعد مرنے کے جو زندگی ہو نیوالی ہے اُسکے راز کو بھی ظاہر کرتا ہے اور اُسی کی طرف خدائے تعالیٰ زیادہ متوجہ ہے اور جو شخص اُس زندگی کا خیال رکھ کر اپنے دنیاوی اعمال کی رہنمائی کرتا ہے وہی اصلی مسلمان ہے اُسی سے خدا راضی ہے۔ قرآن کی برکت کا معجزہ جو کہ میری ذات کے ساتھ ظہور میں آیا ہے احوال اسکو حقیقت اخبار نے شائع کیا وہ درج کیا جاتا ہے۔

**قرآن پاک کا تازہ معجزہ۔** چند روز کا واقعہ ہے کہ جناب ڈاکٹر سید محمد وارث صاحب سول سرجن نشتر بعد نماز ظہر اپنے کمرہ میں کلام پاک کی تلاوت کر رہے تھے اچانک ایک سفید بڑا کتا دروازہ سے اندر داخل ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب کے ملازم نے کہا



کہ بھاگیے پاگل کتا ہے، ڈاکٹر صاحب قرآن پاک ہاتھ میں لیکر کھڑے ہو گئے کتا بھی اپنے دونوں پچیلے پاؤں پر کھڑا ہو کر ڈاکٹر صاحب پر حملہ آور ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے فوراً ہی قرآن مجید کو بیچ میں ڈھال بنا دیا خدا کی شان ہے کہ کتے نے منہ پھیر لیا اور کمرے کے باہر نکل کر باورچی خانہ میں چوچا اور وہاں وہ مار ڈالا گیا۔ یہ کلام پاک کا معجزہ ہے کہ دیوانہ کتا بھی جسکی عظمت کرنے پر مجبور ہو گیا۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں قرآن پاک کی جو عظمت ہونا چاہیے وہ فی زمانہ نہیں ہے۔

یہ واقعہ لکھنؤ میں بتاریخ ۱۳ مئی ۱۹۷۷ء پیش آیا۔

خدا نے فرمایا ہے اِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ۔ وحشی جانوروں کو (خوشخوار اور نیک کو) اکٹھا کر دیتا ہے یہ معجزہ بالکل اسی کے مطابق ہے۔

نی الحقیقت جو کوئی شخص قرآن سے فائدہ اٹھاتا چاہتا ہے تو وہ یقیناً کاملہ کے ساتھ خلوص دلی سے کلام پر بھروسہ کرے جو چاہے حاصل ہوگا۔

**تنگی رزق**۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی تنگی رزق کا مسئلہ بہت تکلیف دہ ہی دریافت سے ظاہر ہوتا ہے۔ وجوہات ایک تو تقدیر کے ساتھ نسبت کیا جاسکتا ہے دوسرا شخصی لاچاری و بیکاری اُس کے ساتھ تعلق کیا جاسکتا ہے۔ اس لاچاری و بیکاری کی وجہ سے افلاس کے پڑھنے کو گزشتہ درقون میں بحث کر دی گئی ہے اس جگہ صرف تقدیری مسئلہ کی بحث ہے۔ مسئلہ تقدیر مولے کے حکم کے ساتھ تعلق رکھتا ہی اور لاچاری اور بیکاری خود اپنی ذات کے تعلق رکھتی ہے یا حالات بیرون کے ساتھ شامل کرتا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے جو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے وہ ہوگا۔

سورہ بقرہ رکور ۴۶۔ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ۔ بیشک ہم نے سب چیز

بنائی ہے ساتھ اندازہ کے۔

(۱) خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدْ رُفِعَ تَقْدِيرُهَا

(۲) كَانَ أَمْرُ اللَّهِ فَعْدًا ذَا

مَقْدُورًا

(۳) فَتَدَجَّعَلُ اللَّهُ رِجْلَ شَيْءٍ

فَعْدًا ذَا

سورہ مرسلات رکوع ۱۔

أَلَمْ تَخْلُقْ كُلَّ شَيْءٍ مِّنْ مَّسَاعِدٍ

مَقْدُورِينَ ۚ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ

مَعِينٍ ۚ

فَقَدْ رَزَقَنَا

فَرَحَهُ

الْقُدْرَتِ

کُلِّ شَيْءٍ کو پیدا کیا اور اندازہ مقرر کر دیا۔

اللہ کا جتنا کام ہے تقدیری ہوتا ہے جو کہ

روز ازل سے مقرر ہے۔

تحقیق کہ اللہ نے ہر شے کے لیے اندازہ مقرر

کر رکھا ہے۔

لوگو! کیا ہم نے تعین ذلیل پانی (منی یا نطفہ) سے پیدا

نہیں کیا کہ پھر ہم نے اس پانی کو ایک محفوظ جگہ

(رحم مادر) میں ایک وقت مقررہ تک قائم رکھا پھر

ہم نے اسے ایک اندازہ مقرر کیا (ہم قدرت رکھتے

ہیں ایسا کرنے کی) ہم کیسے (اچھے اندازہ مقرر

کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

ان فرمانوں سے ظاہر ہوا کہ خالق قبل پیدا کرنے انسان کے اندازہ مقرر کر دیتا

ہے یعنی ایک تخمینہ ہر انسان کے لیے بنا کر اپنے دفتر میں درج کر کے رکھتا ہو تب

دنیا میں اسی تخمینہ کے مطابق انسان کی زندگی چلائی جاتی ہے۔ تقدیر ایک حصہ

ایمان کا ہے اپنا سب کام کرے کوشش سے باز نہ آوے اور خدا پر بھروسہ

کرے اور اُسی پر سونپے۔ آنحضرت صلعم سے ایک شخص نے کہا کہ میں لونڈی رکھتا

ہوں مگر یہ نہیں چاہتا ہوں کہ میری نسل خراب ذات میں ہووے اس لیے لونڈی کے

ساتھ میں اپنے نطفہ کو روکتا ہوں۔ آنحضرت صلیم نے فرمایا کہ تم کچھ کرو اگر عورت کے تقدیر میں بچہ لکھا ہوا ہے تو ضرور ہوگا۔ تھوڑے روز کے بعد وہ شخص پھر آیا اور کہا یا حضرت آپ نے سچ فرمایا تھا۔ باوجود ہمارے احتیاط کے وہ لونڈی حاملہ ہو گئی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اس عورت کی تقدیر میں بچہ لکھا ہوا ہے تو تمھاری تدبیر کیا کام آ سکتی ہے۔

ایک صحابہ نے دریافت کیا کہ تدبیر کرنا بالکل بیکار ہے تقدیر کے نزدیک آنحضرت نے فرمایا بات تو ایسی ہی ہے۔ مگر تدبیر یا عمل کرنا چاہیے اگر تقدیر میں لکھا ہوا ہے تو اسی تدبیر سے تمھاری کامیابی ہوگی۔ اس لیے تدبیر کا کرنا ضروری امر ہے مگر یہ نہ سمجھو کہ اس تدبیر سے کامیابی ضرور ہو جائے گی۔ خدا اُستغاثے نے ہر بات کو اپنے قبضہ اختیار میں رکھا ہے۔ یہ انتظام خالق ہے کہ ہر شے کو تقدیر کے ساتھ وابستہ رکھا ہے اور تقدیر وہ ہے کہ روز ازل سے لکھ دی گئی ہے۔ انسان کا رزق بھی اسی کے مطابق ملتا ہے۔ پروردگار کا فرمان ہی ہر جاندار کے لیے رزق مہیا کرنے کا وہ ذمہ دار ہے ان فرمانوں کو ملاحظہ فرمایا جاوے۔

(۱) إِنَّ اللَّهَ مُوَاقِعَاتٌ۔

اشرار حق ہے۔

(۲) اللَّهُ يَرْزُقُهَا قَرَارًا كَثِيرًا۔

اللہ ہی تم کو رزق دیتا ہے۔

(۳) هَكَذَا تَرَوْهُنَّ ذَاتَ الْعَاقِبَةِ

رزق کی منکر نہ کرو۔ آخرت کے لیے

لِلنَّافِلَةِ (۴)

پرہیز گاری کرو۔

انسان کو رزق کی کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ پروردگار نے اپنے ذمہ لے لیا ہے

مگر حق تعالیٰ نے عاقبت کی فکر کرنے کیلئے کہا ہی یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کل امور دنیا تقدیر کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اب سوال کی بیشی و ذریعہ رزق کا ہے یہ امور بھی فرمان الہی سے معلوم ہو جاتے ہیں۔ سورہ زخرف رکوع ۳۔

ہم نے روزی کو حیات دنیا میں درمیان لوگوں کے  
تقسیم کر دیا ہے اور ایک بڑھکر دوسرے کا درجہ  
بلند کر دیا ہے تاکہ انہیں لوگ ایک دوسرے کے  
مطلع رہیں۔ (یہ نلک خدا ہے)

عَفْوَ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّا فِيهَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ  
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ذَرَفَاتًا بَعْضُهُمْ  
فَوْقَ بَعْضٍ ذَرَفَاتٍ لِّيَعْلَمَ بَعْضُهُمْ  
بَعْضًا سَخِرَ بَيْنَهُمْ

اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہر شخص کا درجہ عزت میں یا معیشت میں برابر نہیں ہے اور  
ایک دوسرے کو وابستہ کر دیا ہے تاکہ اپنی روزی پاتا رہے اللہ العالیٰ علیٰ کُلِّ  
شَیْءٍ بِمَتْنٍ كَسَبَتْ خُذْ دُنْيَا كَيْفَ تَقْدِرُ كَيْفَ تَقْدِرُ كَيْفَ تَقْدِرُ  
خُذْ دُنْيَا كَيْفَ تَقْدِرُ كَيْفَ تَقْدِرُ كَيْفَ تَقْدِرُ كَيْفَ تَقْدِرُ  
اِنَّا پائو گے۔ اور حکم ہے روزی کیلئے محنت کرنا۔ سورہ جمعہ میں فرمایا ہے وَابْتَغُوا مِنْ  
فَضْلِ اللَّهِ خُذْ دُنْيَا كَيْفَ تَقْدِرُ كَيْفَ تَقْدِرُ كَيْفَ تَقْدِرُ كَيْفَ تَقْدِرُ

اس سے یہ مطلب ہے کہ بیکار نہ رہو یہ حکم صاف کرتا ہے لوگوں کے خیال توکل کو۔  
توکل کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ تم کچھ کام نہ کرو اور تم کو روزی ملے۔ دنیا کیلئے کوشش  
و فکر معاش اور دین کے لیے مجاہدہ کرنے کا حکم ہے۔ دین و دنیا دونوں کی خدمتیں سجا  
لاؤ۔ اور اسکی کامیابی کیلئے خدا پر بھروسہ کرو مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا مِّنْ حَيْثُ يَشَاءُ  
رِضًا بِرِضَا اللَّهِ نَا كَامِيَا اور کامیابی دونوں اسی کی طرف سے ہے۔ کامیابی میں شکر  
کرو نَا كَامِيَا میں صبر کرو اور مایوس نہ ہو۔ اِذَا مَسَّ الشَّقَاءُ كَانَ يَوْمًا حَبِيبًا يَوْمًا حَبِيبًا

آدمی کو سختی مایوس خدا ہوتا ہے۔ سب نبیوں کو دیکھو کہ اپنے اپنے رزق کی کوشش کرتے تھے إِنَّ الْأَوَّلَىٰ كُلَّهُ لِلَّهِ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے مگر ہم لوگوں کو لازم ہے کہ اپنی کوشش سے باز نہ آویں۔ خدا نے تعاسلے کے فرمان پر غور کیا جاوے کہ روزی کی تلاش اور کوشش کرنے کا حکم ہے۔

اور پیدا کیا تندرست اور توانا اور اٹھین لوگوں کو روزی کے راستہ پر لگایا۔

(۱) وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ  
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

پھر انسان اپنی روزی تلاش کرے۔

(۲) فَكَيْفَ يُحْذِرُ الْإِنْسَانَ إِلَىٰ طَعَامِهِ

بنایا ہم نے دن کو واسطے تلاش معاش کے  
یعنے روزی پیدا کرنے کے لیے۔

(۳) وَجَعَلْنَا الْفَقَارَ  
مَعًا مَشًا

خدا کے نزدیک ہر چیز کی عدم مقرر ہے۔

(۴) كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللَّهِ بِمِثْقَالِ ذَرَّةٍ

جاری کرتا ہے اللہ اسی کام کے ہونے کو جو تقدیر  
میں لکھا ہوا ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کام پھیر  
جاتے ہیں۔

(۵) لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا  
وَاللَّهُ فِي شَيْءٍ  
الْعَاطِلِ

اسی احکام الہی کو مختلف جگہوں سے قرآن مجید کے ایک جا اکٹھا کیا گیا ہو تاکہ  
پڑھنے والے کو معلوم ہو کہ تقدیر بھی ایک حصہ ایمان کا ہے۔ چونکہ ایمان اس زمانہ کے  
مسلمانوں کا کمزور ہو رہا ہے۔ اس لیے تقدیر بھی خدا سے تعاسلے نے کمزور بنا دی ہے  
سب سے بڑھکر سزا آزمائش کی تقسیم روزی میں کی ہے اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے۔

جب آزمائش کرنا چاہتے ہیں تو پھر تنگ کرتے ہیں  
محکم روزی کو یعنی تنگ دست اور محتاج بناتے ہیں۔

(۱) وَإِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَسَا  
عَلَيْهِ رِزْقُهُ

۲) فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ  
رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ  
فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِي  
وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ  
فَقَدَرَهُ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ  
رَبِّي أَهَانَنِي

جب انسان کو خدا نے تعالیٰ آزماتا ہے دولتیں اور عزتیں  
اور نعمتیں اور اسکا مقصد پڑا ہوتا ہے۔ پھر کتنا ہی میرے  
خدا نے عزت دی پھر انسان کو خدا نے تعالیٰ جانچتا ہے  
تنگی رزق سے اور محتاجی سے تب پھر کہتا ہے کہ خدا نے  
تعالیٰ نے مجھ کو ذلیل کیا (یعنی خدا پر الزام لاتا ہے اور  
اپنے فعل کو نہیں دیکھتا ہے۔)

اخیر کی آیت سے ظاہر ہوا کہ خدا پر الزام دینا ہی بلکہ اسکو خاموشی سے صبر کرے اور تحمل  
کرے۔ خدا نے تعالیٰ تنگی اور فراخی روزی سے آزمائش کرتا ہے کثادگی رزق میں  
اور کون صبر کرتا ہو محتاجگی اور افلاس میں دو امتندی اور عزت اور افلاس پر بحث نہیں  
ہے مطلب یہ ہے کہ خدا کی کون اطاعت فرمانبرداری کرتا ہے یعنی غمی ہونے میں ناشکری  
کرے اور محتاجگی میں بے صبری کرے۔ دونوں ذلیل ہیں خدا کے نزدیک۔ اس فرمان  
اکہی سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اس زمانہ میں سخت آزمائش مسلمانوں کی تنگی رزق سے کی  
جا رہی ہے۔ کیا کرنا چاہیے۔ صبر و تقویٰ۔ بموجب حکم نائب الحاکمین کے کرنا چاہیے۔

حدیث (مسلم) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَدْ سَأَلْتُ اللَّهَ لَا حِبَالٍ مِثْرًا وَذِيَّ آيَةٍ  
مَعَهُ وَذِيَّ وَارِثٍ مَقْسُومَةٍ لَنْ يُعَيَّلَ شَيْئًا قَبْلَ حَيْلِهِ وَلَنْ يُؤَخَّرَ شَيْئًا عَنْ  
حَيْلِهِ وَكَوْكَبَتْ سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُعَيِّدَ لِي مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ أَوْ عَذَابٍ فِي الْقَبْرِ  
كَانَ حَيْثُ أَوْ أَفْضَلَ - مسلم بن عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا  
کہ تو نے خدا سے دعا مانگی ٹھہری ہوئی مدتوں کی اور گنتی کی ہوئی دنوں کی اور تقسیم کی  
ہوئی روزی کیلئے۔ خدا ہرگز جلدی نہ لاوے گا کسی چیز کو اُسکے ٹھہرے ہوئے وقت سے پہلے

اور نہ تاخیر کر گیا کسی چیز میں اپنے مقررہ وقت سے۔ اگر تو خدا سے مانگتا کہ تجھ کو دوزخ کے عذاب سے یا قبر کے عذاب سے بچا دے۔ تو بہتر اور افضل ہوتا۔

اسکا مطلب یہ ہے موت یا زندگی اور رزق کے وقت مقرر ہیں اور ہر شخص کیلئے خاص مدت مقرر کی ہوئی خدا کے پاس لکھی ہوئی ہیں۔ وقت مقررہ سے پہلے یا بعد میں ہوتی ہیں۔ ایسی بات کیلئے دعا کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ خود بخود اپنے وقت پر ظہور میں آئے گی اگرچہ ایسی دعا کرنا منع نہیں ہے۔ لیکن ایماندار کو چاہیے کہ اپنی منفرت کیلئے زیادہ دعا مانگے۔

ملاحظہ کیا جائے کہ خدا کے یہاں وقت اور مقدار روزی کی مقرر کی ہوئی ہے جو کہ غیب میں ہی اور غیب کا جاننے والا صرف خدا ہے۔ مقابلہ کرنے سے اگلے زمانے والوں کی تقدیر اور اس زمانہ کے پایا جاتا ہے بہت فرق۔ تقدیر میں کمی ہے۔ اور تقدیر کا بنانا والا خدا ہے لوگوں کا خیال ہو گا کہ بری اور بھلی تقدیر دونوں کا بنانے والا خداوند تعالیٰ ہے۔ خدا کی ناغوشی ظاہر ہو رہی ہے تقدیر کی کمی سے۔ خدا زابطہ اعمال کا انسان کے بموجب عمل دنیا کے بناتا ہے یعنی جو انسان دنیا میں عمل کر گیا اسکو قبل از وقت اپنے دفتر میں درج کر لیتا ہے۔ خدا نے انسان کو نفس دیا ہے اس کے نفس کا بھی کوئی فعل ہونا چاہیے اسی فعل کو خدا نے قاتلے درج کرتا ہے اپنی غیبی کیفیت سے یعنی سوا تخمیری انسان کی بنا کر ازل میں لکھ دیا جاتا ہے۔ بیشک خدا نے قاتلے کا ذاتی فعل ہے موت اور عمر کا بنانا۔ خدا نے فرمایا ہے کہ کسی قوم و انسان پر ظلم نہیں کرتا ہوں۔ اے انسان کا نفس ظلم کرتا ہے یہ فرمان الہی مصداق کرتا ہے ذاتی فعل کو نفس کے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُوْنَ یہ یقینی امر ہے کہ اسکو لوگوں پر ظلم نہیں کرتا ہے لیکن لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں یعنی اسکا نفس مصیبت میں

ڈالتا ہے۔

خدا نے تعالیٰ غلام کو پسند نہیں کرتا ہے۔ قوم فرعون بنی اسرائیل پر بہت ظلم کرتے تھے۔ بنی اسرائیل بھی نافرمانی کے مرتکب ہو رہے تھے۔ غور کیا جائے کہ بنی اسرائیل اور قوم فرعون دونوں کی بہت سخت آزمائش کی گئی۔ اسی طرح سے فی زمانہ برائیان امت محمدی میں بڑھتی جا رہی ہیں اور آزمائش کی سختی بھی ہو رہی ہے۔ مگر لوگ ابھی بیدار نہیں ہوئے ہیں۔ اوپر لکھا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کی تاریخ دو ہزار ہی ہے بنی اسمعیل یا امت محمدی کے ساتھ۔ خدا نے سورہ ہود میں فرمایا ہے۔

اگر آدمی کو چکھتا ہے اپنی رحمت کو اور پھر چھین لیتا ہے اس سے تو بیشک مایوس ہو جاتا ہے اور ناشکرہ ہو جاتا ہے۔

اور اگر چکھا دین اپنی نعمت کو بعد معنی لاحق کے  
یا تکلیف کے تب کہتا ہے درد ہوئی مجھ سے بڑا میاں  
(یعنی مصیبت اور تکلیف) تحقیق کہ خوش ہوا اور مغرور  
ہوا (نفس نے فاضل کر دیا شکر کرنے سے) جس کسی نے  
صبر کیا تکلیف میں اور نیک عمل کیا یعنی شکر کیا نعمت بے  
انصاف لوگوں کا گناہ معاف کیا جاتا ہے اور برے میں  
بڑا ثواب دیا جاتا ہے۔

(۱) وَلَكِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا  
رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ  
إِنَّهُ لَكَفُورٌ

(٢) وَلَئِنْ أَذَقْتُمُ الْفِتْنَةَ يَكُنْ لَهُمْ صُورَةُ  
مَسْكُونَةٍ لَّيْقُولُونَ هَذِهِ السَّيِّئَاتُ  
عَنِّي وَإِنَّهُ لَفِتْرٌ مِّنْ خَوْفِ  
إِلَآهِ الَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ  
وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ  
مَغْفِرَةٌ ۖ وَأَجْرٌ  
كَثِيرٌ

مسلمانوں کی تہم ایسا خیال کرتے ہو کہ دنیا میں فلاح پاؤ گے اور جنت میں داخل ہو گے حالانکہ گلوں کی مثال ویسی حالت ابھی تمہاری کہان ہوئی ہے کہ جب وہ



مصبیتوں و تکلیفوں سے پریشان ہوتے تھے تو گھبرا کر رسول اور ان کے ساتھی کو کہتے تھے کہ اللہ مدد کب کرے گا۔ اللہ کا حکم ہوتا تھا۔ اللہ کی مدد نزدیک ہے۔ یہ حالت اور فہمائش خدا کی ان لوگوں کیلئے تھی جو سچے مسلمان تھے۔ اس زمانے کے منہ بوسے مسلمانوں کیلئے خدا نے فرمایا ہے سورہ حدید رکوع ۲ میں: "کیا مومنوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا ہے کہ اللہ کے ذکر اور قرآن کی تلاوت سے جو برحق اُترا ہو۔ اُنکے دل دُرین اور اُن لوگوں (یہود و نصاریٰ) کی طرح نہو جو دین جنہر پہلی کتاب بُری پھر مدت کے گزر جانے کے بعد اُنکے دل سخت ہو گئے اور انہیں اکثر نافرمان ہو گئے" یہ زمانہ بالکل موجود ہے۔

قرآن مجید ایک بڑی نعمت مسلمانوں کے ہاتھ میں موجود ہے اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں۔ قرآن مجید اسی کتاب ہے جو کہ انسان کی زندگی کے غیبی بھید کو اور دنیا کے رویہ کے بھید کو بالکل کشادہ کرتی ہے۔ یہ مسئلہ رزق کا سمجھنے والے کیلئے بالکل کافی طور سے حل کیا گیا۔ مسلمانوں! ہر مسلمان کو لازم ہے کہ قرآن مجید کی روزانہ تلاوت کیجاوے مگر بغیر سمجھے ہوئے پڑھنا بالکل بیکار ہے کچھ شاید ذاتی فائدہ مند ہو مگر ایسے پڑھنے سے قوم کو فائدہ نہیں پہونچتا ہے۔ قرآن مجید کے دفعت کو سمجھنا اور یاد رکھنا اُس کے مطابق اعمال کو رہنمائی کرنے کیلئے ضروری امر ہے۔ سورہ قیامت میں خدا کے تعالے کا حکم ہے کہ سمجھ کر قرآن کو پڑھو۔ قَدْ اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنَّ اَكْبَرُ قُرْآنٍ مِّنْ ذٰلِكَ لَمَنْ يَّعْلَمُ اِنَّ اَكْبَرُ قُرْآنٍ مِّنْ ذٰلِكَ لَمَنْ يَّعْلَمُ۔ بیشک مطلب پڑھنے والے پر ظاہر ہو جائیگا۔

زبان عربی سے لوگ واقف عام طریقے سے نہیں ہیں۔ ترجمہ کے کلام مجید اس وقت جو بازار میں مل رہے ہیں وہ ضروریات کو نہیں رفع کرتے ہیں۔ بہتیرے مترجم قرآن میں

پہنچانین ہے۔ نذیر احمد کے ترجمہ کی لوگ تعریف کرتے ہیں اس ترجمہ میں نقص یہ  
 دیکھنے کی جگہ عبارت میں (سلیس اردو) مطلب ہے قرآن مجید کا ضبط ہو گیا ہے اس وقت  
 درست ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ ایسا ہو جو عام فہم ہو آسانی سے سمجھ میں آ سکے مصنف کی  
 اسلئے ہے کہ اس وقت بہترین ماہرین علم دین موجود ہیں۔ کلام مجید کا ایسا نسخہ تیار کریں  
 جو عام فہم ہو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ لفظی معانی جیسے ہیں ویسے رہیں مگر ہر رکوع کے بعد  
 نوٹ میں عام فہم مطلب ظاہر کیا جائے عام فہم زبان میں حسین مشکلات استعارہ و  
 تشبیہات حوالہ جات حل ہو جائیں اس طور سے تعلیم قرآن آسان ہوگی۔ مدرسوں میں  
 اور درسگاہوں میں قرآن مجید کے مطلب کا امتحان سخت لیا جائے۔

مرض کے علاج کیلئے تدبیر بھی لازمی فعل ہے۔ اس پر بھی توجہ کرنا چاہیے۔

تدبیر۔ نرسنگ یا تیمارداری ذات سے اور دوسروں سے ہوتی ہے۔ تیمارداری مرض  
 باطنی کے لیے دو قسم کی ہے ایک دعا دوسری تعلیم۔

دعا۔ یہ بہترین طریقہ علاج کا ہے مگر لوگوں کے اعتقاد میں بیماری آگئی ہے۔ اسکی  
 وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنی مصیبت میں یا اپنی خواہشات کیلئے دعا مانگتے ہیں اور ان کی  
 اُمید میں ناکامیابی ہوتی ہے۔ اب بطور مضحکہ کے ہو گیا ہے۔ بعض لوگوں کے خیال میں  
 اس قدر بے وقعتی اور بے قدری ہو گئی ہے کہ مذاقاً جملہ بولا کرتے ہیں۔ میں ایک جلسہ میں  
 موجود تھا کہ ایک حضرت نے اپنے دوست سے کہا کہ تمہاری دعا خدائے تعالیٰ کے یہاں  
 قبول نہیں ہوگی انھوں نے جواب دیا کہ دعا کی کوئی صلیت بھی ہے۔ دعا سے کبھی کچھ  
 حاصل ہوا ہے۔ صرف نام ہی نام ہے ہمارا کیا نقصان ہوگا۔ حالانکہ انھوں نے بہت  
 بڑی بددعا کی مگر انھوں نے پرواہ بھی نہ کی۔ میں نے کہا کہ تم خدا سے لاپرواہ ہو گئے ہو۔

خدا کے بندوں کو حکم ہے کہ دعا مانگو۔ ہم دینگے۔ مگر تم لا لائق بھی تو ہو دینے کے۔ نالائق کو کوئی کچھ نہیں دیتا ہے۔

دعا کے کیا معنی ہیں۔ چھوٹے کا بڑے سے مانگنا۔ اس سے عاجزی ظاہر ہوتی ہے۔ خدا کا حکم ہے کہ تم ہم سے دعا مانگو ہم قبول کرینگے اذْ عَوْنِیْ اَسْتَجِیْبُ لَکُمْ دَعَاکُمْ اَمَّا اَمَّا کَثِیْرٌ مِّنْ دَعْوَاکُمْ فَیَرْجُمُہَا فَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ خدا اپنے بندوں سے ایک خلوس دلی کے ساتھ اپنی تعریف اور بہت بڑی عبادت ہے۔ بیشک بہت درستی ہے خدا بندوں کو پیدا کرتا ہے اور پرورش بندہ کی عاجزی چاہتا ہے۔ بیشک بہت درستی ہے خدا بندوں کو پیدا کرتا ہے اور پرورش کرتا ہے پھر جو کچھ انسان دنیا میں کرتا ہے سب خدا کی طرف سے ہوتا ہے اگر اس کا نفس بیدار نہ ہو تو اس کی طاعت میں بھولتا ہے کیونکہ قرآن کو معلوم ہے اس کا رجحان۔ اگر کسی انسان کا نفس بھلائی کی طرف رجوع ہو تو اس کے لئے اس کو ہدایت دیتا ہے تاکہ اس کا نفس زیادہ بھلائی کی طرف رجوع کرے۔ سمجھتا ہے انسان کے میلان طبعیت کو۔ دعا مغز ہے کل عبادتوں کا۔ جیسے انسان کے جسم کیلئے سب جسمیں معزز بھرا ہوا ہے اس کے بغیر جسم نہیں رہ سکتا ہے۔ اور مغز کے حصہ میں خاص حصہ دماغ کا نکال لیا جائے تو انسان بالکل بیکار ہے۔ مغز حاکم ہے کل حرکات کا جسم کے۔ اسی طرح دعا عاجز و عظیم ہر کل عبادت کا۔ اس سے اس کی عاجزی ظاہر ہوتی ہے۔ جو شخص خدا کے سامنے دعا مانگتا ہے وہ اپنے کو نہایت ذلیل و خوار سمجھتا ہے۔ خدا بہت بڑا قادر دان ہے۔ وہ قدر کرتا ہے۔ اس سے اس کی عاجزی اور ضروری اپنی زبان میں ادا کرے۔ وہ جو مانگتا ہے خدا اس کے قلب کی صدا ہوگی۔ اور غیر ماہری زبان میں اس کے قلب کی گفتگو نہیں ہوگی۔

ذکر قلبی کو پسند کرتا ہے۔ اسی کو ذکر خالص کہتے ہیں۔ اس لیے خدا کے نزدیک دعا سے  
 بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے۔ انسان اپنی سختی اور بے مہیابی کے وقت خدا ہی سے  
 مناجات کرتا ہے۔ اور اُس کے قلب میں سکون اور تسلی پہنچتی ہے۔ بشرطیکہ خالص ہے  
 تب اُس کے دل کو سہارا اور ڈھارس بہت ہوتی ہے۔ خدا نے فرمایا ہے اَدْعُوا اللَّهَ وَآلَتُمْ  
 مُؤْمِنُونَ بِالْحَبَابَةِ دَعَا مَلِكُو الدُّرِّ اِیْسٰی کہ تم کو یقین ہوئے اُسکی قبولیت کا۔ اسی کو  
 دلی اعتقاد کہتے ہیں جب قدر آزمائش خدا نے تعالےٰ لے کر تا ہے دنیا میں تاکہ انسان خدا کے  
 سامنے عاجزی کرے کلام پاک دعاؤں سے لبالب ہے اور دعائیں وہ ہیں جو مختلف نبیوں  
 نے مختلف وقتوں میں خدا سے دعا مانگی تھی۔ ان دعاؤں کے درج کرنے کی کوئی ضرورت  
 نہیں تھی۔ ہم لوگوں کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دعا قرآن مجید میں درج نہیں  
 ہے۔ کیونکہ نبی درج ہے۔ چونکہ وہ زندہ تھے اور اپنی اُمت کو وہ دعا سکھاتے تھے۔  
 خدا نے تعالےٰ نے گذشتہ نبیوں کی دعاؤں کو درج کیا کہ بندے ان دعاؤں کے ذریعے  
 اپنے پروردگار کو مخاطب کریں۔ الفاظ ان دعاؤں کے ضرور مرغوب خاطر ہونگے۔ گویا  
 بندوں کو سکھانے کے لیے۔ جتنے بزرگان دین نے دعائیں عربی زبان میں تصنیف کی  
 ہیں انہیں اُصول پر یعنی خدا کی تعریف اور بندے کی عاجزی۔ دعا کیلئے ضروری امر ہے  
 کہ نیک بندہ ہوئے ہر اوصاف سے۔ عَلُوا الصَّالِحِیْنَ ہوئے تَقْوٰی الْقُلُوْب رکھتا ہو صرف  
 نازوں سے نیک بندہ نہیں ہو سکتا اور نہ دعا کی قبولیت کا مستحق ہو سکتا ہے۔

**طالِبُ عَا۔** دعاے مغفرت اور دعاے حاجت کا خواستگار ہوتا ہے۔ دعاے مغفرت  
 کیلئے ہمیشہ کا حکم ہے اور یہی آنحضرت صلیعہم کا بھی حکم ہے۔ جب وقت مغفرت کا آوے گا تو  
 دعا کا خیال ضرور کیا جاوے گا۔ دعاے حاجت مرق کیلئے یا آفات ناگہانی سے بچنے کیلئے

ہوتی ہے۔ دعا کے اذکار خدے تعالیٰ نے تمام کلام پاک میں جا بجا فرمایا ہے اتقوا  
اللہ وعلموا الصلوات جو حضرات ان دو اوصاف کے حامل ہیں انکی حاجتیں خود بخود  
پوری ہوتی جاتی ہیں۔ ایسے لوگوں کو خدے نے وعدہ کیا ہے فلاح پانے کا۔ وہ ضرور پانے  
ہیں۔ سورہ بقرہ رکوع ۲۲۔

قبول کرنا ہے خدے تعالیٰ یا سنتا ہے دسوت دعا کو  
جبکہ کوئی دعا مانگتا ہے پھر قبول کرنا ہے اسکی دعا کو  
کہ حکم پر خدا کے چلتا ہے اور سچا ایمان رکھتا ہے اس طرح  
کیک اہ انکو مل جاتی ہے۔

اُجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا  
فَتَكُنْ مِنَ الْمُجِيبِينَ  
لَهُمْ  
يَوْمَئِذٍ وَنَّ

اس حکم پر غور کیا جائے کہ قبولیت دعا کیلئے خدے تعالیٰ نے شرط لگا دی ہے۔  
ایک فرمانبردار خدا ہونا چاہیے۔ دوسرے سچا ایمان رکھنا چاہیے کیا فی زمانہ اطاعت  
یا فرمانبرداری ہے؟ آزمائش کے زمانہ میں خدا کی رضا کی تلاش کی کوشش میں ہے  
اور یہ نیک کرداری سے حاصل ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں زیادہ تعداد لوگوں کی باطنی  
بیماری کے اثر میں ہے یعنی صاف نے بان میں ہر شخص کا دل و دماغ ماؤنٹ و ملبوس ہو رہا  
ہے بڑائیوں سے ایسے شخص کا ایمان کیونکر سچا ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگ کیونکر قبولیت  
دعا کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ مقدم ہے کہ اپنے کو لائق بناوے۔ خدے تعالیٰ نے قبولیت  
دعا کے بارے میں فرمان دیا ہے۔ وہ درج ہے۔

پس جب خدا پاتا ہے تب دعا کو قبول کرنا ہے۔ جہاں  
چیز کیلئے مانگتے ہو۔

فَتَكُنْ مِنَ الْمُجِيبِينَ  
إِنْ شَاءَ

سورہ بقرہ رکوع ۲۲۔

وَعَلَىٰ أَنْ تَحْبُوا سُبْحًا وَهُوَ  
سُبْحٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ  
لَا تَعْلَمُونَ ۝

(جس چیز کیلئے دعا مانگتے ہو) اور شاید وہ چیز کہ جس کو  
تعماد مل چاہتا ہے وہ چیز مجری ہے تمہارے لیے۔ اور  
خدا سے تمہارے جاننا ہے۔ اور تم نہیں جانتے ہو۔

مثلاً ایک بیمار بچہ دودھ کیلئے چنیتا ہے اور چلاتا ہے مگر اسکی مان دودھ نہیں دیتی  
ہے چونکہ معالج نے منع کیا ہے کہ دودھ مضر ہوگا۔ خدا کا رشتہ ویسا ہی ہے انسان کے  
ساتھ جیسے بچہ کو اپنی مان کے ساتھ اور مان کو بچہ کے ساتھ۔  
لوگ خدا سے دعا مانگتے ہیں اور مراد کے نہ پورے ہونے پر گھبرانے لگتے اسکے بارے  
میں خدا نے فرمایا ہے۔

وَسَيَدْعُو الْإِنْسَانَ بِالشَّيْرِ  
مُعْتَصِمًا ۚ يَا لَيْتَهُ دَكَانَ الْإِنْسَانَ  
نَجْوً ۝

انسان دعا مانگنے لگتا ہے بڑی سلی جبکہ دعا کی قبولیت  
میں دیری ہوتی ہے جیسے دعا بھلائی کی مانگتا ہے  
انسان بہت جلدی باز ہے۔

خدا کی نعمائش ہے کہ قبولیت دعا میں دیری ہو تو اس میں گھبراتا نہ چاہیے یعنی آمین  
جلدی نہ کرنا چاہیے۔ خدا نے تمہارے انتظامات بہت بڑے وسیع ہیں اور وہ دعا جو  
مانگی جاتی ہے شاید خلافت انتظام ہو۔ اسلئے اسکی رضامندی چھوڑنا چاہیے۔

خدا نے تمہارے حاجت مندوں کی اور مضطر کی و مظلوم کی دعا ضرور قبول کرتا ہے۔  
ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ خدا کو کسان پاؤں کی  
آنحضرت نے فرمایا کہ بقیارون اور قرضداروں کے پاس ہوتا ہے۔ حضرت یثربہ نے اپنا  
مال و اسباب سب خیرات کر دیا۔ سولے ایک وقت کی غذا کے اور کچھ نہیں رکھا۔ اور تمام  
وقت عبادت میں اور تضرع میں صرف کرنے لگین اس خیال سے کہ خدا میرے نزدیک

ہوگا۔ خدا نے سورۃ اعراف میں فرمایا ہے۔

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَ  
خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يَحِبُّ الْمُعْتَدِلِينَ  
وَلَا تُفْسِدُوا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ  
اِحْسَانِهَا ۚ وَاَدْعُوهُ خَوْفًا وَ  
طَمَعًا ۚ اِنَّ رَحْمَةً اللّٰهِ فَتْرٌ يَّوْمَ  
الْحُسَيْنِ ۝

پکارو اپنے رب کو گڑبگڑ اور (مُتَوَكِّرًا) اور چپکے چپکے دعا  
مانگو خدا کو بے اعتدال نہیں معلوم ہوتا ہے جو کہ حد سے اپنی  
دعا میں بڑھ جاتا ہے۔ ملک میں فساد نہ مچاؤ، مسلمان  
ہر حال کے بعد۔ اور پھر دعا مانگو اللہ سے ڈر کر کے  
اور امید کر کے پس تحقیق کہ خدا کی رحمت سب پر ہوئی  
ہے نیک عمل کرنے والے کے۔

یہ فرمان سکھاتا ہے جو یاد رکھنے کے قابل ہے۔

(۱) عاجزی سے دعا مانگو۔

(۲) دعا حد سے یا اعتدال سے بڑھ کر نہ مانگو۔

خدا نے حد میں بنادی ہیں جو کہ یہ ہیں۔ ایک تو اپنے احاطہ حد میں رکھا ہے۔  
دوسرے حد بنادی ہے۔ فرض کیا جائے کہ انسان دعا مانگے کہ ایک لاکھ  
روپیہ لائے یا تین سو لاکھ لے۔ اس کو خدا نہیں پسند کرتا ہے اسی دعا کو خدا بھی نہیں  
قبول کرتا۔ اے اللہ! اللہ! یا تیرے شریعت سے منع کر دی ہیں انکی دعا ہرگز قبول نہیں  
ہوگی۔ دوسری مثال کوئی غائب علم دعا مانگے کہ سول سرور کے امتحان میں اول ہوؤں  
یہ دعا احاطہ حد و خدا نے کہا ہے کہ اس کا تعلق ہے مگر اندر سوال کے ہے یا  
اس کے لیے اس قدر رزق لکھا گیا ہے یا نہیں دوسری بات کہ اس قوت کی نعمت اس کے  
دماغ میں عطا ہوئی ہے یا نہیں اگر اس حد کے اندر ہی تو اسکی دعا ضرور قبول ہوگی پھر  
خدا نے تعادل سے باہر کی بات کو پسند نہیں کرتا ہے جیسے جو شخص ہمیشہ

نافرمانی خدا میں رہا اسکی دعا قبول نہیں ہوگی جسکی موت کا دن وقت مقرر ہے اُس سے بڑھکر زندگی کی دعائیں قبول ہوگی۔ دعا کے ناکامیاب ہونے سے مایوس نہونا چاہیے خدا کی مصلحت اور رضا پر چھوڑنا چاہیے۔

(۳) خدا نے سکھایا کہ جب ملک میں امن و در دین اسلام کی تعلیم پوری ہوگئی تب بیہی پھیلائے کو منع کیا اسی حالت میں بھی دعا قبول نہیں ہوگی۔ اس زمانہ میں بالکل بے دینی پھیلتی جا رہی ہے مثلاً شراب خواری۔ سود خواری۔ زنا کاری۔ دروغ گوئی۔ خیانت وغیرہ وغیرہ حد سے زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ بالکل مایوسی کی حالت میں ہے اور افسوس کا وقت ہے تب قبولیت دعا کی اُمید کیونکر ہو سکتی ہے۔ سورہ مومن رکوع ۴ میں ہے وَمَا دَعَا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۔ دعا نافرمانوں کی قبول نہیں ہوتی ہے۔

(۴) پھر خدا نے تعالے نے سکھایا ہے کہ خدا سے طلب کرو کسی بات کو دل میں خوف خدا رکھ کر اور پانے کی اُمید خدا سے رکھ کر جیسے بیٹا اپنے باپ سے مانگتا ہے وہ اپنے باپ کا خوف بھی رکھتا ہے اور اُمید بھی رکھتا ہے پانے کی۔

جسکے دل میں درد اسلام ہے اُسکے دل میں ضرور افسوس کا اثر پیدا اسکے پڑھنے کے بعد ہوگا۔ کہ ہائے۔ ہم لوگ اپنی بڑی خصلتوں کی وجہ سے اس لائق بھی نہ رہے کہ خدا ہماری دعا بھی قبول کرتا۔

قوم نائن کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔

خدا راہ نہیں دکھاتا ہے سیدھی اُنکو جو کوئی حد سے

زیادہ بھوٹا ہو۔

(۱) لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

(۲) لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِئٌ

(سورہ مریم ۷)

كَذٰبٌ

درا حکام اسی حسین خدا نے تعالے نے صاف کر دیا ہے اسوقت کی حالت کو۔



سورہ نور - رکوع ۶ -

(۱) جو لوگ کہتے ہیں ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ اور رسول پر اور اطاعت کرتے ہیں اور پھر اسکے بعد انہیں سے ایسے لوگ ہیں جو اپنی قوم سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ وہ مومن نہیں ہیں۔ چونکہ اطاعت انکی ظاہری ہے اللہ تعالیٰ اعمال سے خوب واقف ہے (۲) جو لوگ اللہ کے حکم سے لاپرواہ ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ انپر آفت نہ آئے یا عذاب الیم نازل نہ ہو۔ تم جس روش پر ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ جب لوگ اللہ کے پاس واپس بلائے جائیں گے تو انہیں انکے اعمال سے پگھلا کر دیکھا۔ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

ایسے ہی بُرے لوگ آجکل ہو گئے ہیں۔ منہ بوئے مسلمان ہو گئے۔

**مسلمانو! اگر تمہارے دل میں دردِ اسلام باقی ہے۔ اور اگر درحقیقت اسلام کی بقا چاہتے ہو جو کہ اپنی جہالت کی وجہ سے۔ چونکہ دستِ عدل خیر مادی زبان میں ہے اور ملاؤن نے غلط تعلیم دیکر توجہ کو نجاست میں ڈھوپ دیا ہے۔ اسلیئے عزت، دولت، سلطنت، لیاقت و علم، قوت دماغ یا ذہانت، قیمتِ غرض سب کچھ کھویا۔**

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ  
خدا کسی قوم کی ماراوت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود نہ بدل دے مالِ اہل بیت کو غیر راہ مل کر۔

اب بھی پیدا ہو اور نجاست کو دھو ڈالنے کی کوشش کر رہا۔ اور اب بھی اصلاح کرو۔ اگر خدا کے سامنے سرخرو اور نیک بندہ بنتا چاہتے ہو خدا ایسے حکم کو سب لاؤ۔  
لَا تَقْرَبُوا أَمْوَالَهُمْ مِمَّا رَزَقُوا بِغَيْرِ الْيَدِ الْمَعْرُوفَةِ  
کہ ظاہر اور باطن میں ہے۔

مغرب نسخہ واسطے استعمال کے دیا جاتا ہے۔ اسکے استعمال کرنے سے ساری نجاست دور ہو جائے گی۔ قبل اسکے کہ نسخہ بنایا جائے خدا کے حکم کو سب سے پہلے بجالاؤ۔ خدا کا حکم ہے سورہ نور رکوع ۴۰ میں۔

سب کے سب مگر اللہ کے حضور میں توبہ کرو تا کہ  
فلاح پاؤ۔

لَوْ بَوَّلَا لَإِنَّ اللَّهَ جَمِيعًا آيَهُمَا  
الْمُؤْمِنِينَ لَعَذَابُكُمْ فُلْجُوتٌ ۝

سب ملکر توبہ کرو تب نفع ہوگا صرف تنہا توبہ کرنے کی اپنی ذات کیلئے مفید ہوگا۔ مگر دنیاوی فائدہ حاصل نہیں ہوگا اسکے لیے سب جمع ہو کر توبہ کرنے کی ضرورت ہے جب ہی فائدہ کی امید ہو سکتی ہے۔ دوسرے حکم پر خیال کیا جاوے سورہ نسا رکوع ۲۰ میں۔

مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت درست کر لی اور  
اللہ کو مضبوط پکڑا اور اللہ کیلئے اپنا دین خالص کر لیا  
تو پھر یہ لوگ مومنین کے ساتھ رہیں گے۔ اللہ مومنین  
کو بدلہ بہت بڑا دین و دنیا میں دیگا۔

إِنَّ الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا  
بِاللَّهِ وَاتَّخَذُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ  
مَمَّا الْمُؤْمِنِينَ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ  
الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

خدا کے پاس دین و دنیا دونوں ہے اور دونوں کی خواہش کرنی چاہیے۔ اگر سب مسلمان ملکر شرع پر چلنے لگیں اور ہمیشہ اس پر قائم رہیں تو خدا دونوں چیزیں عطا کرے گا۔ خدا نے سورہ نور رکوع ۷۰ میں وعدہ کیا ہے۔

(۱) جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور  
پرہیز کر کے چلتے ہیں وہی مراد کو پہنچتے ہیں۔

(۲) لوگو۔ تم میں جو مومن نیک عمل کرتا ہے اُن سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ۔ کسی  
بادشاہت دینے کو (لِيَسْتَخِفَّهُمْ فِي الْأَرْضِ) حاکم ملک کا انہیں اُس طرح دینا جس طرح

اُن سے پہلے کے لوگوں کو عطا کیا تھا۔ بیشک یہ حکم ثابت ہوا کہ کتنی سلطنتیں انحضرت  
صلعم کے وقت اور اُن کے بعد حاصل ہو گئی تھیں۔ تبھی انہوں نے تم بھی خواہش کرو  
حاصل کرنے کی۔ دیکھو حکم سورہ فرقان رکوع ۴۔

مگر جس نے توبہ کر کے ایمان کو درست کیا اور نیک  
کام کرنے لگا تو اللہ اسکی بڑائیوں کو بھلائیوں سے

بدل دیگا اللہ بخشنے والا مہربان ہے جو شخص توبہ  
کر کے نیک کام کرنے لگتا ہے پس وہ پھر تائب اللہ

کے ثواب کی طرف بہت اچھی طرح۔۔۔ سے رجوع ہو کر۔  
جو لوگ نمازوں کے پابند ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

(یہ مالدار کیلئے ہے) اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں  
ہی لوگ ہدایت پاتے ہیں اپنے رب کے اور یہی لوگ

ظلال پائے والوں میں ہیں۔

(۱) اِنَّ مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

فَاُولٰٓئِكَ يَرْفَعُ اللّٰهُ دَرَجَاتٍۭ لَهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ

وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَ مَن تَابَ وَعَمِلَ

عَمَلًا صَالِحًا فَاِنَّهُٗ يَتُوْبُ اِلٰی اللّٰهِ

مَتَابًا ۝

(۲) اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ

اَللَّزْكٰوةَ وَ هُمْ بِآيٰتِ خُرُوْجِ هُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝

اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اس زمانہ کے اعتقاد میں کیا نقص ہے۔ لوگوں کو یقین آخرت نہیں ہے یعنی خوف

سزا و جزا آخرت کا دل میں نہیں ہے یہ خوف اعمال شریعت سے حاصل ہوتا ہے۔

شریعت کیا چیز ہے۔ سب لوگ اس لفظ سے واقف ہیں یعنی احکام الہی اور

ہدایات رسول کے مطابق عمل کرنا یعنی ہر حرکات و سکنات و افعال شریعت کے

مطابق پیرو رہنا۔ احکام الہی قرآن مجید میں ہیں۔ ہدایت رسول کی معتبر حدیثوں

میں ہے۔ اگرچہ اس میں بہت سی حدیثیں ہو گئی ہیں مگر تو بھی معتبر حدیثیں موجود ہیں۔

فہم۔۔۔ بمعیت ربانی یا شریعتی ہے۔ اسی کے استعمال سے زنگ یا سیاہی جو قلب میں

ہمگی ہے اسکو دور کر دیگی بیعت شریعت کے مطلب ہیں کہ خدا کی حضور میں عاجزی سے  
اقرار کرے اور معاہدہ کرے۔ اور اس پر اپنی زندگی کا بالکل دوزیر اور منبوطی سے رکھے اور  
قائم رہے۔ قبل درج کرنے الفاظ بیعت شریعت کے فرمان الہی جو اس کے باطن میں بہت  
درج کیا جاتا ہے۔ سورہ مائدہ رکوع ۶۔

سبھوں کیلئے ہم نے شریعت کا کھلا سہارا نہ مقرر کر دیا  
ہے اور اگر اللہ جانتا تھا تو ہم کو ایک ہی گروہ میں بناتا۔  
لیکن وہ اپنے دیے ہوئے احکام میں تم کو آواز دانا چاہتا  
ہے۔ پس اے مسلمانوں تم نیک کاموں کی طرف سبقت  
کرو۔ یعنی شریعت کے پابند ہوئے کی خواہش کرو۔ اللہ  
ہی کی طرف تم سب کو جاتا ہے۔

قائم رکھو نماز کو کام کرو و شرب کے مطابق اور بچاؤ  
سے صبر کرو مصیبت پر۔

یہ نخبہ بیعت شریعت جس کے لیے حکم خدا نے دیا ہے جو کہ ہمیشہ مجرب ہے ہم اسی سے مستمال  
سے دین و دنیا اور ساری زندگی کے مطلب حاصل ہوتے ہیں۔ خدا نے فرمایا ہے۔

اللہ کا وعدہ سچا اور بیت انجیل و قرآن میں درج ہے  
اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدہ کا پورا کرنا کوئی اور نہیں ہے  
اس بیعت کے سونے پر جو ہم نے اللہ سے ساتھ کیا ہے  
اس سود سے پر خوشی کرو یہی سودا تم کو باراد کو  
پیش کیا ہے۔

(۱) لَئِنْ جَعَلْنَا مِثْقَلَكُمْ ذَرَّةً مِّن مَّا نَحْنُ  
بِقُدْرَةٍ لَّجَعَلْنَا لَكُمُ امَّةً  
وَلَا مِسْقَةً وَ لَئِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّيْسَ لَكُم مِّنْهُ  
مَتَاعٌ لَّخَسِبْتُمْ فَاتَّبِعُوا الْاٰخِثِيْنَ  
اِلٰى اللّٰهِ مَن جَعَلَ

(۲) اَتِمُّوا الصَّلٰوةَ وَ آتُوا مِمَّا بَلَغْتُمْ مِّنْ وَّدْعِ اللّٰهِ  
عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اضْيِئْ عَلٰى مَا اَصْبَابُكُمْ (سورہ لقن ۱۱)

وَ عَدًّا عَلَيْكَ حَقًّا فِي النَّوْرِ وَ لَا يَخِيْلُ  
وَالْمُتَّحِينَ وَ مَن اَوْفَى بِعَهْدِهِ مِثْقَلِ  
اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي  
تَابِعْتُمْ فِيْهِ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ  
الْعَظِيْمُ (سورہ توبہ)

## بیعت شریعت

مسلمانوں یا انعامدہین ہمیشہ کے وقت پڑھنے کے بعد کہ خدا کے سامنے پڑھتے ہیں۔  
 (۱) سلسلہ پروردگار۔ اپنے ایمان میں اور تیرے رسول کی اطاعت میں اور قرآن پاک میں  
 کچھ فرق نہیں کریں گے کلام پاک کو اپنا نصیب العین رکھیں گے۔ تیری رضا کو ہمیشہ حاصل کرنے میں  
 کوشاں رہیں گے۔ تیرے کسی حکم و ہدایت کی بے وقعتی یا نافرمانی نہیں کریں گے۔ اور احکام  
 شریعت کے پابند رہیں گے۔ حصول دنیا میں رزق طیب حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور  
 برکات و رسومات غیر شریعت جتنے دین میں داخل کر دیے گئے ہیں اور تیرے نام کے ساتھ  
 شامل ہو گئے ہیں اُن سے بچتے رہیں گے۔

(۲) اے خدا۔ زبان سے نہیں نکالیں گے غیبت۔ بدگمانی۔ دروغ گوئی۔ شکوہ و شکایت  
 چغلی خوری۔ بدگوئی۔ بہتان۔ سخن مہینی سے۔ جتنی اخلاقی برائیاں ہیں اُن سے بچتے رہیں گے  
 (۳) اے خدا۔ تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ تو بچا چھ کو نفاق۔ حسد۔ کینہ۔ شاک۔ گمراہی۔  
 بد باطنی غفلت۔ مقدمہ سازی مسلمان سے اور خیانت دینی و دنیاوی۔ چوری۔ دغا بازی  
 فریب۔ وعدہ خلافی۔ ناحق والی زاری۔ بددیانتی سے۔

(۴) اے خدا۔ بچا لا پر وہی دین کے اعمال سے اور پست ہمہ اعمال دین کے بجا لے۔  
 (۵) اے خدا۔ میرے دل کو زیادہ مستقل بنا۔ خلوص دلی میں اپنے ظرف اور توکل صبر  
 شکر۔ رضا۔ قناعت۔ حیا۔ ہمدردی و تحمل میں۔

(۶) اے خدا۔ تمہارا حاضر ناظر سمجھا۔ اقرار کرتا ہوں کہ تیرے حکم کی پوری تابعداری کروں گا  
 ان باتوں میں محبت اعضا و ادائیگی حقوق قیود و فرمانبرداری۔ اور ان کی بجا آوری۔

بیکسوں پر رحم۔ قصور و ن کی معافی۔ مسلمانوں کے اصلاح حال کی کوشش حتیٰ المقدور۔  
اور مسلمانوں کی بھی خواہی تھے المقدور۔ مسلمانوں کے آپس کے تنازعات میں صلح کرانا۔  
(۲) مستورات بھی اسی طور سے اپنی جماعت قائم کر کے بیعت شریعت کا معاہدہ کریں  
مگر ان کے لیے مزید معاہدہ کی ضرورت ہے۔

(۱) اے خدا پناہ دے۔ حیلۃ یا صراۃ شرک سے۔ رسومات شادی غلامت شمع سے  
اور اعتزاز کے مرتبے پر چینی و چلانے سے بجز آنسو بہانے و صبر کے۔

(ب) اے خدا ہم اپنے کو ملزم نہ بنائینگے مزارون کی پرستش مثلاً چادر پھول یا کپڑے کی  
چڑھانے سے اور مزارون کا چلہ مزارون پر باندھنے سے اور گالیاں یا بدزبانی غلامت شمع سے  
(ج) اے خدا ہم کو مرتکب گناہ نہ بنا آواز دار زیور کے پہننے سے (سورہ نور) اسلامی  
پردہ توڑنے سے۔ بُرے فعل و اعمال کے کرنے سے۔

(د) اے خدا یا ز رکھ شوہر کی نافرمانی کرنے سے۔ شوہر کو ناخوش کرنے سے جو کہ باعث  
ناخوشی تیری ہو اور اس فعل سے کہ جس سے شوہر کی ناخوشی اور رنجش پیدا ہووے اور بیوہ  
بہنوں کے دوسرے نکاح کرنے میں مضحکہ کرنے سے اور روکنے سے۔ بیعت شریعت کیلئے  
اپنے دل کو خالص بنانا ضروری و لازمی ہے بغیر اسکے بالکل بیکار ہو غلو ص دلی اپنے دل میں  
ساتھ خوف خدا کے پیدا کرے۔ یہ خیال کرے کہ دنیا میں آزادی ہے مگر آخرت بھی ہے  
وہ ان کی حالت کا خوف رکھے۔ سمجھ کر کہ آخرت آخری ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ اس  
دنیا میں دنیا میں جب تک زندگی ہے تب ہی تاک ہے۔ بعیث شریعت کیلئے مضبوطی قلب کی  
ضرورت ہے۔ کیسی ہی حالت ہو جاوے دین کو مضبوطی سے پکڑے رہینگے اسی کو خدا سے  
تواضع کرنے فرمایا ہے اور اچھے نصیب لینے کے۔ سورہ جن رکوع ۱۔

وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ  
حَطَبًا ۖ وَأَن لَّوِ اسْتَغَامُوا عَنكَ  
الْظُّلُمَاتِ لَا يَسْقِيَنَّهُمْ مَاءٌ غَدَقًا  
لَّيْسَتْ لَهُمْ فِيهِ وَمَن يُعِضْ عُن  
فُكِرَتْ بِهِ يَسْكُكُهُ  
عَذَابًا  
صَعْدًا ۖ

جہنم میں اپنے اور اپنے انصافی کی برائیاں کر کے  
دوزخ کے ایندھن آگ میں چلیں گے۔ اور جو کہ مغیروں کا نام  
ہیں یہ سیدھی راہ دین اسلام پر تو ہم ان کے کسیت کو پانی  
کی کثرت سے نہ بہا سکتے ہیں۔ آگ آگ سے ہم انکو  
کٹا دے گی رزق سے۔ اور جو کوئی اپنے رب کی یاد سے  
(یعنی قرآن سے) پرہیز کرتا ہے (یعنی کلمہ پیرتا ہے)  
تو اسکو عذاب میں داخل کر دیں گے۔

**دینی بھائیو اور بہنو۔** دنیا کے لغو حوصلے و لذات و خواہشات وغیرہ جو کہ  
ایک دوسرے کے دیکھنے سے پیدا ہو رہے ہیں انکو چھوڑ دو۔ انکی طرف توجہ نہ کرو۔ خدا  
کا خوف دل میں پیدا کرو۔ دین کو خالص بناؤ اور مضبوط پکڑ لے رکھو۔ فرمان خدا کو یاد رکھیے  
رہو (خدا نے فرمایا ہے لَا سَقَيْنَهُمْ مَّاءً غَدَقًا) سرشت گنتی کے گناہوں سے پاک ہو کر  
عبادت میں مشغول ہو۔ عبادت درحقیقت ایمان تصدیق بات ہے۔ اس کے بعد اس کے بعد  
نام ہے وہ ہمیشہ رعیت سے حاصل ہوتی ہے۔ خدا کا وعدہ ہمیں بھلائی کرنے کا ہے۔ بھلائی تاجدار  
سے حاصل ہوتی ہے۔ خدا کا وعدہ ضرور پورا ہوتا ہے۔ اَلْمَسَاكِينُ عِنْدَ ذٰلِكَ لَیْسَ لَهُمْ شَرٌّ  
لیا گیا ضرور واقع ہوگا۔

## وعدہ خدا

۱۔ اَن یَّعْزِمَ اللّٰهُ فِیْ شَئْءٍ بِكُمْ  
حٰزِمًا یُّؤْتِیْكُمْ حٰزِمًا مِّمَّا اَخَذَ  
مِنْكُمْ وَیَعِیْضُ لَكُمْ وَاللّٰهُ عَفُوٌّ

۱۔ اَن یَّعْزِمَ اللّٰهُ فِیْ شَئْءٍ بِكُمْ  
حٰزِمًا یُّؤْتِیْكُمْ حٰزِمًا مِّمَّا اَخَذَ  
مِنْكُمْ وَیَعِیْضُ لَكُمْ وَاللّٰهُ عَفُوٌّ

الْحَيِّمُ ۝

سورہ ناس رکوع ۲۲۔

(۲) فَأَمَّا الْإِنِّینَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصِمُوْا  
بِمِمْسَیْدِ خَلْقِهِمْ فِی رَحْمَةِ مِنْهٖ  
وَفَضْلِ وَیَسْجِدْ یَمُوْا لَیْسَ صِرَاطًا  
مُّشْتَبٰیًا ۝

(۳) یُعٰیذُ اللّٰهُ کُلَّامٍ مِّنْ سَعٰیۃ ۝ فَا  
كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَکِیْمًا ۝

(۴) اُوْثِقُوْا الْعِصْمَیْ اُوْثِیْۃً یَّسْجِدُ لَکُم

اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور مضبوط  
پکڑے ہوئے ہیں قرآن کو (یعنی اس پر عمل کرتے ہیں)  
تو ہم داخل کریں گے اپنی رحمت اور فضل میں۔ اور راہ  
دکھا دیں گے ان کو یہی راہ کیسے۔

خدا ہر ایک کو غنی کر دیگا اپنی بخشش سے بیشک  
خدا فراخی بخشنے والا زبردست ہے۔

وعدہ کو پورا کر دے ہم وعدہ کو پورا کریں۔

اس کتاب میں سراط مستقیم کی ہدایت پانے کے مضامین لکھے گئے ہیں یہ فرمان نمبر ۲  
ظاہر کر دیتا ہے کہ ہم لوگوں کو سراط مستقیم کی ہدایت نہیں مل رہی ہے چونکہ ہم لوگ  
قرآن پر عمل نہیں کر رہے ہیں اور نافرمان خدا ہو رہے ہیں۔ خدا نے فرمایا ہے۔

تَبٰرَکَ الَّذِیْ لَا یُؤْتِیْ مَنًّا ۝ پھر دور ہوتی ہے خدا کی رحمت قوم بے ایمانوں سے۔

**مشاہدہ۔** اس زمانہ آزمائش میں ہم لوگوں کو چاہیے کہ صبر کے حکم کو پورا ادا کریں  
اور سعیت شریعت کے مطابق اپنی رفتار کو رکھیں۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ خدا نے فرمایا ہے  
کہ یٰۤاٰیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا مَنَّا فِیْ سَبَیۡلِ ۝

بے جا بحث نہیں ہوگی اگر گزشتہ زمانہ یعنی دو تین سو برس قبل کے مسلمان اور  
اسکے قبل کے مسلمان یا ابتدائے اسلام کے مسلمان کیلئے یہی دستور العمل تھا جو آج کل کے  
مسلمانوں کو ہے۔ تو پھر قسمت میں اس صدی کے مسلمانوں میں کیوں اس قدر تغیر واقع ہوا ہے



تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگلے زمانے کے مسلمانوں کی قسمت اور تقدیر بہت اچھی تھی۔  
 امر میں آسانی اور کامیابی دینی و دنیاوی دونوں صورت میں تھی۔ اب یہ بات چل  
 رہی ہے۔ اگلے زمانے کے لوگوں میں باطنی بیماری نہیں تھی۔ اس زمانہ کے مسلمان بالکل  
 باطنی بیماریوں سے ماؤت ہوئے ہیں اگر ایسی ہی حالت رہی اور بڑھتی گئی بغیر کاوش کے  
 تو آئندہ کی نسلیں بالکل بے دین ہو جائیں گی۔ مسلمانوں کا زمانہ آنحضرت کے وقت اور بعد  
 اُس کے دیکھا جائے کہ جس وقت اسلام شروع ہوا نہایت غربت سے شروع ہوا اس وقت مسلمان  
 ہونا کوئی آسان و معمولی بات نہیں تھی۔ ہر قسم کی تکلیفات جان سے مال سے نقصان اٹھاتے  
 تھے اور صبر کرتے تھے۔ خدا و رسول کی محبت دل و دماغ میں بسی ہوئی تھی۔ خدا و رسول پر  
 قربان تھے۔ اپنے کل کاموں میں صادق تھے۔ خدا پر بھروسہ اور توکل کرتے تھے۔  
 اطاعت اور اسلامی خدمات کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا۔ اُس زمانہ میں اس نے  
 مذہب و اسلام کے سارے جہان کے لوگ دشمن ہو رہے تھے۔ ان حملوں کو صبر کے ساتھ  
 برداشت کرتے تھے۔ خدا نے کہا ہے ﴿بَارِئًا جَبَّارًا﴾۔ اُن کے صبر کے اجر میں  
 آگے کی آئیوالی نسلوں نے فائدہ اٹھایا۔ اُن کے صبر کے اجر میں اُسی قسم کی تقدیر کو خدا بناتا  
 تھا۔ برعکس اس کے جو موجودہ صدیوں میں ہو رہا ہے۔ اگلے کے نافرمانی کی وجہ سے رفتہ  
 رفتہ تقسیم رزق و تقدیر کو گھٹاتا گیا اس زمانہ میں کمی تقدیر کا احساس ہو رہا ہے۔ اور  
 جیسے جیسے زمانہ بے دینی کا گزرتا جائیگا ویسے ویسے تقدیر میں کمی ہوتی جائیگی۔ خدا  
 تعالیٰ منافق کو یا فاسق کو پسند نہیں کرتا ہے۔ حضرات دنیا پرست کا اعتراض ہے کہ خدا  
 تعالیٰ تقسیم رزق میں درمیان مومن و غیر مومن (کافر و مشرک) فاسق) میں تفریق نہیں  
 ڈالتا ہے۔ بیشک قابل قبول اعتراض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم دیگر امتوں کی

صرف ہندو بولے یا کسی مسلمان ہو گئے ہیں اور خدا کو اسلام کا مٹانا منظور نہیں ہے اس لیے کسی مسلمانوں کا تذکرہ کر رہا ہے تاکہ بیدار ہو دیں۔ حق کو پہچانیں۔ اپنی درستی کریں اور حقیقی مسلمان بنیں۔

مسلمان تو یہاں سے یہ بیدار ہوئے کا زمانہ ہی یعنی شدت کی آزمائش کا زمانہ ہے ہر کے مسلمانوں کی بد بختی کی نشانی کا اظہار ظہور میں آ رہا ہے۔ جبکہ زینت دنیا لوگ بھی دوسرے قسم کی آزمائش میں مبتلا ہیں۔ یہ مصلحت خدا خاص کر نبی کی کے ساتھ ہے جو کہ مطلب سے خالی نہیں ہے۔

اگر مسلمانوں کی حالت کی اس زمانہ میں جو کہ مثل سیلاب کے بڑھتی جا رہی ہے اور نہایت خرابی کی حد کو پہنچ چکی ہے اگر تخمینہ کیا جائے تو غالباً پچھتر فیصدی آبادی مسلمانان ہند میں فلسفی محتاج کی ورچ و غم و دکھ و ذلت و رسوائی و مختلف قسم کے مصائب میں مبتلا پائی جائے گی اس وجہ سے بہتیروں کے دلوں سے ایمان مثل تیر کے کمان سے نکلا جا رہا ہے۔ جو حضرات نعمت الہی یعنی زینت دنیا سے مشرف ہیں ان کے دل میں شیعہ ایمان بھی نہیں ہے بوجہ عیش و عشرت و تکبر و دنیاوی آؤ بھگت کے شغل میں محو ہوئے اس لیے نعمت ہندہ کے احکام سے غافل ہو رہے ہیں۔ بیشک کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کسی حالت میں ہوں مگر اشد ذلت ابراہیم حنیفا کا ضرور ان کے دل میں موجود ہے اور خدا کی رضا کی تلاش میں رہتے ہیں جن کی وجہ سے روشنی اسلام کی روشن ہے۔

بجائے ہی حالت بنی اسرائیل کی قوم میں گذری تھی جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے

بیشک پہنچتی ہے مصیبت آزمائش کی اور ٹوٹا لائے

اور بدلت اور انکس کو۔

إِنَّ أَهْلَ مِصْرَ مَصِيبٌ وَ حَتَّى تَبْتَغِ

عَلَيْكَ مِنَ الْبِأْتِ وَاللَّهُ يَكْتُبُ

قبل کے زمانہ میں یہ آزمائش قوم بنی اسرائیل کے ساتھ کی گئی تھی اب یہی آزمائش  
امت محمدیہ کے ساتھ موجود ہو گئی ہے۔ تاریخ دہرائی ہے تاریخ کو۔ یہ مصیحت خدا دا سے  
جتلے اور ہوش کو درست کرنے کیلئے ہو رہی ہے۔ مثل بنی اسرائیل کے امت محمدیہ جو  
نافرمانی خدا و رسول میں آگئی ہے بے انتہا برائیوں سے لپٹے ہوئے ہیں بلکہ لوگوں نے انہیں  
اپنے کو مبتلا سے نفع و فخر کیا ہے۔ عیب کو عیب نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ہنر سمجھ کر کرتے ہیں ایسے  
سوچنے والے ہیں مبتلا ہیں تاکہ ایمان کو درست کریں اور بیکہ ہوئے خدا کو خدا کی طرف  
دعوت کریں خالص بنا کر اور برائیوں کی طرف سے متفر ہوں اور بالکل اپنے قلب کو خدا ہی  
کی طرف ہر اعمال میں متوجہ کریں بلا شرک کے خدا نے فرمایا ہے۔

أَحَدًا قَالَا لَبَّاسًا ۖ وَالصَّٰدِقَ ۖ آخِرَ

لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ ۚ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ  
السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ ۚ

سنی دہرائی و ننگی یا سفاس میں بلا کیا تاکہ ہرگز  
یاد اجزی کریں خدا کے سامنے۔ تب ہر صانع  
میں مبتلا دین میں بخوبی کی جگہ میں خوش فتنہ دین

اس کو قبول کر لینا چاہیے جیسے ہی ہم لوگوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ خدا امتا حیران ہے  
کہ علاج بھی اپنے عیب نبی کی امت کو بنا دیا ہے۔ عمل کا اختیار ہے نسخہ یہ جو۔ فرمان الہی  
جب گرد و غم میں نے مجھ سے حساب کا سامنا کرنا  
پس ثابت ہو گیا میرے۔ جو دیکھو خدا کو کفر  
شاہد کو غلات یا نبات پاؤ۔

إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا

وَإِذْ يَضْحَكُوا ثَابِتُوا لَعَلَّكُمْ

تُفْلِحُونَ ۚ

مسلمانو جو کہ مصیبت زدہ ہو اسی نسخہ کو ساتھ اعتقاد کے اور پرہیز کے استعمال کرو  
ضرور جیتی و لازمی فائدہ مند ہو گا۔ اس آزمائش کو مثل کرمک و چمک بلی کے سمجھو  
(تجلی پروردگار ہے) یہ بجلی پہلے بہت بھیانک اور ڈراؤنی دلی معلوم ہوتی ہے

بعدہ راحت حاصل ہوتی ہے۔ یعنی نعمت بارش کی ملتی ہے جس سے عافیت ملتی ہو اور زراعت میں مفید ہوتی ہے۔ اپنی آزمائش کو بالکل اسی کے مشابہ سمجھنا چاہیے کہ لایق لکھنا صحت پریشانی پریشانیاں ہیں خدا کی قدرت کی صبر کر نیوالوں اور شکر کرنے والوں کیلئے خدا کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا ہے اسکی قوت یا گنجائش سے باہر جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے اللہ لا پرواہ ہے مگر صاحبِ حمت بھی ہے اِنَّ رَبَّنَا غَنِیٌّ ذُو الْاَلْحَمْدِ خدا کے عطیہ نسخہ کی قدر کرو فائدہ ضرور حاصل ہوگا مگر ایمان خدا کی طرف دل سے ہونے۔ اسلامی عمل منحصر کرتا ہی ایمان پر خدا کا کوئی کام انسان کیلئے بغیر ذریعہ کے نہیں ہوتا ہے بتیرے قسم کے ذریعے مسلمانوں کی تباہی کے لیے ہوئے ہیں۔ ایک ربع اس زمانہ میں نکل پڑا ہے واسطے سیاسی بہبودگی مسلمان کے۔ وہ سیاسی لیڈران (راہنما) اس زمانہ کے ہیں۔ یہ سرسید احمد خان سے شروع ہوا۔ اُسوقت تک نہایت ٹھیک تھا اس زمانہ میں سیاسی لیڈران جنکے دماغ میں قوت فہم سیدھی راہ دکھلانے کی بہت کم ہے یا عقل پر پردہ پڑا ہوا ہے عَلَیْکُمْ بِہِذِ الْاَمْرِ غَرِیْبٌ مسلمان جو کہ مغربی سیاست سے ناواقف ہیں انکو اپنا ذریعہ بہبودگی بنا ہے ہیں صرف اپنے ذاتی اغراض کے حاصل کرنے کیلئے انکو کوئی پرواہ نہیں ہی عام مسلمانوں کے نقصانات کا۔ یہ لوگ بالکل مثل غائبانہ فریبی کے ہیں۔ ظاہر اپنے کو ہی خواہ مسلمان دکھلا کر عوام الناس میں بکھلے ہیں۔ دراصل انکا مطلب نہرونی ذاتی فوائد ہیں۔ مثلاً کوئی اپنی ناموری کا خواہشمند ہو کوئی وقتی مشغلہ سمجھ کر دلچسپی لیتا ہے۔ کوئی حصول مال یا شان اعرار کا طلبگار ہے۔ ایسے لیڈر ظہور میں ہیں۔ فی الواقع کوئی اس میں ہی خواہ عام مسلمانوں کا نہیں ہے ایسے لوگوں کی تقریروں و کتابت سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے اور پہنچا اور پہنچے گا اس کا احساس کسی کو نہیں۔ جنس اشخاص ان لیڈروں میں ایسے بھی ہیں جو کہ اصلیت کو دکھلا رہے ہیں

مگر ان کی طرف کوئی قصر نہیں ہے۔ چونکہ خدا کا ہاتھ قدر کا مصلح اشیطان مسلمانوں کی طرف  
 کھل گیا ہے۔ اس لیے دعا باز لیڈر کی راہ بتائی ہوئی کو پکڑتے ہیں۔ ان دعا باز لیڈر کی تقریریں  
 تحریر قابل اعتراض ہیں سچے مسلمانوں کیلئے۔ غیر مذہب کی نگاہ میں مسلمانوں کو حقیر بناتے ہیں۔  
 دوسرے افلاس کے پڑھانے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ تیسرے قلیل اسلامی فرستہ کی  
 تعداد کا حیلہ لیکر اور کمزور دکھلا کر دشمن اسلام کو مضبوط اور زوردار بناتے ہیں۔ خدا نے فرمایا  
 ہے جو دشمن اسلام کا مددگار ہو وہ بھی اسی میں گرفتار آجاتا ہے۔ مسلمان ہرگز کمزور نہیں ہیں  
 صرف منافق کمزور ہوتے ہیں خدا نے فرمایا ہے اَنْتُمْ مَلَاِئِكَةُ عَلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ تم  
 ہی غالب ہو اگر مومن ہو۔ مسلمانوں کو بھی خوف نہ کرو یہ صرف دعا بازوں کا لغو اور منہ بولی حیلہ  
 ہے۔ تمام دنیا میں مسلمان قلیل تعداد میں رہے مگر زوردار رہے۔ خدا نے حکم دیا ہے ایک کا  
 دس پر بعد اسکے ایک کا دو پر حکم ہوا ہے یہ حکم قائم ہے اس پر ایمان ٹھیک رکھو ایمان  
 ایمان والو۔ لیڈروں کی دعا بازی اور فریب میں نہ آؤ تھامے ایمان کو خراب کرتے ہیں۔  
 کوئی ڈر کی جگہ نہیں ہے اگر سچا ایمان رکھتے ہو۔ خدا کے پاس دوزخ و بہشت دونوں ہیں۔  
 مسلمانوں اپنے ہمسایہ کو ناخوش کر کے کبھی زمین آرام سے رہ سکتے ہو خدا اور رسول نے منع  
 کیا ہے روجہ طول ہو جانے کے احکام نہیں درج کیا جاتا ہے (غیر مذہب کے دُشمن تھے  
 ہمسایہ ہیں تمہارا کاروبار ان سے ملا ہوا ہے جو کہ ذریعہ فلاح کا ہے۔ پڑوس سے فرقہ کو ناخوش  
 بنا کر مالی فلاح نہیں پاسکتے ہو۔ کسی دعا باز کے فریب میں نہ آؤ وہ اپنا ذاتی فائدہ چاہتا ہے  
 خدا نے تعالے نے دعا باز کو نہیں پسند کیا ہے چونکہ شیطان غیبات بہت زیادہ جانتا ہے  
 اس لیے دعا باز بھی زیادہ پیدا ہو گئے ہیں۔ دعا باز کے بارہ میں خدا نے فرمایا ہے۔

لَا تُجْبَاوُنَّ عَنْ الدِّينِ

نہ پرہیز کرو ان کی طرف سے اپنے دین سے نہ ہٹو

يَخْتَارُونَ أَنْفُسَهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

مِنْ كَذِبٍ حَقِّقًا

آتشِ گمراہ

(دل کے دغا باز شخص) بیشک خدا درست نہیں بناتا

ایسے شخص کو جو کہ دغا باز یا دل کا حیانت کرنے والا

بدکار ہے۔

دینی بھائیوں تم سے بڑھ کر کوئی قوم نہیں ہے فدا کی نگاہ میں آتم کو اور علقون ان  
 کہ تم کو مینے تم ہی غالب ہو اگر تم مومن ہو۔ مگر تم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے کو خراب  
 کر دیا ہے تمہارے ہاتھ میں احکام الہی اور ہدایات رسول مقبول موجود ہے دین و دنیا کی  
 ہدایات انہیں موجود ہیں اور ہم لوگوں کے سردار جمیع احکام قرآن تھے جنہوں نے دین دنیا  
 دونوں کو ساتھ ساتھ لیکر زندگی گزاری یہی مصلحت خدا اور نبی آخر الزمان کے ظہور میں  
 آنے کی تھی۔ کل افراد جو کہ بولے نام مسلمان ہیں انکو انہیں کے مطابق اپنے کو ملانا چاہیے  
 دغا بازوں کے فریبے بچیں ان لوگوں کے بارہ میں خدا نے کہا ہے مَدَّ يَدَيْهِ بَيْنَهُمْ  
 ذَلِيلًا (سورہ نساء) یہ لوگ درمیان کفر اور اسلام کے ہیں (مذبذب) اس لیے محبت اسلام نہیں ہے  
 بلکہ نقصان رسان ہو رہے ہیں ظاہر ہے نتیجہ ظہور میں آ رہا ہے کہ ایسے ہی لوگ صاحب مرتبہ  
 اس سلطنت میں بنائے جاتے ہیں اور جو کہ مستحقین ہیں وہ بالکل تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں  
 چونکہ عل و دغا بازی کا نہیں کرتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ دغا باز ہر زمانہ میں آگے  
 بڑھے ہوئے ہوتے ہیں چونکہ انکو سچائی و ایمان کی پرواہ نہیں ہے۔ خدا نے فرمایا ہے  
 يُضِلُّ اللَّهُ الْظَّالِمِينَ وَيُفَعِّلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ عَمْدًا لِّعَذَابِهِمْ ذَلِيلًا (سورہ نساء) یہ لوگ تاریکی میں پھوڑ دیتا ہی  
 گمراہوں کو جو خدا چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

مسلمانوں کی بھول کی مصیبت کے زمانہ میں جنکے ہاتھ میں جھنڈا اسلام کا ہے انکو لازم ہے  
 کہ فدا کی عبادت میں اپنے دل کو خصوصیت کے ساتھ رجوع کریں اور کثرت کے تصور کو گریہ کرنا نہیں

مشغول رہیں خدا نے فرمایا ہے اسکو نہ بھولے اگر اس ستر پر بھی آنی نہ آئے نہ کریں نہ خدا کا حکم ہے سورہ مؤمنین رکوع ۴ میں۔

ہم لگوں کہ جہلا ساتھ ہا جکا کرتے ہیں پھر بھی اپنے  
کے حکم کی طرف مائل اسے نہیں ہوتے ہیں اور نہ  
ماہوی دگر یہ داری اصلاح سے کوئے ہیں۔ ویسے ہی  
رہتے ہیں یہاں تک کہ جب پھر مذاب کشکا اور دوا  
کوں دیا جاتا ہے انکو تھناں عذاب میں نا اسید اور  
پے بس ہوتے ہیں یا ہونگے۔

لَقَدْ آتَيْنَاكَ الْكِتَابَ  
فَمَا اسْتَكْبَرْتَ بَلْ لَمْ يَتَّبِعْهُ  
مَنْ يَتَّبِعْهُ عَلَيْهِمْ سَبَابُ مَا ذَرَعُوا  
لَكَ مِنْهُمْ لِيُصْطَفَىٰ مِمَّنْ  
يَسْتَكْبِرُونَ ۝

## درخواست

دینی بھائیو اور بہنو۔ درخواست ہے کہ بیعت شریعت میں جو حق داخل ہوں  
اور علیہ الصلوٰۃ والسلام بنیں۔ یہ خُلقِ فی دین اللہ اَنُوَاجِبَا۔ ہر مسلمان جنکے دل میں درد  
اسلام ہے ترغیب اپنے بھائیوں اور دوستوں کو دین کہ حقیقی اسلام کی بیعت میں داخل  
ہوں اور پابند شریعت بنیں اپنا حق ادا کریں حکم خدا کا بجالا دیں۔ بیشک شروع میں مشکلات  
پیش ہونگے۔ مگر ہر مشکل کے بعد آسانی ہے خدا نے فرمایا ہے فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ  
الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ لَا يَشْكُ الْمُسْلِمُ شِكْلًا ۝ بعد آسانی۔ یہ بیشک مشکلات کے بعد آسانی ہے۔ اپنی  
طبیعت کو اپنی شریعت بنائیں۔ اسلامی اعتقاد کی ہوا اگھڑی ہوئی ہے یہاں تک نوبت  
پہونچ گئی ہے کہ مذہبی تذکرہ یا گفتگو لوگوں کی جماعت میں بجز بوقی ہے۔ اس بُری ہوا کو  
صاف کر کے بخیر کرائیں اور یہ صفائی مذہبی تعلیم سے ہوگی۔ تعلیم بہت صحت دہی  
نیو رہے۔

## تعلیم ذریعہ علاج مرض

تعلیم ہر تیار آئی مین دخل کی گئی ہے تعلیم بہت بڑا رکن ہے دماغ کے میدان میں پیداوار کا کھیت بنانے کا کھیت سے پھل حاصل ہوتا ہے۔ تجربہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ خالص انگریزی تعلیم دین کے بیچ دین میں گھٹن لگا رہی ہے اور اسکی جڑوں کو اکھاڑتی ہے اور بے دینی کی ہوا پھیلاتی جا رہی ہے اور باطنی بیماری کو بڑھاتی جاتی ہے۔ باطن کو خیال سے تعلق ہے اور خیال دماغ کے میدان سے آگتا ہے۔ میدان میں جیسا کھیت بنایا جائیگا ویسی پیداوار ہوگی تعلیم انسان کیلئے زینت و زیور ہی بغیر اسکے حیوان و انسان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت قیام مدینہ میں سب سے پہلے تعلیم کی طرف توجہ فرمائی اور بچوں کی تعلیم انار کی تعلیم مثل درخت کے ہے اسکے لیے اچھی زمین ہونی چاہیے تاکہ اچھے پھل حاصل ہوں زمین کی عہدگی انسان کی کوشش سے ہوتی ہے۔ اگرچہ فطرت کا بھی تعلق ہے مگر زمین کے بنانے سے بہت کچھ حسبِ بنو بہش پھل ملتا ہے۔ تعلیم کی زمین بچہ کا دماغ ہے جیسا بچپن سے دماغ کی زمین بنائی جائیگی ویسا پھل ملے گا۔ دماغ کے میدان کا شکار نہ بننے کی مان ہے۔ بچہ اپنی مان سے سیکھنا آغاز کرتا ہے اسلئے مان کا لائق ہونا بہت ضروری ہے۔

اس ملک ہندوستان میں غیر ملکی زبان میں تعلیم ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے اسلامی حکومت میں فارسی و عربی میں تعلیم ہوتی تھی۔ حکومت برطانیہ میں انگریزی زبان میں تعلیم ہو رہی ہے اسلئے دو قسم کی درس گاہیں قائم ہو گئی ہیں۔ بعض مقام پر ایک اسلامی درس گاہ دوسرا سکول کلج۔ اسلامی درس گاہ۔ اسلامی تعلیم چھوٹے بچوں کی جو پڑھنے طریقہ پر ہو رہی وہ بہت سوز و گم و غم بچوں کیلئے ہے۔ یہی طریقہ مذہبی خیال کی زمین دماغ میں بناتی ہے۔ چھوٹے



بچوں کو انگریزی اسکول میں داخل کرنا مذہبی خیال کی پیدائش کیلئے بہت مضر ہے۔ تجربہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ بچوں نے اپنے بچوں کو تعلیم مغربی اصول پر یا مالک مغرب میں دی ہی ان کے مذہبی اخلاق پر بہت افسوس آتا ہے بالکل غیر اسلامی و نازیبا ہوا ہے۔

**ابتدائی تعلیم کیلئے کتب خانے کثرت سے قائم کیے جاوے**۔ مکاتون میں یا مساجد میں ہر محلہ کے اور دیہاتوں میں قائم کیے جاوے۔ ابتدائی مدرسہ یا اسکول ہر جگہ کثرت سے قائم کیے جاوے۔ ان جگہوں میں تعلیم اردو زبان میں دی جائے جیسے جیسے بچے کی عمر بڑھتی جائے ویسے ویسے غیر مادری زبان عربی و انگریزی شروع کرائی جائے۔ یہ ابتدائی مدرسہ اسکول بڈل تک ہووے۔

**ابتدائی تعلیم کیلئے نصاب کی بہت ضرورت ہے۔** اس کی بہت کمی ہے کہ امین ابتدائی تعلیم کیلئے تصنیف کیا وین۔ کتابیں ایسی تصنیف کیا وین جس میں بچوں کا زیادہ وقت فقہ و شریعت پر صرف ہو سو وقت کتابیں پڑھائی جاتی ہیں وہ پڑھنے پر اٹھتے ہیں وہ اندھیری روشنی میں ہیں ان میں بچوں کا وقت بہت صرف ہوتا ہے اس وقت کوئی ابتدائی کتاب بھی نہیں ہے۔

**عربی مدارس۔** جا بجا قائم ہیں مگر ان کا عمدہ پھل ظہور میں نہیں آ رہا ہے کیا وجہ ہو نقص ضرور ہے۔ مصنف اس میں ماہر نہیں ہے۔ اس لیے کوئی نصاب نہیں دیکھتا بڑے ماہرین کی زبان سے سنا گیا ہے کہ مدارس کی تعلیم حسب فضا نہیں ہوتی ہے۔ صرف درسی تعلیم ہوتی ہے۔ کلام پاک کی تعلیم نہیں ہوتی ہے جس سے ماہرین قانون و بانی میں نمایاں معلومات حاصل ہوں ظاہر ہے مذہبی کثرت باغ میں نہیں بنتا ہے صرف دنیا حاصل کرنے کیلئے ہے۔

**اسکول و کالج کی تعلیم۔** یہاں انگریزی تعلیم ہوتی ہے اس تعلیم پر مبنی ہے کہ بچے میں ڈال دیا گیا ہے۔ یہاں تاہم ضرور ہے کہ ہندوستان کے لوگوں کے ذہن میں اس

زمانہ کی نسلیں بھگت ہی ہیں حیوت حکومت برطانیہ نے اس ملک میں اپنے قدم کو مستحکم کیا  
تو انکو زبان کی مشکلات پیش آئیں اپنی آسانی کیلئے اپنی زبان کی تعلیم کی بنیاد ڈالی۔  
ہندوستانی ایسے کمزور دماغ کے کہ اس تعلیم کو قبول کر لیا۔ انکو ہرگز لازم نہیں تھا قبول کرنا  
یہ بہت بڑی فاش غلطی کی آئندہ کی نسلوں کے لیے جسکو ہم لوگ بھگت رہے ہیں۔ اکیسویں  
برس سے زیادہ ہوا کہ تعلیم انگریزی زبان میں ہو رہی ہے مگر ابھی تک نگاہوں میں نائب حکومت  
برطانیہ کے ہندوستانی بمقابلہ انکے دماغ کے لائق نہیں سمجھے جاتے ہیں۔ کس کا قصور ہے۔  
تعلیم حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ قوم لاچار و بکیں ہے۔ پھر تعلیم کا قصور یا تعلیم دینے والے  
کا قصور۔ شرم۔ شرم۔ بھبی۔ بھبی۔ اس مسئلہ کی بحث بہت طویل ہے اور اس کتاب کے  
اغراض سے باہر ہے۔

نو تعلیم یافتہ جوانو۔ تعلیم سکورہ پر لائی ہے۔ شائستہ بنایا ہے مگر یہ سمجھ لیتا چاہیے  
کہ شرم کو صورت راہ پر لائی ہے۔ اب چلتے والے کو چاہیے کہ راہ اچھی بنائے۔ سرکل کو چکنا  
اور صاف بنائے۔ علم کے حصول کیلئے لازمی اور مقدم ہے کہ جیسی دماغ میں قوت  
مطابقت ہوئی ہے اسکو سیدھی راہ پر لائے موجودہ تعلیم سے دماغ کی پرورش ضلالت و  
غلامی پر ہوتی ہے۔ مگر اسکو دور کر سکتے ہو اپنے دماغ سے۔ بذریعہ ذاتی تحصیل اسلامی  
کتب بنی کے ذریعے اسی کی کتب بنی کرو۔ گذشتہ ور قونین لکھا گیا ہے کہ ڈاکٹر روس نے  
اپنی تقریر میں کہا ہے کہ صرف خود اہمند محروم اور نشی بننے کے ہیں کسی کتب بنی سے محنت  
نہیں ہے۔ مگر اسلامی کتابوں کے آداب اخلاق بالکل مسلم کیلئے دینی کھیتی بنانی والی  
دماغ کے میدان میں ہے۔ انگریزی اخلاق کی کتابیں صرف تین چار سو برس سے پیدا  
ہوئی ہیں۔ انکے مصنف بہت بڑے فیکسیر و چوسریا انکے غلوٹے زمانے قبل کے

مصنف کے اخلاق و آداب کا مقابلہ کیجیے اسلامی کتابوں سے جو کہ تیرہ سو برس سے آگے ہی ہیں اور اس وقت بھی وہ کتابیں ذخیرہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں ان کتابوں کا ترجمہ انگریزی زبان میں کر دینا بہت ضرورت ہے۔ اسلامی کتابوں کی کتب بینی سے اسلامی اخلاق و تہذیب درست ہوتے ہیں۔ اسلامی کتابوں کی تعلیم سے پیداوار کا کھیت بنتا ہے تاکہ دماغ کے کھیت میں پیداوار اچھے پھل کی ہو۔ بعد اختتام یونیورسٹی کے اپنے دماغ کو دوسری تعلیم کی طرف لگاؤ جسکو جسکی طرف رجحان ہوئے اُسکو حاصل کرے مثلاً آداب صنعت حرفت وغیرہ بہت سی صنعتیں ترقی کرنے کے ہیں۔ ترقی کیلئے کوشش کرو۔ ممالک مغربی نے سائنس میں لاجواب ترقی کی ہے اسی کو بکھنا چاہیے۔

**نوجوانو۔** دنیا کے مہل کرتے میں بالکل غرق ہو اور اسی خیال میں تم دین کو کھو رہے ہو۔ اور دنیا بھی حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ ہر مسلمان کو خیال کر لینا چاہیے کہ تیرہ سو برس سے کسی قسم کی ترقی نہیں ہو سکتی۔ منافقانہ حالت میں رہ کر ترقی نہیں کر سکتے ہو۔ آیا بالکل کفر میں ترقی ہے یا خالص دین میں رہ کر۔ درمیانی حالت کو خدائے تعالیٰ نہیں پسند کرتا ہے یہ بالکل مکاری ہے۔ آج کل مسلمانوں کی حالت بالکل درمیانی ہو رہی ہے تعلیم انگریزی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ تعداد ضرور زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ مگر اوصاف کچھ نہیں۔ اسکی دماغ میں اتنی قوت حاصل نہیں ہوئی ہے کہ حق کو یا راہ راست کو پہچان سکے۔ نوجوانوں تم اپنی دنیاوی ترقی کیلئے ضرور کوشش کرو۔ اس میں کسی قسم کی غفلت نہ کرو۔ خدا کا حکم ہے۔ اُسکو بجالاؤ۔ مگر اپنی کوشش میں خدا کی مدد ضرور لاؤ۔ موت جتنے بھی ہو جائے۔ دنیا کی دولتیں ہوتی ہیں۔ اگر غریب کے بادشاہ کا خوف ہو جائے۔ تو وہ بادشاہ

اسکے لیے اپنے دل کو خالص بناؤ۔ اور خالص دل صرف زبان کے بولنے سے نہیں ہوتا۔  
احمال سے پیدا ہوتا ہے۔ تم ہمیشہ شریعت کے پابند رہو تم کو غیبی مدد ملے گی کَانَ حَقًّا عَلَيْنَا  
نَحْمَدُ اللَّهَ مِمَّنْ يَهْدِيهِ خُذْ اَكَا وَعِدْہ ضرور پورا ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے  
اپنے بندوں کی روٹی ہمیا کرنا اپنے ذمہ لے لی ہے اِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتَّينِ۔  
قَامِرٌ دَابَّةٌ فِي الْاَرْضِ فَضَّلَهُ عَلَی الْاَنْبِيَاءِ وَرَزَقْنَاهُ مِنْ شَرِّ حَبْلٍ عَلَنَی ہُنْ اَمَّا رِزْقُ اللَّهِ  
ذمہ ہے۔ ان حکمون کو برابر یاد رکھو۔ فکر پریشانی سے تم پاک رہو گے۔ اور خوب سمجھ لو  
کہ انسان کی قسمت سر کی وسعت میں ہے۔ جیسی وسعت جیسی ہی دنیاوی کوشش  
کی طرف راستہ دکھلاتی ہے اور کامیابی خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اِنَّ الْحُكْمَ  
لِلَّهِ سِرِّ سِرِّ وسعت کو خدا ہی بنانے والا ہے۔

اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت بالکل انگریزی مثل کے ہے یعنی درمیان حالت  
مثل درمیان شیطان اور گھرے سمندر اگر شیطان کی ترغیب کی طرف جاتے ہیں  
تب بھی غارت جاتے ہیں اگر سمندر میں گتے ہیں اُس میں ڈوب جاتے ہیں اور ڈوب کر  
ختم ہو جاتے ہیں۔ تب پھر ہم لوگوں کو کیا راستہ پکڑنا چاہیے۔ قرآن مجید آپ کی رہنمائی کی  
کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اُس کی بتائی ہوئی راہ کی طرف چلنا چاہیے۔ اس وقت بعض  
میں ایمان خالص ہے مگر اطاعت نہیں ہر اسی کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ پھر  
آپ ہی آپ ہونگے کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیے کہ دوسری قوم کے لوگ کیا کرتے ہیں یہ محض  
بیوقوفی ہے اگر خیال ایسا کیا جاتا ہے عجب نہ خدا ہی ملائے وصال صغیر نہ اُدھر کے رہے نہ  
اُدھر کے رہے۔ ہائے افسوس اس زمانہ میں اطاعت خدا نہیں ہے۔ فقہی مسئلہ میں قدرے  
باقی رہ گیا ہے اُنکو پرستتے ہیں مگر اطاعت روزانہ کے عمل دنیاوی میں بالکل نہیں ہے

اور اسی کی شدید آزمائش میں خدا مسلمانوں کو مبتلا کیے ہوئے ہے۔ سلامت رومی کی  
چال پر چلنا چاہیے۔

ہمارا ذاتی خیال ہے کہ موجودہ حالت مسلمانوں کی ویسی ہی ہوتی جاتی ہے جیسی  
بنی اسرائیل کی ہوئی تھی وہ امت بگڑتی تھی اور خدا کے آزمائشی مصائب سے سنبھلتے تھے  
یہی تاریخ کہتی ہے۔ خدائے اعلیٰ نے فرمایا ہے: **إِنْ أَصَابَ مُمْسِكٌ فَسَنُكَفِّرْ عَنْهُ وَلَئِنْ أَصَابَ مُمْسِكٌ فَسَنُكَفِّرْ عَنْهُ وَلَئِنْ أَصَابَ مُمْسِكٌ فَسَنُكَفِّرْ عَنْهُ**  
**وَالْمُسْكَنَةُ بَيْنَكَ أَرْمَانُ** کی مصیبت پہنچائی انکو ذلیل و محتاج و مفلس بنا کر۔

تم لوگ سمجھ لو کہ تمہاری ذات محتاج کی طرف سے ہے اس حکم سے ظاہر ہوتا ہے۔  
**لَمْ يَكُنْ لَكَ مِنْ قَبْلِهِ قَوْلٌ بَدَا ذَا قَوْلٍ آتَىٰ آلَ هَارُونَ وَآلَ هَارُونَ عَدَا بَنِي إِسْرَٰءِيلَ**  
بہت قریب میں قبل کے لوگوں کے مثال میں چکھائیں گے مزہ بدلتا ہی و بد قسمتی کا اس کے  
اعمال و افعال کی وجہ سے عذاب درد مصائب کا دنیا میں وہ مبتلا ہونگے۔ موجودہ حالت  
ظاہر ہے۔ ہم لوگ رسول مقبول کے اثر سے بہترین امت بنائے گئے خدا کے نزدیک  
مگر اب بہترین سے بدترین ہو گئے اپنے تصور و تصور کی وجہ سے۔ جاگو۔ جاگو۔ زمانہ کو اپنے  
ہاتھ سے نہ کھو۔ یہ فحاشی ہے۔ دنیا کو ضرور حاصل کر دینا حکم خدا ہے۔

جو کوئی چاہتا ہے بھلائی دنیا کی پھر خدا کے پاس  
بھلائی دنیا و دین دونوں کی ہے۔ خدا سنتا ہے  
اور دیکھتا ہے یعنی سب کی باتوں کو سنتا ہے اور  
سب کے کاموں کو دیکھتا ہے۔

**مَنْ كَانَ يُحِبُّ فَإِنَّ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَىٰ**  
**فَعَسَىٰ اللَّهُ تَعَالَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مَا يَخْتَارُ**  
**وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا**  
بجائی گاہ

لوگوں اس حکم سے ظاہر ہے کہ سب لوگ فکر شرع پر اپنے چلنے کو کہیں تو دین و دنیا  
دونوں حاصل ہوں۔ خدا دونوں کو پسند کرتا ہے صرف شخصی عمل سے اسکو تمنا و آقا

حاصل ہوگا اور جبکہ ہر مسلمان یکساں عمل کرے تب پوری قوم کو فلاح حاصل ہوگی۔  
 خدا نے رزق کو تقسیم کر دیا ہے دنیا میں ایک بڑھکدہ دوسرے کو۔ اس لیے بڑھاکہ  
 تقسیم کیا ہے کہ ایک دوسرے سے فائدہ مند ہوں مختلف طریقہ پر۔ شرع کیا چیز ہے؟ حکم خدا  
 حکم ظاہر کرتا ہے کہ ہر ایمان والے آپس میں ملت والقات رکھیں۔ یہی طریقہ فائدہ مند  
 ہونے کا ہے۔ تجربے سے ظاہر ہے جتنی قومیں عروج میں ہیں وہ کل قوم آپس کے قومی  
 اتحاد سے ہوئے ہیں مسلمانوں کیلئے جو شرعی عمل کی کرطیان ہیں زنجیر کی بندش کیلئے  
 اس لیے ضروری امر ہے کہ انکا پابند ہو۔

**تعلیم نسوان۔** عورتوں کی تعلیم کی ضرورت کو صاحبان دانشمندی نے بہت احسان  
 کیا۔ بہتری تقریریں اور تحریریں ظہور میں لائی گئی ہیں مگر مسلمانوں کی توجہ بالکل سطرت  
 نہیں ہو رہی ہے۔ حالانکہ بہت بڑی ضروری شے مردوں اور عورتوں کی زندگی کیلئے  
 ہے۔ یہ سب تو یہی مسلمانوں کی خود غرضی کی وجہ سے ہے یعنی لڑکیوں کی تعلیم کے لیے  
 خرچ کرنے سے بھاگتے ہیں اور ملاؤں نے خوف دلادیا ہے کہ عورتوں کی تعلیم خلاف  
 شرع ہے انکو اس قدر بڑھا دینا چاہیے کہ کلام پاک کی عبارت کی تلاوت کر لیں بلا سمجھ۔ اور  
 نماز دن کو ادا کر لیں۔ اور انکو لکھنا نہیں سکھانا چاہیے کیونکہ ناجائز خط و کتابت غیر مردوں سے  
 کر سکی۔ اور لڑکیاں دوسرے گھر کی ملکیت ہیں صرف ہمیں دیکر شادی کر دینا جو کہ والدین  
 پر فرض ہے۔ اور عورتیں اپنے رزق کے لیے روپیہ نہیں کما سکیں گی۔ ان تمام بد خیالات  
 کی وجہ سے لڑکیوں کی تعلیم کی طرف سے غفلت و لاپرواہی ہو رہی ہے۔ مزید بدان  
 حکومت جو کہ غیر قوم ہے اسکی بھی لاپرواہی ہے۔ وہ اپنے فرض منصبی کو نہیں ادا کرتی ہے  
 حالانکہ لڑکیوں کی تعلیم کا ہن اسلامی حکومت میں کثرت سے تھیں۔ ان درسگاہوں کے معجز

ہونے کی وجہ سے لڑکیوں کی تعلیم غائب ہو گئی۔ حکومت برطانیہ نے لڑکوں کی تعلیم کیلئے اسکول قائم کیا اپنی خود مرضی سے حکومت کو فائدہ پہنچتا ہی اور لڑکیوں کی تعلیم سے حکومت کو کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اسلئے اسکول کے قائم کرنے میں خرچ کرنا ناپسند ہے۔ جبوقت اسلامی حکومت تھی کثرت سے اسکول لڑکے اور لڑکیوں کے تھے اور عورتوں کی تعلیم کے سلسلے برابر اسلامی حکومت میں جاری تھے۔ تعلیم اسی تھی کہ شہزادی نور جہان بیگم وغیرہ کا نام عورتوں میں مشہور ہے۔ بوجہ اسکول کے نہ ہونے اور ملاؤں کی غلط فہمائش سے لڑکوں کے خیال میں لڑکیوں کی تعلیم کی طرف سے لاپرواہی آگئی۔

مسلمانوں تم جانتے ہو کہ جبوقت آنحضرت صلعم نے مدینہ میں قیام کیا لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا بین قائم کیا اور انکی تعلیم ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کسبے پر بیٹھا کرتے تھیں انکی تعلیم کے واسطے لڑکیاں آتی تھیں آنکھوں درگاہ میں داخل کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم صغیر سی سے شروع کر دی گئی تھی۔

مسلمانو۔ اس سنت کو ادا کرو۔ درگاہ میں قائم کرو جیسا کہ قصائے سردار نے کیا۔ زمانہ خراب ہے اسلئے لڑکیوں کی علیحدہ درگاہ قائم کرنے کی ضرورت ہے، صرف کوشش و توجہ کی ضرورت ہے۔ ہر صوبہ میں احساس لڑکیوں کی تعلیم کا ہو رہا ہے۔ مگر صوبہ بہار۔ اس میں ایک اسکول لڑکیوں کا حکومت کی طرف سے قائم ہے مگر بیان کے لوگوں میں فقہ پرورداری کا مادہ بہت زیادہ ہے اسلئے اس اسکول کی توہین بیکر ہو رہی ہے اور کوشش اسکے بھلائی کی طرف نہیں ہے بوجہ بے توجہی لڑکیوں کی تعلیم کے اور نہ توجہ رہی ہو۔ مسلمانو۔ زمانہ قریب یہ والا ہے کہ لڑکیوں کی شادی میں مشکلات واقع ہو گئی تھیں۔

مسلمانو۔ زمانہ قریب یہ والا ہے کہ لڑکیوں کی شادی میں مشکلات واقع ہو گئی تھیں۔

لوگوں کو احساس معلوم ہوگا۔ لوگوں کے خیال میں نہیں آتا ہے کہ بچے کی حریت و تعلیم کا بڑی معاون اسکی مان ہوتی ہے بچہ بولنا بھی شروع نہیں کرتا ہے کہ اسکی مان اُس سے گفتگو کرتی ہے اور بچے کے دماغ کی حالت بناوٹ اور بڑھاؤ پر مبنی ہے اور جو اپنی مان سے مختلف ہے وہی اُسکے دماغ میں سماتا ہے۔ اور دماغ اُسکا اُسی طور سے بنتا جاتا ہے جبکہ مان تعلیم یافتہ نہیں ہے اُسکی گفتگو بالکل جہالت کی ہوتی ہے اور بچے کے دماغ میں اثر پہنچتا ہے لڑکے آپس میں جھوٹ کو بڑا نہیں سمجھتے ہیں گویا نافرمانی خدا بچپن سے سکھائی جاتی ہے اس قصہ کی ملزم مان ہوتی ہے اور یہ وجہ مان کے جاہل ہونے سے ہے۔ عورت گھر کی بہت بڑی رکن مرد اور بچے کیلئے ہے۔ اسوقت کی موجودہ عورت کی کیا حالت ہے۔ صرف آبادی کی برکھان والی مشین۔ مگر افسوس یہ ہے کہ آبادی بھی نہیں بڑھتی ہے بوجہ بچوں کی اموات اور بیماری کی کثرت جو کہ عورتوں کی جہالت کیوجہ سے ہے اس کثرت بیماری کیوجہ سے مرد اور عورت کی جوانی کمزور ہوتی ہے۔ مرد دنیاوی امور کے مقابلہ میں تین ٹھہرے ہیں لڑکیوں کی شادی جو حکم شرع ہوتی ہے مگر جمین انکی شادی ہوتی ہے وہ عمر بوجہ جسمانی کمزوری کے موزون نہیں ہے تجربہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ فوراً بعد شادی کے مرد آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے بوجہ اپنی بیوی کی بیماریوں کی کثرت سے۔ یہ بھی تجربہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ شادی کردہ لڑکیوں کی اموات کثرت سے ہوتی ہیں غرض کہ بچوں اور شادی کردہ عورتوں میں اموات بہت زیادہ ہیں اسلئے اسلامی آبادی کی زیادتی نہیں بلکہ کمی ہے۔ اس زمانہ میں ایک متوسط درجہ کے آدمی کیلئے بال بچے صورت تباہی کی ہے۔ بوجہ جہالت عورت کے مرد کو کوئی مرد نہیں ملتی ہے۔ بلکہ مردوں کی ترقی بوجہ جاہل بیوی کے رکارڈ میں ہوتی ہے۔ بالکل ظاہر ہے کہ روز بروز نسلیں کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ اس زمانہ کی عورت جاہل ہے چاروںکے شمار میں ہیں۔ شریعت کے احکام سے واقف نہیں۔ ظہارت کا بالکل خیال نہیں



نمازوں کے ادائیگی کی پرواہ نہیں، حالانکہ نماز کسی حالت میں معاف نہیں ہو ورنہ خراج اسلام ہوتا ہے  
اسی ادائیگی نماز سے اسلام کے شمار میں شخص آتا ہو اور حکم ہو کہ نمازوں کو خاص بنا کر ادا کرو بہتیری  
عورتیں نمازین ادا کرتی ہیں مگر انکی نمازین مریض ہوتی ہیں کیونکہ زبان سے کلام پاک کی عبادت  
نکلے گی جو مگر دل انکا کسی اور طرف سے کہ یعنی نماز کی حالت میں دل زبان کو طرف سے اسی عبادت  
میں مشرک مغل ہو۔ یعنی بوقت یا وقت اساتذہ ساتھ دوسری یا کیمیا کی یہ خدا کی عبادت دل سے  
نہیں ہوتی۔ اسی کو خدا نے فرمایا ہے سورہ مؤمنین میں۔

فَلَا يَنْفَعُ مُؤْمِنًا جِهَانِي نَمَازُ وَنَهْنِ خُذَا كَا ثَرُ كَسْتِي مِ  
پینے نماز کو خوب غرق ہو کر ادا کرتے ہیں یعنی ادائیگی نماز میں  
انکے پیچھے کی خبر نہ رکھے جو خدا کے۔

خدا کی عبادت، خدا کیلئے دین کو خاص بنا کر  
کیا کرو۔

نمازین پہلے کر داسی جو کہ نہ ترک صلوات اور مست ہو  
مشرکوں کی گنتی میں۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُشْكُونَ الَّذِينَ  
هُدُوا عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ  
خَشِعُوا ۝

عَبَدُوا اللَّهَ مَخْلِصَاتًا  
الَّذِينَ ۝ (سورہ زمرہ)

أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ  
الْمُتَكِبِينَ ۝ (سورہ روم ط)

بی بی مراد کیلئے بہت بڑی شریک حال رنج و دکھ ہوتی ہے اور بہت بڑی تسکین اور تسلی  
و مدد گار ہوتی ہے اسی کو خدا نے تعالے نے فرمایا ہے سورہ روم رکوع ۲ میں۔

یہ قدرت کی نشانی ہے کہ شہادی جنس سے بی بیان پیدا کی گئی  
ہیں تاکہ ہمیں انکے آگے اور تم دونوں کے درمیان میں  
محبت اور خصوصیت پیدا کرادی ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلَقَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ  
أَزْوَاجًا لَتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ  
مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۝

یہ فرمان الہی لائق بی بی زوج کیلئے ہے لیاقت مندی تعلیم سے ہوتی ہے۔ جاہل بی بی بہت ناچ

خدین بہت دھرم کم فہم مرد کیلئے وبال جان ہے۔ بی بی کو اطاعت شوہر ویسی ہی فرض ہے  
 جیسے فرض نماز۔ بلکہ بی بی کیلئے حکم ہے کہ جس وقت شوہر اپنی بی بی کو بلائے اور بی بی حالت نماز میں  
 ہو تو سولے فرض کے چھوڑ کر شوہر کے حکم کو بجالائے۔ یہ اسکی عبادت میں داخل ہوگا۔ اس  
 زمانہ میں بی بی اور ربان کی نا اتفاقی کے قصے بہت سننے جاتے ہیں۔ صرف بی بی کے معاملہ  
 ہونیکہ بہت سچے شہرہ رکھی اطاعت نہیں ہوتی ہے آنحضرت صلیعہ نے فرمایا ہے (حدیث) *وَأَطَاعَتِي فِي  
 النَّارِ نَفَاتٌ أَكْثَرُ أَهْلِهَا الْفِتَانُ* اور عورتیں اکثر بدخواہ اور بد اعتقاد ہوتی ہیں اسوجہ کثرت سے  
 دوزخی ہوتی ہیں صحابہؓ نے دریافت کیا کہ عورتیں نماز پڑھتی ہیں قرآن پڑھتی ہیں تو پھر کیوں دوزخی  
 ہیں حضورؐ عالی نے جواب دیا کہ جمالت اور اُجڑ پنے کیوجہ سے اپنے شوہر کی نافرمانی بردار ہوتی ہیں۔  
 اس نافرمانی کیوجہ سے نماز میں مگر نہیں ہونگی۔ ایک بہت بڑی نافرمانی خدا کی ہو رہی ہے کہ  
 خدا کا حکم ہے کہ بی بی دیکھ کر کرو اور مہر کم کرو اور اسکو ادا کرو اس ملک میں بالکل خلاف ہے۔ یہ  
 خلاف شرع رواج کیونکر جاری ہوا ہے اسکی تاریخ سے مصنف کو آگاہی نہیں ہے خیال کیا جاتا ہے  
 چونکہ عورتوں سے بوجہ جمالت مرد کی تابعداری میں فرق ہوتا ہے اسلیئے جزیہ پابندی قائم رکھنے کیلئے  
 ہے یہ بالکل غلاش شرع خیال ہے۔ عورتوں کو مثل جانور رکھنے کے ذمہ دار مرد ہیں بیشک قصور وار  
 ہیں۔ مرد بطور کون کی تعلیم کی طرف بہت توجہ کرتے ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کی طرف بالکل توجہ نہیں  
 یہ اسلامی کارگزاری میں اٹکا کر کرتے ہیں۔ مرد صرف شادی کر دینا ضروری سمجھتے ہیں اور دماغی درستی  
 کی طرف کوئی پردہ نہیں۔ کس قدر خام خیالی ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس قدر قوم کی نئی دنیاوی  
 ترقی میں رکاوٹ پڑ رہی ہے۔ انوسی آبادی قوم کی مکان کے اندر بیکار بند ہے اس سے کوئی مدد نہیں  
 پہنچتی ہے۔ اسلیئے مسلمان روز بروز پیچھے گرے جا رہے ہیں ترقی میں قوم کی ترقی مراد عورت  
 دوزخ سے ہوتی ہے قبل کے زمانہ میں ترقی تہذیب و اخلاق و معاملات نیادی میں عورتیں برابر

شریک حال درودگار ہوتی تھیں۔ چنانکہ بہاؤ دین عزیزین آپ بھائی اور ان کا نام کر لی تھیں۔  
 زنجیوں کے مرہم اور بی لگائی تھیں محض کی پوری تیمارداری کرتی تھیں ایک بار عورتیں لڑائی میں شریک  
 نہیں کی گئیں جب عورتیں بہت منہم ہوں اور شکایت آنحضرت صلیم سے کی کہ ہر گز اس عبادت کے  
 محروم نہ کیے گئے۔ آنحضرت صلیم نے فرمایا کہ دوسری بار ضرور شریک کیا جائیگی۔

عورتوں کا ہوشیار اور لائق اور عقلمند ہونا بہت ضروری امر ہے یہ اوصاف تعلیم سے حاصل  
 ہوتے ہیں اس کے لیے چھٹپن سے تعلیم دینی بہت ضروری ہے اس لیے لڑکیوں کی تعلیم ویسی ہی ضروری  
 سمجھی جاوے جیسے لڑکوں کی تعلیم۔ اس زمانہ میں اسکول اور استاد کی کمی ہے حکومت کو کون تو جہنم میں  
 کیلئے فرض منصبی کو ادا کرے۔ اسی مجبور کی حالت میں کیا کرنا چاہئے۔ مثل مشہور ہے کہ جب تل ہے  
 تب اہ بھی نکل آتی ہے۔ خالص طور پر پھر دستے اندر لڑکیوں کا مکتب قائم کیا جائے۔ انسانی  
 تعلیم یافتہ جس مقام پر نہیں ہیں دوسرے صدیوں میں ہمارے بھائی عبادین کی خواہ چند سے  
 مقرر کیا جائے۔ حاجی ایسے خالص مکتب خانے دیے تو نہیں ہی قائم کیے۔ عبادین بہت بڑی لڑکیاں چھوٹے  
 لڑکوں کے ساتھ پڑھ سکتی ہیں چھٹپن میں استعداد و قرآن مجید و اردو پڑھنے کی ہو جائے تب  
 قرآن مجید با ترجمہ پڑھایا جائے۔ جب لڑکیاں سیانی ہو جائیں تو کتابت تعلیم نسا کی جن میں  
 دینی تواریخ اور قصہ ہرچہ پڑھائی جائے۔ پڑھائی بھائیوں اور لڑکیوں کی سیانی تعلیم کو ہی خیال رکھا جائے۔ اسی  
 وراثت کا اسی خیال رکھا جائے تاکہ سماجی قوت و داعی قوت و لون کی تعلیم حاصل ہو جو کہ  
 بہت ضروری ہے۔ سلسلہ کتب بنی کار کیا جائے۔ باسپ یا تو سیر کرنا پڑے کران باتوں میں  
 ترغیب دلائے۔ اور خدمت پیدا کرے۔ تو اس سوار کا اثر و تاثر ایسے ہی ہو جن میں بہت  
 مفید ہے۔ عقائد درست ہونے کی عبادت خالص ہرچہ عورتیں و بایاؤں و فکاہے آزاد ہیں ان کے  
 خیالات ہمارے نہیں۔ سبکدین کے خالص عبارت کا فائدہ لانا۔ بڑی لڑکی و عاتقین بچوں وغیرہ کیلئے

باعث قبول ہوا کہ ہنگی۔ مان کی عا اولاد کیلئے بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے مگر  
کیلئے ہے۔ اس گھر میں برکت الہی ظہور میں آتی رہی مگر متوسط درجہ کیلئے یہ غیبی مذہب بڑی نعمت ہوگی  
مستورات اندر مکان کے رہا اسلام کا کام بہت کچھ کر سکتی ہیں جو پیش رویت کا اعلان بہت کچھ  
کر سکتی ہیں۔ جو آئی ہو تو ایک مکان میں جمع ہو کر تبلیغ قرآن کر سکتی ہیں۔ بدعتی رسومات کو روک  
سکتی ہیں۔ اور اس کے دار و زیر ان کے پہنچنے سے پرہیز کر سکتی ہیں۔

وہی ہوا میرے تعلیم سوان کی طرف خیال کرو۔ اسلام میں کمزوری آنے کی ایک وجہ یہ  
ہوئی کہ وہاں کے لوگ دنیا کی تعلیم کا خیال دیکھ کر حیا کر گئے۔ لہذا کون کیلئے کرتے ہو۔ اطاعت  
رسول کرو اذیعوا اللہ واطیعوا النبی واطیعوا اولی الامر منکم واطیعوا اللہ واطیعوا النبی واطیعوا اولی الامر منکم  
کی طرف بہت خیال رکھتے تھے۔ اہل بیت کی مستورات سب تعلیم یافتہ تھیں۔ کل مسلمان عورتوں  
کو اہلیت کی مستورات کے قدم بقدم چلنا چاہیے۔ عورتوں کو دنیاوی قصے سے پاک رہنا چاہیے۔  
بہت مشکل بالکل بنی ہونا چاہیے۔ اس زمانہ میں لوگوں کو طعام ولباس کی سنت کا بہت بڑا خیال  
رہتا ہے اور اس کے لیے سب سے سخت کرتے ہیں۔ مگر بہت بڑی سنت کا کام ہیں انکی طرف کچھ خیال نہیں ہے  
حالانکہ طلب علم عورتوں اور مردوں کیلئے سنت ہے یہ حدیث پیش کیا جاتی ہے طلب العلم فیرفعہ اللہ علی  
الکلیۃ وعلیہ وسلم علیہ السلام کا مطلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان مرد اور عورت پر۔ اس فرض و سنت کے  
بجائے قرین نہیں کرتے۔ اسے انکار کرتے ہیں حالانکہ مردوں کیلئے حکم قطعی ہے عورتیں بیچاری مردوں کے  
تصور سے بہتری عورتیں دوزخی ہوں گی۔ یہ خیال کہ عورتیں دوسرے کے گھر کی نیما نیوالی ہیں  
اسلام میں کتنے بڑا خیال ہے۔ حکم خدا ہے کہ ہر مسلمان ایک دوسرے کے مددگار اور بھروسہ ہیں اور  
دینی جہاد کے ساتھ بھلائی کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے ایسے ملک کے خیال سے عیسوی قوم کی  
ترقی بہت تیز ہے۔

دینی بہنو۔ تم لڑکیوں کی زیادہ حافظ ہو۔ تم غور کرو کہ تم جاہل رہ کر کتنا قوم کی ترقی میں  
مضر ہو رہی ہو۔ بچہ تمہاری گود میں پلتا ہے تمہارے خیالات کی تعلیم پاتا ہے اس کے جسم و دماغ  
کی بناوٹ تمہارے ہاتھ میں ہے اگر بچہ کی نگہ رانی و تعقیب ہوگی تو بیماری سے محفوظ رہے گا تمہاری  
جہالت کی وجہ سے بچے کثرت سے بیمار ہوتے ہیں خوب جان لو کہ جتنا بچہ بچپن میں بیمار ہوگا اتنا ہی  
جوانی کمزور ہوگی خاص کر دل و دماغ۔ دل کی کمزوری سے عمر کی کمی ہوگی۔ دماغ کی قوت  
تندرستی سے اتنی ہی اسکی ذہانت میں کمی ہوگی۔ اس لیے تم اپنی لڑکیوں کی تعلیم کو ضروری سمجھو۔  
اپنا مشغلہ دینی رفاه کیلئے بناؤ۔ مکتب خانہ گھر میں قائم کرو مکتب مکتب خانے قائم نہ ہوں۔  
لڑکی کے باپ پر زور دو کہ خود پڑھائیں اسکو مقدم اور لازمی سمجھو۔ اس بات کو مان لو کہ جیسے  
جیسے تعلیم کی ترقی لڑکوں میں بڑھتی جائیگی ویسے ویسے خیالات میں فرق آتا جائے گا۔  
تعلیم یافتہ لڑکے تعلیم یافتہ بی بی چاہینگے غیر تعلیم یافتہ لڑکیوں کی شادی مشکل سے ہوگی  
بی بی کے جاہل ہونے کے سبب تکلیفات کو محسوس کرنا شروع کر دیا ہے۔ کیونکہ انکی ترقی میں  
رکاوٹ پہنچتی ہی پھر مکو توجہ دلاتے ہیں کہ تم اپنے حق کو بجا لاؤ اور سنت نبوی کو ادا کرو۔

لاول بیوہ بہنو۔ تم اپنی جائدادوں کو لڑکیوں کے مدرسہ یا اسکول کیلئے وقف کرو  
تمکو ایک تہائی جائداد کے وقف کرنے کا شرع سے حکم ہے۔ یہی صدقہ تمہاری اولاد ہوگی جو کہ  
قیامت میں کام آویگی اصلی اولاد میں نہیں کام آئیگی یہ صدقہ جاریہ وہ اولاد ہوگی کہ قیامت  
میں آتش دوزخ کیلئے سپر ہوگی ایسے کا خیر سے اپنے کو باز نہ رکھو اور محروم نہ رہو غلے فرمایا ہے  
اَلَّذِیْنَ یَتَّقُونَ اِذَا دُکِرَ لِلّٰہِ وَجِلَتْ اُفُوہُمْ وَالصَّٰدِقَاتُ عَلٰی مَا اٰتٰہُنَّ مِنْہُمْ وَالْمُتَّقِیْنَ وَالصَّٰلِحِیْنَ وَنَحْنُ  
رَٰزِقُوہُمْ بِیَقُوْنٍ ۝ وہ لوگ کہ جب خدا کا نام لیتے ہیں تو انکا دل خوف خدا سے ڈرتا ہے  
اور مصیبت میں صبر کرتے ہیں ایسا جو کہ منہ سے شکایت نہیں نکلتی ہے۔ اور روزی جو کہ



اسلامی بیورو



کرتا ہی اپنی ناقرا فی پر۔ اس دلیل کے جواب  
میں چند احکام الہی پیش کیے جاتے ہیں وہ  
کافی ہونگے جواب میں۔ سورہ نور رکوع ۲۔

آگاہ کرد مسلمان مردوں کو کہ وہ اپنی آنکھیں نمی کر لیں  
جبکہ غیر محرم مرد کا سامنا ہو سکے اور نہ کہ لڑکی یا اپنی شہینہ  
کو یہی کام ہے اور اپنے مقامات زینت (سینہ) کو نہ دکھلائے  
بجز ان اعضاء کے کہ کھلے بہتہ ہیں (آنکھیں، ناک، منہ)  
یہ اعضا ہوا کھانے کیے ہیں۔

اور ہم بتاتے ہیں کہ وہ اپنے گریبان (سینہ) پر اور اعضاء  
پاکیزہ ڈالے رہیں۔ ایسی مقامات زینت کو اپنے شوہر  
اپنے باپ اپنے سسر اپنے بیٹوں اور اپنے شوہر کے  
بیٹوں اپنے بھائیوں اپنے بھتیجوں اپنے بھانجوں  
سہیلوں۔ اپنے بھائیوں اور ملا موافق یا اسے غلام نہ  
مرد نہ عورت نہ نیک نہ بد (بجز ان کے کہ وہ عورتوں کی  
خواہش نہیں کر سکتے ہیں۔ اور انہی کے لئے ان کے بھائی  
کہ ان کا زور ہو کہ گونگہ مرد اور عورت ہیں کسی روز  
نہ کھلے (ایسے زور سے کہ پھر نہ بچا جاسکے)۔

آگاہ کرد مسلمان مردوں کو کہ وہ اپنی آنکھیں نمی  
کر لیں (بہتر ہے کہ بند کر لیں) جبکہ غیر محرم مردوں کا

(۱) وَكُلْ لِّمَوْتٍ مِّنْكَ يَغْضُضُ  
مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَلَا يَحْفَظُوا  
فِي ذَهَابِهِمْ وَلَا يَسْبِغُوا  
رِيْسَتَهُمْ إِلَّا مَا ظَهَرَ  
مِنْهَا۔

(۲) وَلْيَضْحَكُوا بَيْنَ غُصْنَيْنِ  
وَلَا يُبْدُونَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ  
أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ  
أَوْلِيَاءَ ذَهَابِهِنَّ أَوْ لِبُعُولَتِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي ذَهَابِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ لِبَنِي  
أَخْوَالِهِنَّ أَوْ لِبَنِي إِخْوَانِه�

(۳) وَكُلْ لِّمَوْتٍ مِّنْكَ يَغْضُضُ  
مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَلَا يَحْفَظُوا  
فِي ذَهَابِهِمْ وَلَا يَسْبِغُوا  
رِيْسَتَهُمْ إِلَّا مَا ظَهَرَ  
مِنْهَا۔

خلائق اس کی تہنود

رات اللہ

حبیبی

بہشتی

سلنا ہوئے۔ اور اپنی شرکاء کی مخالفت کرتے ہوئے  
وہاں کا خیال اُنکے دہن پیدا ہوگا اس سے بچیں زمین  
اُنکی صفائی ہے اللہ عظیم عانتا ہے جو لوگوں کے دل میں  
خیال گذرتا ہے۔ یعنی مطلق اور حرام کو۔

یہ احکام اُنکی مسلمان مرد و عورت کو سکھاتے ہیں۔

(۱) عورت اپنی آنکھیں بند کرے جب غیر محرم مرد کو دیکھے۔

(۲) ہر کاری سے بچتی رہیں۔

(۳) پردہ کی پوشاک اور پردہ کر یا ہر ٹکڑی زمین اعضا سے بیرونی کھلا ہو۔

(۴) جو وقت اندر مکان کے ہوں بغیر پردہ کی پوشاک کے ہوں مگر اپنے کپڑے کو سمجھائے

رکھیں۔ لاپرواہ اپنے کپڑے کو سمجھانے سے رہ سکتی ہیں اُن اشخاص کے سامنے جنکے لیے خدا  
تعالیٰ نے حدود بنا دیے ہیں۔

(۵) مرد کو بھی وہی حکم ہے کہ اپنی آنکھ کو بند کر لیں جب غیر محرم عورت کو دیکھیں تاہم اُنکی آنکھیں

غیر استعمال نہت اُنکی کانوں سے یعنی آنکھوں سے دیکھنے سے زمین پر خیال پیدا ہوتا ہے۔

یہ احکام قانونِ بانی میں ایسے ہی صاف ہیں جیسا کہ دفعات قانونِ بانی میں ترک و مکاح کا

ہے۔ جسکی رسم سب مسلمان بہت سے ہیں دیا ہی حکم پردہ کا عورتوں اور مردوں کیلئے مساوی

ہے۔ جو تو فکرِ باہر نکلتے سے منع نہیں کیا گیا ہی۔ جو عضو واسطے زندگی کے لازمی ہے وہ کھلا ہوا

بھکر باہر نکل سکتی ہیں۔ ایسا پوشاک پردہ اسوقت بوقت "عورتوں میں جو کہ ایک فرقہ نصائے

ہے یا پامالت ہے شاید تغیل میں ہو۔ اس زمانہ میں ہندوستانی تہذیب کی کیا حالت ہے

ذیل کر نیچے پردہ شکن کے بھوتے ہیں کہ فی زمانہ باطنی اخلاقی بیماری کی مردوں میں



زیادتی ہو رہی ہے جو بوقت غیر عورت کا سامنا ہو جاتا ہے اس عورت کو گھورنے لگتے ہیں اسکی یہ  
 اور پر کاٹنبر حکم خدا تعالیٰ کا ہی مردوں کیلئے رکھا اس حکم کی فرمانبرداری کیجانی ہے؟ جبکہ عقد  
 نافرمانی خدا کی کثرت سے ہو رہی ہے جو بوقت عورتین کثرت سے باہر نکلتا شروع ہو گئی نافرمانی کی کثرت  
 ہو جائیگی۔ اور غیر مذہب کے لوگوں کی صحبت ہو رہی ہے جسکے اخلاق میں مذہب کی بددک تمام  
 بالکل نہیں ہے تب کیا عمارت ہوگی۔ عورتیں اسلامی جنگ و فتن میں باہر نکلتی ہیں مکان کے اہل بند  
 نہیں ہیں مگر اپنی ضروریات کیلئے اسلامی پوشاک میں باہر نکلتی ہیں۔ اس ملک ہندوستان میں  
 رواج نہیں دیا گیا دو وجوہ سے اول تو صحبت غیر مذہب جو کہ شرعی حکم سے واقف نہیں ہے  
 یعنی مردوں کو عورتوں کی عزت کرنا لازمی امر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمانوئین بعد پانے  
 سداوت کے عیش و آسائش آگئی۔ باہر نکلتا اور تو کا شان امارت کے خلاف سمجھا گیا۔ خیالات  
 بیرونی ہو گئے اس لئے کہ اس کے اندر نہ ہیں ضرورت تحقیقات ظاہر ہوا ہے وہ گزشتہ زمانہ میں نہ تھا۔  
 دوسرا اعتراض خرابی تندرستی نسوان جنسل جنکے باسے میں گزشتہ در تو نہیں بحث کی گئی اور  
 دکھلایا گیا کہ یہ خرابی بوجہ جاہل رہنے عورتوں کے ہے۔ دوسرا فرمان عورتوں کے باسے میں خدا  
 تعالیٰ کا ہی وہ درج کیا جاتا ہے۔ سورہ احزاب رکوع ۴۔

عورتوں اگر تم متقی ہو تو کسی سے قوم باتیں نہ کرو  
 تاکہ دل میں عیب نہ پکڑے۔ والی امیہ تاہم ہو سیکر  
 اور باتیں سیدھی کیا کرو۔

(۱) اِنَّ النَّفْسَ الْفٰسِقَہَ فَلَا تَخْصَمْکَہَا بِالْقَوْلِ  
 فِیْطَکُمُ الَّذِیْ فِیْ نَفْسِکُمْ مِّنْ صَدٍّ وَّ فَسَقَہٍ  
 فَاَنْتُمْ مِّنْہَا مَتَعٰی وَّ قَاہ

عورتوں کو غیر مرد سے ضرورت کی باتیں کرنے کی اجازت ہے وہ بھی صرف ضرورت  
 ہی کی باتیں کیجاوین اور نہی کر کے اور لٹھانے والی باتیں نہ کیجاوین۔

عورتوں نے گھر میں رہو اور قریب ماہ جاہلیت کے مثال اپنی

(۲) وَ کَانَ فِیْہِمْ یٰۤاٰمَنُوْنَ وَاٰیٰتِہٖ

کِتَابُ الْحَاہِلِیَّةِ الْاَوَّلٰی -

(۱) وَافْتِنَ الصَّكَاوَةُ وَافْتِنَ الْکُفُوَةُ وَ

الْحُجْنُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ اِنَّمَا الَّذِي يَدْعُو اللَّهَ لِيُذْهِبَ

عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلًا لِّمَبِیَّتٍ يُطَهِّرُکُمْ تَطْهِیْرًا ۝

(۲) فَالطَّلَاحُ قَدْ تَبَيَّنَ حَقِیْقَتُهَا لِلْغَيْبِ بِمَا

حَفِظَ اللَّهُ ط

زینت کو نہ دکھانی پھرو۔

نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت

کرد۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم کو نجاست سے دور رکھے اور

تم کو گناہوں سے پاک کرے۔

نیک عورتیں اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کرتی ہیں اور

نگہبانی کرتی ہیں بے جسبہ پیچھے خدا کی نگاہی کے۔

قبل زمانہ نزول آیت اوپر کے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانہ کے بھی قبل دستور تھا کہ

عورتیں بناؤ سنگا کر کے باہر مردوں کو دکھلانے کے لیے نکلتی تھیں۔ اس زمانہ میں بالکل ہما

مغرب میں ہی ہو رہا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے کہ گھر کے اندر رہنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ

اپنا بناؤ سنگا کر کے مردوں کو دکھلانے کیلئے باہر نکلا جائے۔ اپنی ضرورت کیلئے باہر جانے

سے ممانعت نہیں ہوئی۔ یعنی بلا مطلب ضرورت باہر نہ جاؤ۔ اس زمانہ میں پردہ شکن کا

دعا انگریزی تہذیب کے تتبع ہی اور یہ بالکل خلاف ہے۔

خدا نے تعالیٰ نے چٹانیں والا فرمان دیکر ڈرایا ہے وہ یہ ہے۔

کسی مرد و عورت یومین کو روا نہیں جبکہ اللہ اور اس کا

رسول کوئی فیصلہ کرے تو پھر وہ اپنے کاموں میں اختیار

نہیں رکھتا ہے جسے اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کا

وہ بالکل گمراہی میں ہے (بلکہ ذات میں ہوگا)

(۵) وَمَا كَانَ لِمَنْ يَلُومُنَّ مِنْكُمْ شَيْءٌ مِّنْهُ اِذَا

قَضٰی اللّٰهُ وَرَسُولُہٗ اَمْرًا اَنْ يَّکُوْنُ لَہُمْ

الْحٰیضَةُ مِنْ اَمْرِہُمْ وَمَنْ یَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَہٗ

فَقَدْ صَدَّقَ صَدَقَاتُہٗ مِّنْہُمْ ۝

یہ فیصلہ مسلمانوں کیلئے لازمی ضروری ہے کسی قسم کی ترسیم نہیں کیا جاسکتی ہے۔

قبل نزول ان احکام کے عورتیں اور مرد و نوں ایک جابہو کہ مسجد میں نماز و کلواد کر گئے

حیثیت یہ احکام نازل ہوئے فراراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا آنا مسجد میں موقوف کر دیا عورتیں بالکل گھر کے اندر رہنے لگیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کیلئے مختلف درجے مکان میں قائم کیے صحابہؓ اور واسطے پر کھار کر باتیں کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے فسادات برپا ہوتے ہوتے ہیں عورتوں کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ انکی علیحدگی بہت اچھی ہوئی۔ بیشک تجربہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ عورتوں کی وجہ سے زیادہ فسادات قتل ہوتے ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ وہاں پر وہ مشکل کو یہ احکام آکھی اطمینان دہ ہونگے انکی بد خیالی کو دور کرنے کیلئے رسلہ زنی کی جگہ باقی نہیں رہی ہے۔ خدا کے تعالے نے اخلاقی تربیتی سے بچنے کیلئے یہ رسلہ بتائی ہے۔ بندہ کو اختیار ہے۔ خدا کا کوئی نظم مصلحت و حکمت سے خالی نہیں ہے۔ جو ان عورتوں کیلئے پردہ کا حکم ہے غیبت فسادات کا ہوتا ہے ضعیف عورتوں سے فسادات کا خوف نہیں ہے اسلئے انکے لیے پردہ کا حکم نہیں۔ سورہ نور رکوع ۴۔

ضعیف عورتیں یا جو کھانہ کی امید نہیں رکھتی ہیں مگر میں رہنے والی۔ وہ اپنے کپڑے کو سینے چادر سے لاپرواہ ہوں تو انہیں کوئی گناہ نہیں ہے اگر اس سے انکو مقامات نہایت کا دکھانا منظور ہو۔ اگر ایسا مطلب ہے زینت دکھانا یا نکاح کرنا تب بہتر ہے انکے لیے پردہ۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ  
نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّكْشِفْنَ  
رِيشَهُنَّ مِنْ عَلَيْنَ مَتَابَعٍ حَبْلَةٍ بَيْنَ يَدَيْهِنَّ  
وَ اَنْ يَّسْتَعْظِفْنَ حَتَّىٰ  
لَهُنَّ ۝

امیر امان اللہ گذشتہ امیر کابل جو کہ بعد اسی سفر یورپ کے نقالی میں مغربی تہذیب سے آگئے ہیں۔ مغربی تہذیب کی بندش صرف انسانی صحبتی قانون کے مطابق ہے۔ اسکے وہ لوگ بہت زبردست پابند بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کیلئے تہذیبی اخلاق و احکام انکی بنیاد ہے۔ امیر کابل صاحب نے اپنے ملاؤں کے اعتراض پر جواب دیا جو کہ انگریز

اخبار میں پڑھا گیا ہے اس جملہ کے معنی یہ ہیں "خیر اپنے گھر شروع ہوئی ہے" یعنی غریبا  
 میں پردہ نہیں ہے اور احکام الہی غریبہ درامیرین کچھ فرق نہیں کہتے ہیں تب پھر غریبوں کو  
 کیوں حکم نہیں دیا جاتا ہے۔ اسکا جواب بہت سادہ ہے غریب میں خواہشات شیطانی پیدا نہیں  
 ہوتی ہے بوجہ افکار رزق کے مرد و عورت دونوں کا دل دماغ مشغول رہتا ہے حصول رزق  
 میں اس لیے انکا دل و دماغ اندھا ہوتا ہے۔ برعکس اسکے کہ امرا میں خواہشات شیطانی کا  
 بوجہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ انکا دل دماغ خواہشات و لذات کی طرف زیادہ راغب ہے۔ وہ  
 زیادہ بُرائیوں کے مرتکب ہونیوالوں میں ہیں۔ خواہشات دل سے پیدا ہوتے ہیں آنکھ سے  
 شعل نہیں ہے۔ مثال ظاہر کی جاتی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 دریافت کیا کہ جب وقت قبر سے لوگ نکالے جائیں گے کس پوشاک حالت میں ہوں گے۔ حضور  
 پر نور نے فرمایا مرد و عورت دونوں ننگے ہوں گے مگر استہخوث اس قدر طاری ہوگا کہ ایک دوسرے  
 کو نہ دیکھیں گے جب دین خوف ہے آنکھیں بے مصرف ہیں۔ کوئی شے دیکھی جائے اور اگر  
 دل سکی طرف رجوع نہیں ہے تو اسکا دیکھنا بالکل یکساں ہی دیکھا ہی غریب میں پردہ ہونا۔ ایک  
 دوسرے کو نہیں دیکھے گا۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اسلامی سلطنت کا پیشوا نافرمانی خدا کی  
 طرف راغب ہوا۔ کتنی اسلامی سلطنتیں بوجہ نافرمانی خدا کے غائب ہو گئی ہیں۔ گزشتہ  
 صفحہ میں اسکے بارے میں فرمان الہی درج کیا گیا ہے۔ یعنی سودہ بنی اسرائیل کو ع ۴۔  
 یعنی جب کوئی ملک تباہ ہوتا ہے اسکے پیشوا یا سردار کی نافرمانی کی وجہ سے۔  
 یہی خاص وجہ امیر امان اللہ کے تنزل کی ہوئی ہے۔

پردہ شرعی مسلمانوں کیلئے لازمی ضروری ہے یہ ضرور قائم رہیگا اور ہمیشہ رہیگا۔ صرف  
 کافر و مشرک و ناسق میں نہیں رہیگا۔

افسوسناک ہے مائے اب زمانہ آگیا کہ ہر امام بعد نماز جمعہ کے اسلام کی بہودی کیلئے  
خدا کے تعالے کے دربار میں مناجات کرے۔ دروڑے مسلمانوں کو چاہیے کہ جو کچھ کوشش  
ہو سکے اسلام کی بہودی کیلئے اپنے نفس کے جہاد کرنے سے غافل نہ رہے۔

مصنف اس لائق نہیں تھا کہ کوئی مذہبی اصول پر کتاب تصنیف کرے مگر خدا کے  
تعالے کی مدد محنت میں ملتی گئی اور بہت بڑھتی گئی جس کا خدا کے تعالے کا شکر گزار ہے۔  
اس وقت ظاہری عبادت سے جس سے اسلام کا نام قائم ہے۔ مگر باطنی اعتقاد نہیں ہے  
جس سے ایمان ظاہر ہو۔ خلوص دلی نہیں ہے جس سے احسان معلوم ہو۔ یہ کل اوصاف  
اگلے زمانے کے لوگوں میں تھے اسلئے خدا راضی تھا۔

## مناجات

مَقَالِي اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَبِيرِ وَهُوَ ذُو الْمَلَكُوتِ  
بڑا ہی۔ اسکی بادشاہت جیسی چاہیے ویسی ہے ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ کوئی بندگی کے  
لائق نہیں ہی سوائے اُسکے۔ اُسکا کوئی شریک نہیں ہی۔ وہ مالک ہے عرش بزرگ کا۔  
وَكَايْنِ مِنْ ذَاتِ كِبَرٍ لَا تُغْنِيكَ دِرْهُمًا - اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ  
جتنے جانور زمین پر ہیں سبھوں کیلئے رزق مقرر ہے اللہ ہی سبھوں کو رزق دیتا ہے  
وہ سنتا ہے پکار کو اور جانتا ہے حالتوں کو۔

(۱) اے خدا تیرے سامنے ہاتھ اٹھا کر سائل ہوں اور مناجات کرتا ہوں مسلمان  
بھائیوں اور بہنوں کے واسطے جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیے ہیں انکی آہ کو سنا تا ہوں  
تو فریاد رس ہے فَلْيَعْمَلِ الْمُجِبِلُونَ۔

(۲) اے خدا امت محمدی ایمانی باطنی عوارض میں مبتلا ہے اُن کو اس بیماری سے شفا دے۔ تَهَوُّ اَشْفِیٰیْنَ -

(۳) اے خدا اپنے پیارے رسول کے صدقہ میں مسلمانوں کی ایمانی حالت کو برقرار رکھے اور ایمان صالح عطا فرما۔ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ -

(۴) اے خدا اسلامی درد دل کی بیماری اُنکے دلوں میں زیادہ محسوس ہونے لگی ہے جنکے دلوں میں تو نے ہدایت دی ہے اُن مسلمانوں کے ایمانی حالت پر غور و فکر کرئیے جو کہ گمراہی کی راہ پر گئے ہیں اس بیماری کا علاج تیرے اختیار میں ہے اس درد دل سے نجات دے؟

(۵) اے خدا مسلمانوں نے اپنی غفلت سے اور تیری نافرمانیوں سے بیخ اسلام میں گھس گنا دیا ہے اے خدا تو غنی الحسید ہے۔ بیشک تو لا پرواہ ہے تیری کیا مرضی ہے کیا تیری مرضی یہ ہے کہ اسلام کا درخت گر پڑے اور دشمن اسلام اس کے تنہ و شاخوں اور پتوں کو جلا دے یہ بہت صدمہ اور ماتم کا مقام ہو گا تَوَذُّوا الرَّجْمَةَ ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْكَ رِجْوًا لَا نَجُوعَ -

(۶) اے خدا۔ بیشک مسلمان خطا دار اور قصور وار ہیں مگر تو معاف کرنے کو درست جانتا ہے معاف کر دے اصلاح کر دے حِطَّةٌ نَعْفُکُمْ تَکْمُ حَظْمِکُمْ -

(۷) اے خدا مسلمانوں کے دل میں اپنی محبت حقیقی عطا کر اور اسلام کو پھر حقیقی حالت میں بدل دے اپنی ہدایت سے۔

(۸) اے خدا مسلمانوں کے ایمان کی درستی کر دے تاکہ اسلام کو نئی زندگی حاصل ہو۔ جس غرض سے تو نے آخری کتاب مبارک کو اس قدر حفاظت سے قائم رکھا ہے کہ وہ الفاظ نہیں بدلے گئے ہیں مگر فہم کو اُس کے ضرور بدل دیتے ہیں (هَذَا کِتَابُ الَّذِیْ لَنُفَصِّلَنَّ مَبَارَکُکَ وَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا) اُس کے ذریعے اسلام کو پھر از سر نو عروج بخش۔

(۹) اے خدا ہم مسلمانان ہند کی زبان عربی مادری نہیں ہی تیرے لئے بیسیا نک اس لیے  
 اسان نہیں ہی اور تیرے فرمان کی کتاب ہلوگون کی مادری زبان سے سولے ہی۔ لاٹھی  
 کیو جب سے البتہ تصور دار اور نافرمانیوں کے مرکب ہوئے ہیں انھیں معاف کرے اور  
 درگزر کرے۔ تَعْفُوْا تَسْفُوْا وَتَغْفِرُوْا۔ قَاتِلِ اللّٰهَ عَمَقُوْا وَالتَّحِيْمَةُ ۵

(۱۰) اے خدا مسلمانوں کے دل و دماغ غافل ہو گئے ہیں انکو جگاے اور اپنی محبت  
 اور خوف اُنکے دل و دماغ میں ڈال دے۔

(۱۱) اے خدا مسلمانوں کے قلب میں سیاہی یا رنگ اور سختی آگئی ہے اُنکے دل و دماغ میں  
 دور کر دے۔ تیرے اختیار میں ہے۔ قلب کی صقل کرے اور نورانیات کی روشنی سے چمکائے  
 (۱۲) اے خدا تیری رضا کے بندہ ہیں اگر یہی رفتار اسلام کی رہی تو تیری یاد کر سولے  
 تنہا بنا کر باقی نہیں رہینگے اس زمین پر رحم کر۔ رَضُوْا مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ مَقْرُ  
 اَلْفَقْدُ الْعَظِيْمُ اے رب اپنے پیغام کو پورا کر۔

(۱۳) اے خدا تیری طرف رجوع کرتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کا اس دنیا میں کوئی اور  
 وراثت سولے تیرے نہیں ہی وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهِ مِّنْ وَّالٍ۔ ایسی بکسی ہے ایسی  
 دلا چارگی پر توجہ کر اور صراط مستقیم پر چلا دین و دنیا دونوں کو تا ذالٰہِ الْاٰخِرِ  
 بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۵

رَبِّ زِدْنا عِلْمًا وَفَهْمًا وَحُبَّةً فِیْ مِثْقَالِ عِبَادَةٍ وَاجْعَلْنا عَمَلًا  
 فِیْ عَمَلِنَا وَاجْعَلْنا وَحِيَّتِنَا فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ  
 الْمُتَّقِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى خَلْقِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ

وَاٰہِلِ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِيْنَ

# آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اس دین اسلام کو ناب خدا نے کس بڑی محنت و مشقت و انداز سے قائم کیا اَللّٰهُمَّ  
 صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ بِرَبِّكَ اَوْحِیْ لَنَا مِنْ رَحْمَتِكَ مَا نَحْتَاجُ مِنْ رَحْمَتِكَ۔ انکی برکت اور جذبات سے ہر ٹکڑے  
 آبادی زمین میں یہ دین آ۔ سلامتہ فرخ کے اب اس دین کی اتباع کرنے والوں میں  
 ایمان کی کمزوری آرہی ہے۔ سلامتہ تو نے ضرور اپنے وعدہ کو سچا کر کے دکھلادیا چونکہ  
 بہشتی ہم لوگوں میں آگئی اس لیے ہم لوگ بہک گئے ہیں۔ اسکی سزا میں ایمان کی بیماری میں  
 مبتلا ہو گئے جسکے علامات تشخیص حشر۔ علاج یہ کتاب ظاہر کرتی ہے یہ سب تیرے حکم کے اندر  
 ہے۔ جو کہ ہمارے مد علم میں آیا کوئی اضافہ و مبالغہ نہیں کیا گیا ہو اگر غلطی لا علمی سے ہو تو اسکو  
 معاف کر دے تو غفور الرحیم ہے تیرا کلام پاک نسخہ ہے بیعت شریعت تدریس علاج ہی۔ علاج  
 کیلئے دوا اور دعا دونوں کی ضرورت ہے۔ اس لیے تیرے سامنے اسلام کی کے یہود کی مناجات  
 کی گئی ہے۔ سورہ مؤمن میں تو نے فرمایا ہے ہکو پکارو ہم تمہاری دعا کو قبول کریں گے اَدْعُوْنِیْ  
 اَسْتَجِبْ لَکُمْ رَبَّنَا اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ خدا کی تعریف اپنی بولتی زبان میں خدا ہی کے کلام و پڑھا جاو  
 سورہ لقمان۔ لوگوں اپنے رب سے ڈرو اور اس میں سے ڈرو جب نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آوگا  
 اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کام آوگا۔ اللہ کا وعدہ بیشک سچا ہے۔ دنیاوی زندگی تھیں فریب میں  
 نہ ڈارے اور نہ کوئی فریب دینے والا تم سے (شیطان) اللہ کو بھلائے بیشک اللہ ہی کے پاس  
 قیامت کا علم ہی وہی میسر برساتا ہی اور وہی ماؤں کے رحم میں لڑکا یا لڑکی جو کچھ ہوتا ہی اسے  
 بھی وہی جانتا ہے کسی کو معلوم نہیں کہ کل وہ خود کیا کریگا اور نہ کسی کو یہ معلوم ہی کہ وہ کس  
 زمین پر مریگا اللہ ہی کو ان باتوں کی خبر ہے وہی جانتے والا ہی اور خبر رکھنے والا ہے۔



مسلمان بھائیوں! اصول اسلام کو یکپارہ اور اصولِ ملامت شریعت (بقیہ فتوحات مبینہ) اصول کو اس شخص نے سکھایا ہے اور اسی اصول پر بعد وصال کے اگلے پیرِ دین نے عمل کیا جس سے کامیابی حاصل ہوئی دین اور دنیا دونوں کی۔

مل کیا جس کے کامیابی کا ریس ہوا دین اور دنیا دونوں میں۔  
 فروعات کو لوگوں نے زیادہ کچھ لیا ہے چونکہ غیر معتبر کتابیں صرف دنیا مائل کرنے کیلئے  
 لکھ دی گئیں اسلئے دین کو مشکل بنا دیا اس سبب سے اصلیت بالکل تاریکی میں اگلی اور اٹھ  
 خدا اور رسول میں کمی آگئی اور نافرمانی خدا شروع ہونے لگی صرف شریعت اس نافرمانی سے  
 بچاؤ لگی۔ اسی کا لباس پہنوا اور فروعات کو چھوڑو۔ اس حکم اتنی کا خیال رکھو اور ڈرو یہ  
 حکم اتنی ہے (سورہ بقرہ) لَا تَتَّبِعُوا آيَاتِ اللَّهِ هُنَّ آيَاتُ الْفِتْنِ تَعْلَمُونَ سے  
 احکام کو منہی اور مذاق میں یعنی حکم کے بجا لانے میں غفلت و سستی نہ کرو ورنہ خدا سزا دے گا۔  
 یہ ہماری نصیحت ہے۔ ہم کو مسلمانوں کا ایمان کل انبیا پر ہے۔ اسلئے باب دوم میں سورہ غفر  
 کو نبیوں کے مقابلہ کر کے دکھائیں گے۔ وہ ضرور پڑھایا جاوے گا۔ جب اس کتاب کے  
 سبق سے پورا فائدہ معلوم ہو گا۔

سیّد محمد وارث خادم



TRIP STACKS  
DUE DATE 1/2/84

